BNS0201DST

ہندوستان کی سماجیات

بی۔اے (آنرس)

چارسالہ پروگرام

دوسرا سمسٹر (سماجیات)

مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد۔32، تلنگانہ، بھارت

Copyright © 2025, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad

All right reserved. No part of this publication may be reproduced or transmitted in any form or by any means, electronically or mechanically, including photocopying, recording or any information storage or retrieval system, without prior permission in writing form the publisher (registrar@manuu.edu.in)

ISBN : 978-81-004003-9-9
Course : Sociology of India
First Edition : September 2025
Copies : 1000
Price : 190/- (The price of the book is included in admission fee of distance mode students)

Course Coordinator

Dr. Malik Raihan Ahmad, Assistant Professor (Sociology) CDOE, MANUU, Hyderabad

Editorial Board

Dr. Malik Raihan Ahmad, Assistant Professor (Sociology) CDOE, MANUU, Hyderabad

Dr. Imtiyaz Ahmad
Assistant Professor- Sociology (Contractual)/Guest Faculty, CDOE, MANUU

Language Editor

Dr. Imtiyaz Ahmad
Assistant Professor -Sociology (Contractual)/Guest Faculty, CDOE, MANUU

Production

Prof. Nikhath Jahan, Professor (Urdu), CDOE MANUU

Mr. P Habibulla, Assistant Registrar, Purchase & Stores Section, MANUU

Dr. Mohd Akmal Khan, Assistant Professor (C)/Guest Faculty CDOE MANUU

Mohd Abdul Naseer, Section Officer, CDOE MANUU

Shaik Ismail, UDC, CDOE, MANUU

Syed Faheemuddin, LDC, Purchase & Stores Section, MANUU

On behalf of the Registrar, Published by:

Centre for Distance and Online Education

Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad-500032 (TG), India
*Director:*dir.dde@manuu.edu.in *Publication:*ddepublication@manuu.edu.in
Phone number: 040-23008314 Website: manuu.edu.in

CRC Prepared by Dr. Imtiyaz Ahmad, Faculty of Sociology, CDOE, MANUU

Printed at Print Times & Business Enterprises, Hyderabad

فہرست

پیغام		وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی	**5**
پیغام		ڈائرکٹر، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم	**6**
کورس کا تعارف		کورس کو آرڈی نیٹر (اردو)	**7**
اکائی نمبر	**اکائی کا نام**	**مصنف**	**صفحہ نمبر**
1۔	ہندوستانی سماج: ڈھانچا اور طریق	ڈاکٹر محمد احتشام اختر	9
2۔	سماجی و ثقافتی کثرت	ڈاکٹر فرحان عابدی	27
3۔	ہندوستانی مذاہب	ڈاکٹر امتیاز احمد	40
4۔	لسانی و ثقافتی کثرت	ڈاکٹر فرحان عابدی	60
5۔	ذات: تعریف، خصوصیات و افعال	ڈاکٹر امتیاز احمد	74
6۔	قبائلی سماج: ڈھانچا اور تبدیلی	ڈاکٹر امتیاز احمد	89
7۔	صنف	غلام جیلانی	106
8۔	نژاد	غلام جیلانی	119
9۔	ہندوستان میں خاندان اور کنبہ	ڈاکٹر محمد احتشام اختر	131
10۔	شادی: اقسام، افعال اور تبدیلی	ڈاکٹر محمد احتشام اختر	145
11۔	قرابت داری کے اقسام	ڈاکٹر محمد احتشام اختر	161
12۔	قرابت داری ڈھانچے میں تبدیلی	ڈاکٹر محمد احتشام اختر	175
13۔	دیہی سماج	ڈاکٹر فرحان عابدی	185
14۔	زرعی ڈھانچا	ڈاکٹر فرحان عابدی	199
15۔	پنچائت راج نظام	ڈاکٹر فرحان عابدی	211
16۔	دیہی۔شہری تسلسل	ڈاکٹر فرحان عابدی	225
	نمونہ امتحانی پرچہ		239

مصنفین کی تفصیلات

(Writer's Details)

Dr. Mohammad Ehtesham Akhtar, Assistant Professor (C)/Guest Faculty, Sociology , CDOE, MANUU	ڈاکٹر محمد احتشام اختر، گیسٹ فیکلٹی شعبہ سماجیات، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد
Dr. Farhan Abedi, Asst. Prof., Dept. of Sociology, Mohammad Ali Jauhar University, Rampur	ڈاکٹر فرحان عابدی، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سماجیات، محمد علی جوہر یونیورسٹی، رام پور
Dr. Imtiyaz Ahmad, Assistant Professor (C)/Guest Faculty, Sociology , CDOE, MANUU	ڈاکٹر امتیاز احمد، اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچول)/گیسٹ فیکلٹی، سماجیات، مرکز برائے فاصلاتی اور آن لائن تعلیم، مانو
Ghulam Jilani, Dept. of Sociology, MANUU, Hyderabad	**غلام جیلانی**، شعبہ سماجیات، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

مترجمین (Translators):

ڈاکٹر ایم-اے-علیم، سابق پرنسپل، انوارالعلوم جونیر کالج، حیدرآباد (اکائی 1,2,3,4,5,6,7,8,13, 14)

ڈاکٹر ابوسالم خان، شعبہ سوشل ورک، مانو حیدرآباد، (اکائی 13)

پروف ریڈرس(Proofreaders):

ڈاکٹر امتیاز احمد، اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچول)/گیسٹ فیکلٹی، سماجیات، مرکز برائے فاصلاتی اور آن لائن تعلیم، مانو

ڈاکٹر ملک ریحان احمد، اسسٹنٹ پروفیسر (سماجیات)، مرکز برائے فاصلاتی اورآن لائن تعلیم، مانو حیدرآباد

ٹائٹل پیج(Title Page): ابراہیم اکرم صدیقی

پیغام

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (MANUU) 1998 میں پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعے قائم کی گئی۔ یہ ایک مرکزی جامعہ ہے جس نے این اے اے سی کی جانب سے گریڈ +A حاصل کیا ہے۔ اس جامعہ کے قیام کے مقاصد ہیں: (1) اردو زبان کا فروغ، (2) پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کو اردو میڈیم میں قابل رسائی اور دستیاب بنانا، (3) روایتی اور فاصلاتی طریقۂ تعلیم کے ذریعے تعلیم فراہم کرنا، اور (4) خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔ یہ وہ نکات ہیں جو اس مرکزی جامعہ کو دیگر تمام مرکزی جامعات سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے ایک انفرادیت بخشتے ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری زبانوں اور علاقائی زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اردو کے ذریعے علم کے فروغ کا مقصد یہی ہے کہ اردو جاننے والے طبقے کے لیے عصری علوم اور مضامین تک رسائی آسان بنائی جائے۔ ایک طویل عرصے تک اردو میں درسی مواد کی کمی رہی ہے۔ اردو یونیورسٹی کے پاس اب اردو میں 350 سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے اور ہر سمسٹر کے ساتھ اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اردو یونیورسٹی این ای پی 2020 کے وژن کے مطابق مادری/گھریلو زبان میں تعلیمی مواد فراہم کرنے کے قومی مشن کا حصہ بننے کو اپنے لیے ایک اعزاز سمجھتی ہے۔ مزید یہ کہ اردو بولنے والا طبقہ اردو میں مطالعہ کے مواد کی عدم دستیابی کے سبب نئے اُبھرتے شعبوں اور جدید تر معلومات کے موجودہ میدانوں میں تازہ ترین معلومات واطلاعات کے حصول سے محروم نہیں رہے گا۔ مذکورہ بالا میدانوں میں مواد کی دستیابی کی بدولت حصولِ معلومات کا نیا شعور بیدار ہوا ہے جو یقیناً اردو داں طبقے کی دانشورانہ ترقی پر اثر انداز ہو گا۔
فاصلاتی اور آن لائن طلبہ کے لیے تعلیم و تدریس کے عمل کو سہل بنانے کے لیے یونیورسٹی کا سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) اردو اور متعلقہ مضامین میں خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری کو یقینی بناتا ہے۔

MANUU فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کے لیے SLM بلا معاوضہ فراہم کرتا ہے۔ یہ مواد اُردو کے ذریعے علم حاصل کرنے میں دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کے لیے برائے نام قیمت پر دستیاب ہے۔ تعلیم تک رسائی کے دائرے کو مزید پھیلانے کے مقصد سے، اردو/ہندی/انگریزی/عربی میں eSLM یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر مفت ڈاؤن لوڈ کے لیے دستیاب رکھا گیا ہے۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ متعلقہ فیکلٹی کی محنت اور مصنفین کے مکمل تعاون کی بدولت FYUG بی۔اے، بی۔ایس سی اور بی۔کام کی کتابوں کی اشاعت کا عمل بڑے پیمانے پر شروع ہو گیا ہے۔ فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کی سہولت کے لیے خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری اور اشاعت کا عمل یونیورسٹی کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اپنے خود تعلیمی مواد کے ذریعے اردو جاننے والے ایک بڑے طبقے کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہوں گے اور اس یونیورسٹی کے مقصدِ قیام کو پورا کریں گے اور اپنے ملک میں اپنی موجودگی کو جائز ٹھہرا سکیں گے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ!

پروفیسر سید عین الحسن
شیخ الجامعہ، مانو

پیغام

موجودہ دور میں فاصلاتی تعلیم کو دنیا بھر میں ایک نہایت مؤثر اور مفید طریقۂ تعلیم کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور بڑی تعداد میں لوگ اس طریقۂ تعلیم سے فائدہ اٹھارہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے بھی اردو زبان بولنے والے عوام کی تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے قیام کے وقت سے ہی فاصلاتی تعلیم کا طریقہ متعارف کرایا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے 1998 میں ڈائریکٹوریٹ آف ڈسٹنس ایجوکیشن (نظامتِ فاصلاتی تعلیم) کے ساتھ کام کا آغاز کیا اور 2004 سے باقاعدہ پروگرام شروع ہوئے، اس کے بعد مختلف شعبہ جات قائم کیے گئے۔

یو جی سی نے ملک میں نظام تعلیم کو مؤثر طور پر منظم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ (ODL) موڈ کے تحت چلنے والے مختلف پروگرام، جو سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) میں چل رہے ہیں، یو جی سی-ڈی ای بی کے منظور شدہ ہیں۔ یو جی سی-ڈی ای بی نے فاصلاتی اور باقاعدہ تعلیم کے نصاب کو ہم آہنگ کرنے پر زور دیا ہے تاکہ فاصلاتی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے معیار کو بہتر بنایا جاسکے۔ چونکہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ایک دُہرے طرز (ڈوئل موڈ) کی یونیورسٹی ہے جو فاصلاتی اور روایتی دونوں طریقۂ تعلیم کی خدمات فراہم کرتی ہے، اس لیے اپنے مقاصد کو یو جی سی-ڈی ای بی کے رہنما خطوط کے مطابق حاصل کرنے کے لیے اس نے چوائس بیسڈ کریڈٹ سسٹم (CBCS) متعارف کرایا گیا جس کا خود اکتسابی مواد (Self Learning Materials) یو جی سی کے قوانین اور کریڈٹ فریم کے مطابق نئے سرے سے تیار کیے جاچکا ہے۔

سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) کل انیس (19) پروگرام پیش کرتا ہے جن میں یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلومہ اور سرٹیفکیٹ پروگرام شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تکنیکی مہارتوں پر مبنی پروگرام بھی شروع کیے جارہے ہیں۔ سی ڈی او ای نے جولائی 2025 سے این ای پی-2020 کے مطابق چار سالہ یو جی پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ بی اے، بی ایس سی اور بی کام کے آنرز پروگراموں کو این سی ایف کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے جس سے طلبہ کو آنرز ڈگری حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ سال 2025-2026 سے ایم بی اے پروگرام او ڈی ایل موڈ میں متعارف کرایا گیا ہے۔

مانو نے طلبہ کی سہولت کے لیے نو ریجنل سنٹرز (بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر) اور چھ سب ریجنل سنٹرز (حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح، وارانسی اور امراؤتی) کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ اس کے علاوہ وجے واڑا میں ایک ایکسٹینشن سنٹر بھی قائم کیا گیا ہے۔ ان ریجنل اور سب ریجنل سنٹروں کے تحت ایک سو پچاس سے زیادہ لرنرز سپورٹ سنٹر (LSCs) اور بیس پروگرام سنٹر بیک وقت چلائے جارہے ہیں تاکہ طلبہ کو تعلیمی اور انتظامی سہولیات فراہم کی جاسکیں۔ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا بھرپور استعمال کرتا ہے اور اپنے تمام پروگراموں میں صرف آن لائن موڈ کے ذریعے ہی داخلے فراہم کرتا ہے۔

طلبہ کے لیے سیلف لرننگ میٹیریل (SLM) کی سوفٹ کاپی سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن کی ویب سائٹ پر دستیاب کرائی جاتی ہیں اور آڈیو و ویڈیو ریکارڈنگ کے لنک بھی ویب سائٹ پر فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ طلبہ کو ای۔میل اور واٹس ایپ گروپ کی سہولت بھی فراہم کی جارہی ہے جن کے ذریعے انہیں پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس رجسٹریشن، اسائنمنٹ، کاؤنسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔ باقاعدہ کاؤنسلنگ کے علاوہ گزشتہ دو برسوں سے طلبہ کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے زائد تدارکی (Remedial) آن لائن کاؤنسلنگ بھی فراہم کی جارہی ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن تعلیمی اور معاشی طور پر پسماندہ آبادی کو عصری تعلیم کے دھارے میں شامل کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔ تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے نئی تعلیمی پالیسی (NEP-2020) کے مطابق مختلف پروگرامز میں تبدیلیاں کی گئی ہیں اور توقع ہے کہ اس سے اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ کے نظام کو مزید مؤثر اور کارآمد بنانے میں مدد ملے گی۔

پروفیسر محمد رضاﷲ خان

ڈائرکٹر، سی ڈی او ای، مانو

کورس کا تعارف

زیر نظر کتاب مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے فاصلاتی نظام تعلیم کے بچوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یہ بی اے (دوسرے سمسٹر) کے ان طلبا کے لئے تیار کی گئی ہے جنہوں نے سماجیات کو بطور اختیاری مضمون منتخب کیا ہے۔ اس کی تیاری میں یو جی سی-ڈی ای بی (UGC-DEB) کے تمام احکامات اور رہنمایانہ اصولوں کو رکھا گیا ہے۔ چوں کہ یہ کتاب فاصلاتی نظام تعلیم کے طالب علموں کے لئے ہے اس لئے اس کی تیاری اور تحریر میں خود اکتسابی مواد کے تحریری ضوابط کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ان اصولوں کو اپنانے کا مقصد طالب علموں کو حتی الامکان اس لائق بنانے کی کوشش ہے کہ وہ از خود کتاب کا مطالعہ کر سکیں، اس کو بہتر انداز میں سمجھ سکیں اور امتحانات میں بہتر کارکردگی کر سکیں۔ اس کتاب کو سمجھنے کے لئے انہیں کسی بھی باہری مدد کی ضرورت بالکل بھی پیش نہ آئے۔

یہ کتاب "ہندوستان کی سماجیات" نامی کورس پر مشتمل ہے۔ یہ ہر اس شخص کے لئے بھی مفید ہو سکتی ہے جو سماجیات کا ابتدائی طالب علم ہے۔ اس کورس کا مقصد طالب علموں کو ہندوستانی سماج کی نوعیت اور اس کی سماجی ساخت سے آگاہ کرنا ہے۔ اس کتاب میں ہندوستانی تکثیریت، تنوع اور مختلف سماجی اداروں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

درج بالا عناوین کا احاطہ کرتے وقت کورس کو چار بلاک میں منقسم کیا گیا ہے۔ ہر بلاک کے تحت چار اکائیاں رکھی گئی ہیں۔ ہر اکائی کے مواد کو چھوٹے چھوٹے ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر اکائی کے تحت خود اکتسابی نتائج، فرہنگ اور اپنی معلومات کی جانچ کے لئے سوالات دیے گئے ہیں تا کہ طالب علم کو سمجھنے میں آسانی ہو اور وہ اپنی معلومات کو ہر اکائی کے متعلق جانچ سکے۔

امید ہے کہ یہ مواد طالب علموں کے لئے مفید ثابت ہو گا، اور ان کی تعلیمی لیاقتوں کو بڑھائے گا۔ اس مواد کے سلسلے میں آپ کی آرا اس کو مزید کارآمد اور معیاری بنانے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ لہذا ان سے ضرور نوازیں۔

ڈاکٹر ملک ریحان احمد

کورس کوآرڈی نیٹر

اکائی 1۔ ہندوستانی سماج: ڈھانچا اور طریق

(Indian Society: Structure and Process)

اکائی کے اجزا

1.0 تمہید

1.1 مقاصد

1.2 سماجی ڈھانچے کا تعارف

1.3 ہندوستان کا سماجی ڈھانچا

1.4 سماجی طریق کا تعارف

1.5 ہندوستانی سماج کے مختلف سماجی طریق

1.6 اکتسابی نتائج

1.7 فرہنگ

1.8 نمونہ امتحانی سوالات

1.0 تمہید (Introduction)

سماجی ڈھانچے سے مراد سماجی اجزا کی ترتیب ہے۔ سماجی ڈھانچے میں انسانی سماج کس طرح ترتیب وار اور منظم طریقے سے بنا ہوا ہے اس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ہر سماج کا اپنا ایک ڈھانچا ہوتا ہے جو بہت ہی خوبصورت اور منظم طریقے سے ترتیب وار سجا ہوا ہوتا ہے۔ اس طرح ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کے ہر سماج کا اپنا ایک ڈھانچا ہے جو منظم اور مربوط طریقے سے اپنے اجزا سے جڑا ہوا ہے۔ اس اکائی میں سماجی ڈھانچے کے تصور پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ساتھ میں سماجی طریق کی تعریف اور مختلف سماجی طریق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مقصد سماجی ڈھانچے کو سمجھنا ہے۔ اس میں سماجی ڈھانچے کی مختلف شکلوں پر بحث کرتے ہوئے مندرجہ ذیل پر خصوصی توجہ دی گئی ہے:

- سماجی ڈھانچے کا تعارف
- سماجی ڈھانچے کا تصور
- سماجی ڈھانچے کی تعریف
- سماجی طریق کی تعریف
- مختلف سماجی طریق

1.2 سماجی ڈھانچے کا تعارف (Introduction to Social Structure)

اگر ہم دنیا کے تخلیق پر غور کریں تو جب سے دنیا قائم ہے تب سے لے کر آج تک ہر سماج کا اپنا ایک ڈھانچا رہا ہے اور اس ڈھانچائی نظام میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے جس کی مختلف وجوہات ہیں۔ اگر ہم کارل مارکس کے تصور " تاریخی مادیت " (Historical Meterialism) پر غور کریں جس میں اس نے قدیم کمیونزم (Primitive Communism) کا ذکر کیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ اس سماج میں کسی طرح کی کوئی درجہ بندی نہیں تھی اور نہ ہی کوئی بھید بھاؤ تھا، تو ہم یہ جانیں گے کہ اس دور کے سماج کا بھی اپنا ایک ڈھانچا تھا اور اس کا ایک خاص منظم فنکشن بھی تھا۔ اسی طرح ہم کارل مارکس کے دوسرے دور " پیداوار کا قدیم طریقہ " (Ancient Mode of Production) پر غور کریں تو اس سماج کا بھی اپنا ایک ڈھانچا تھا اور اس کے اجزا ایک دوسرے سے منظم طریقے سے جڑے ہوئے تھے۔ اسی طرح کارل مارکس کے تیسرے دور " جاگیرداری " (Feudalism) کی بات کریں تو وہاں بھی سماج کا ایک منظم ڈھانچا دکھائی دیتا ہے۔ کارل مارکس کا پیش کردہ چوتھا دور " سرمایہ داری " (Capitalism) پر غور کریں تو اس دور میں سماجی ڈھانچے میں مختلف اور تیز رفتار

تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ وقت کے ساتھ سماجی ڈھانچا وسیع اور پیچیدہ ہوتا گیا۔ سماجی ڈھانچا اور اس کی پیچیدگی کو سمجھنے کے لیے ماہرین سماجیات نے الگ الگ تصور پیش کیے ہیں۔

سماجی ڈھانچا سماج کا ترتیب کردہ نظام ہے۔ اس نظام میں اس کے مختلف اجزا ترتیب وار جڑے ہوئے ہوتے ہیں جسے ہم کسی چیز کے لیے انگریزی میں Systematically Arranged کہتے ہیں۔ اگر انسانی جسم یا انسانی ڈھانچے کی بناوٹ پر غور کیا جائے تو انسانی جسم کے اعضا ایک منظم ترتیب وار طریقے سے بنے ہوئے ہیں اور ہر عضو کا اپنا الگ الگ کام اور فنکشن ہے۔ ہر عضو فنکشن کی بنیاد پر ایک دوسرے سے جڑا اور مربوط ہے۔ اسی طرح ہم کسی مکان کی بناوٹ کو دیکھیں تو وہاں بھی اس کے مختلف اجزا کو ترتیب کے ساتھ ایک دوسرے سے جڑا ہوا پائیں گے۔ تبھی ایک مکان یا Building وجود میں آتی ہے۔

جب سے دنیا قائم ہے تب سے لے کر آج تک جو بھی سماجی نظام اس زمین پر قائم ہے اس کی شکل کو ماہر عمرانیات نے سماجی ڈھانچے سے تعبیر کیا ہے کیوں کہ سماجی نظام ترتیب وار اور مربوط ہے۔ دوسرے لفظوں میں منظم (Systematic) ہے۔ اگر سماجی نظام منظم (Systematic) نہ ہو تو یہ سماج چل ہی نہیں سکتا اور ایسی صورت میں سماجی ترقی کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا۔

کسی بھی ترقی کے لیے چاہے وہ مادی ہو یا غیر مادی اس کے لیے اس کی شکل اور ڈھانچے کا ہونا لازمی ہے۔ اگر انسان کی خلقت پر غور کریں تو صاف معلوم ہو گا کہ اس کا بھی بہترین ڈھانچا ہے۔ جسم کے اندر مختلف اعضا کا مختلف کام ہے جو بہت اچھے طریقے سے بٹا ہوا ہے۔ سب اپنی ذمے داریوں کو بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ سارے اعضا کے ایک ساتھ کام کرنے سے ہی انسانی زندگی میں حرکت رہتی ہے۔ اگر جسم کے اندر کا ایک بھی عضو کام کرنا بند کر دے تو انسان بے چین اور پریشان ہو جاتا ہے۔ جسم کے اندر کچھ مخصوص اعضا ایسے ہیں جو اگر کام کرنا بند کر دیں تو انسانی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً دل، گردہ وغیرہ۔ جسم کے اندر ہر عضو کا اپنا ایک مخصوص رول ہے، ان میں سب برابر کی اہمیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح سماجی نظام کے اندر ہر شخص کے اوپر الگ الگ طرح کی ذمے داریاں ہیں۔ ہر شخص اپنی ذمے داری کو انجام دیتا ہے۔ سماجی ذمے داریاں افراد کے اوپر منظم (Systematic) طریقے سے بٹی ہوئی ہے۔ اس باہمی ربط کو سماجی ڈھانچا کہتے ہیں۔ لفظ سماجی ڈھانچا سنتے ہی ہمارے ذہن میں ایک تصویر بنتی ہے وہ ہے "سماج کی بناوٹ" جس میں انسانی رشتوں کو نبھایا جاتا ہے جہاں انسان تعلقات کی بنیاد پر ایک دوسرے سے جڑا ہوتا ہے۔ یہ تعلقات قوم در قوم، خاندان در خاندان، ملک در ملک، مذہب در مذہب اور زبان در زبان مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ رشتے اور تعلقات ایسے ہوتے ہیں جو پوری دنیا میں ایک جیسے پائے جاتے ہیں۔ پوری دنیا کے انسانی رشتوں کی بناوٹ کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ ان رشتوں کے مختلف ہونے کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں جو جگہ ملک، مذہب اور زبان کی وجہ سے بدلتی رہتی ہے۔ ان رشتوں کا مطالعہ کرنے سے پہلے ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ سماجی ڈھانچا کیا ہے اور اسے ماہر عمرانیات نے کس طرح سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

کسی بھی چیز کا ترتیب وار بنا ہوا ہونا ڈھانچا کہلاتا ہے (Systematic arrangement of any thing is called

structure) اگر کوئی چیز ترتیب وار نہیں ہے تو وہ ڈھانچا نہیں کہلائے گا۔ ڈھانچے کے لیے شرط ہے کہ وہ ترتیب وار بنا ہوا ہو۔ انسانی سماج بھی ترتیب وار ہوتا ہے۔ اس میں لوگ ایک دوسرے سے رشتے کی بنیاد پر جُڑے ہوئے ہوتے ہیں جیسے باپ اور بیٹے کا رشتہ جہاں باپ اور بیٹے کا مختلف کردار ہے اور ایک دوسرے کے لیے محبت ہے۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا اور پوری دنیا میں تقریباً ایک ہی طرح نبھایا جاتا ہے۔ سماجی ڈھانچا بنیادی طور پر ایک سماجی حقیقت ہے جو انسان کی ذاتی زندگی کو موثر بناتی ہے۔

لفظ ڈھانچا(Structure) کے اصل معنی عمارت کی تعمیر ہے (The Word Structure Means Originally, the Construction of a Building) دوسری عالمی جنگ کے بعد لفظ سماجی ڈھانچا ماہر سماجیات اور ماہر انسانیات کے درمیان کافی مقبول اور مشہور ہوا، یہاں تک کہ ماہر سماجیات اور انسانیات اس لفظ کا استعمال کسی بھی سماجی ترتیب وار اور منظم بناوٹ کے لیے استعمال کرنے لگے۔ سماجی ڈھانچے کے تصور میں تین بڑے خیالات کافی اہمیت رکھتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ ڈھانچائی فنکشنل اسکول(Structural Functional School)

2۔ ساختیاتی یا ڈھانچائی اسکول(Structualist School)

3۔ مارکسی اسکول(Marxist School)

سماجیات میں سماجی ڈھانچے کو سمجھنے اور اس کی تشریح کے لیے مختلف نقطہ نظر کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں ایک طریقہ ڈھانچائی فنکشنل طریقہ ہے۔اس میں سماجی ڈھانچے کا تصور بنیادی مانا جاتا ہے۔اس سے ملحق تمام ہی تصورات سماجی ڈھانچے کے اردگرد گھومتے ہیں۔ ڈھانچائی۔ فنکشنل نقطہ نظر کے اہم ماہرین مندرجہ ذیل ہیں۔

ہربرٹ اسپنسر(Herbert Spencer)

ہربرٹ اسپنسر کا شمار ان ماہرین سماجیات میں ہوتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے لفظ سماجی ڈھانچا کا استعمال کیا۔ اسپنسر حیاتیاتی مشابہت(Biological Analogy) سے بہت متاثر تھا۔اس نے سماج اور حیاتیات (Organism)، سماجی ارتقا (Social Evolution) اور حیاتیاتی ارتقا(Biological Evolution) کا مطالعہ کیا۔ ان سب کے باوجود بھی ہربرٹ اسپنسر لفظ سماجی ڈھانچے کو بہت اچھی طرح واضح نہیں کر سکا۔

ہربرٹ اسپنسر کے مطابق سماج کے بہت سارے اجزا ہوتے ہیں اور سماج ان سے مل کر بنا ہوتا ہے۔ سماج میں استحکام اور نظم وضبط کو بنائے رکھنے کے لیے سارے ہی اجزا کو مل کر ایک ترتیب وار طریقے سے کام کرنا ہوتا ہے۔ اس کو اسپنسر نے حیاتیات سے تعبیر کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ جس طرح حیاتیات کے سارے اجزا اور اعضا مل کر اپنی اپنی ذمے داریوں کو بخوبی انجام دیتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ حیاتیاتی جسم میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہے اور جسم اندرونی اور باہری دونوں تبدیلیوں کا تجربہ کرتا رہتا ہے، بالکل اسی طرح سماج بھی سماجی تبدیلیوں کے تقاضے اور دباؤ کا تجربہ کرتا ہے اور سماجی تبدیلی کے ساتھ سماج چلتا رہتا ہے۔ اسپنسر نے سماجی ڈھانچے کے تصور کا تعارف کرایا، لیکن اس کو

مزید آگے نہیں بڑھا سکا۔ سماجیاتی مطالعے سے متعلق ہربرٹ اسپنسر کے بہت سارے نظریات مقبولیت حاصل نہیں کر سکے، مگر اس کا پیش کردہ تصور "سماجی ڈھانچا" نے کافی ترقی کی اور مقبولیت حاصل کی ہے اور سماجیاتی مطالعے میں اس تصور کی کافی اہمیت ہے۔

ایمائل درکھائم (Emile Durkhaim)

درکھائم نے اپنے مطالعے میں براہ راست سماجی ڈھانچے کے بارے میں بات نہیں کی ہے مگر اس کی کچھ تحریریں ایسی ہیں جن میں اس نے سماجی ڈھانچے کو سمجھانے کی کوشش کی ہے اور سماجی ڈھانچے کا ذکر کیا ہے۔ یعنی سماجی ڈھانچا درکھائم کے کچھ تحریروں میں مضمر ہے جس کی اس نے تفصیل سے وضاحت نہیں کی ہے۔ درکھائم نے سماجی مطالعے کے لیے Natural Science کے طریقہ کار بالخصوص حیاتیات (Biology) کے طریقہ کار کو اپنایا ہے۔

درکھائم کے مطابق سماجی استحکام (Social Order) انسانی سماج کا ایک اخلاقی پہلو ہے، اس استحکام کو بنائے رکھنے کے لیے انسان اپنی پوری صلاحیت لگا دیتا ہے۔ درکھائم کے بقول سبھی سماجی تعلقات میں کس سے کیسے ملنا ہے، کس طرح بات چیت کرنی ہے، اور کس طرح رشتوں کو زندہ رکھا جا سکتا ہے اور اس کی کیا ترتیب ہو، اس کا ایک منظم نظام سماج میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ سماجی تعلقات کو بڑھاوا دینے اور اس کو بچائے رکھنے میں انسان حقیقت کی طرف دیکھتا ہے۔ اس کا تجزیہ کرتا ہے، اس کے بارے میں سونچتا ہے اور ویسا ہی کردار سماج میں پیش کرتا ہے۔

درکھائم کے مطالعے "Collective Consciousness" پر غور کیا جائے تو وہاں ہمیں یہ صاف دیکھنے کو ملتا ہے کہ درکھائم نے یہاں پر سماجی ڈھانچے (Social Structure) کا ذکر کیا ہے۔ مگر سماجی ڈھانچے کے تصور پر بہت وضاحت سے بات نہیں کی ہے۔ ہربرٹ اسپنسر کی طرح درکھائم نے بھی اس تصور پر بہت وضاحت سے بات نہیں کی ہے۔ درکھائم کے مطابق سماج کو فرد پر برتری حاصل ہے، اور سماج لوگوں کے حرکتوں پر نظر رکھتا ہے۔ لوگوں پر جبر اور دباؤ بھی ڈالتا ہے یہاں تک کہ سماجی ڈھانچا افراد کی حرکتوں کو محدود کر دیتا ہے۔ افراد جو کچھ بھی کرنا چاہتا ہے سماج انہیں اپنے قائم کیے ہوئے حدود سے باہر جانے نہیں دیتا، یہاں تک کہ بعض مواقع پر پابندی بھی عائد کرتا ہے۔

ریڈ کلف براؤن (Redcliff Brown)

ریڈ کلف براؤن نے سماجی ڈھانچے کو درکھائم اور اسپنسر سے کہیں زیادہ واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ریڈ کلف براؤن کے مطابق سماجی ڈھانچا بہت سارے چھوٹے چھوٹے اجزا کے ترتیب وار ملنے سے بنتا ہے۔ سارے اجزا کے ملنے کے بعد ایک اتحاد قائم ہوتا ہے جو ڈھانچائی شکل میں نظر آتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں سماجی ڈھانچا لوگوں کا ایک دوسرے سے تعلق کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ترتیب وار ملنا جلنا ہے یہ آپسی ملنا جلنا اور لین دین ایک ادارے کی شکل اختیار کرتا ہے جو بہت سارے قاعدہ و قوانین کے ذریعے ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔

ریڈ کلف براؤن نے سماجی ڈھانچے کو ادارے کی شکل میں کافی واضح طور پر بیان کیا ہے مثلاً بادشاہ اور اس کے عوام کے بیچ کا رشتہ، شوہر اور بیوی کے درمیان کا رشتہ وغیرہ کو ادارے کے طور پر بیان کیا ہے اور اس کا یہ بھی ماننا ہے کہ سماج کے اندر جو رشتہ ہے وہ ایک سلسلے وار اور بہت ساری ہدایات سے جڑا ہوا ہے جس پر سماج کے ہر فرد کو سختی سے چلنا پڑتا ہے۔ سماجی گائڈ لائن کی پیروی کرنے پر بعض مواقع پر سماج اسے انعام سے نوازتا ہے اور بعض مواقع پر سماجی گائڈلائن (Social Guidelines) کی پیروی نہیں کرنے پر فرد کی اصلاح کے لیے سزا بھی تجویز کرتا ہے مثلاً کسی معاشرے میں کچھ فرد شراب اور نشہ کرنے لگیں تو ایسے مواقع پر سماج معاشرے کو بگڑنے اور تبدیل ہونے سے بچانے کے لیے ان افراد کو سزا دیتا ہے۔

ریڈ کلف براؤن کے مطابق رشتہ فرد کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھتا ہے اور سماج میں افراد کے خاص مقام کو بیان کرتا ہے۔ مثلاً رشتے دار سماج میں رشتہ کی بنیاد پر بہت سارے مقام حاصل کرتے ہیں مثلاً رشتے کے نظام میں آج کوئی شخص کسی کا ماموں اور چچا ہے تو کل کو کسی کا دادا اور نانا بھی ہو گا۔

ریڈ کلف کے مطابق شادی کے ذریعے دو خاندان سماجی اور معاشی طور پر ایک دوسرے سے جڑتے ہیں اور دونوں خاندان کے درمیان ایک نئے طرح کا رشتہ قائم ہوتا ہے اور اس رشتہ کے نظام کو قرابت داری کا ڈھانچا (Kinship Structure) کہا جاتا ہے۔ ہر ملک، مذہب، قوم اور نسل میں قرابت داری کا ڈھانچا (Kinship Structure) ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ دوسری طرف ریڈ کلف براؤن کا یہ بھی کہنا ہے کہ انسان سماجی رشتوں میں ایک دوسرے سے بہت ہی پیچیدہ نیٹ ورک کے ذریعے جڑا ہوا ہے (Human beings are connected by a complex network of social relations).

اسی سماجی رشتوں کے پیچیدہ نیٹ ورک کو ریڈ کلف براؤن نے سماجی ڈھانچے (Social Structure) سے تعبیر کیا ہے۔ ریڈ کلف براؤن کا یہ ماننا ہے کہ سماجی ڈھانچے کے اجزا افراد ہیں اور فرد انسان ہے نہ کہ حیاتیات (Organism)، اور انسان سماجی ڈھانچے میں ایک مقام رکھتا ہے۔

(The components of social structure are persons, and a person is a humanbeing considered not as an organism but as occupying position in a social structure).

ریڈ کلف براؤن سماجی ڈھانچے کو اتنا ہی اصل مانتا ہے جتنا انفرادی حیاتیات (Individual Organism) کو، اس کا کہنا ہے کہ سماجی ڈھانچا اور انسانی حیاتیات (Human Organism) دونوں غیر معمولی تبدیلیوں کا شکار ہوتا ہیں۔ اس کے باوجود بھی یہ مستحکم (Stable) رہتا ہے۔ سماجی ڈھانچا اور انسانی حیاتیات دونوں کے اعضا میں بڑھنے اور ختم ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جیسا کہ انسانی حیاتیات میں اس کے اعضا بچپن سے جوانی کی طرف بڑھتے ہیں اور اس کا زوال بڑھاپا آتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سماجی ڈھانچے میں نئے افراد کی شمولیت ہوتی ہے اور پرانا خود بخود اپنی جگہ سے ہٹتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً ایک طرف بچوں کی پیدائش ہوتی ہے تو دوسری طرف بوڑھے

لوگ دنیا سے رخصت ہوتے رہتے ہیں۔یعنی ایک طرف سماج میں نئے افراد آتے رہتے ہیں تو دوسری طرف لوگوں کا سماج سے جانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اس طرح کے مستقل بدلاؤ کے باوجود ڈھانچے کی بنیادی خصوصیات (Features) مستحکم رہتی ہے۔الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سماجی ڈھانچے کا فنکشنل پہلو ہمیشہ تبدیلی کا شکار رہتا ہے اور سماجی ڈھانچے کا باہری فریم ورک (Outer Framework) مستحکم رہتا ہے۔

کلاڈلیواسٹراس(Claude Levi-Strauss)

کلاڈلیواسٹراس ایک فرانسیسی مفکر ہے جس کا شمار اسٹرکچرلسٹ اسکول کے بڑے ماہرین میں ہوتا ہے۔جس نے سماجی ڈھانچے کی بالکل مختلف تعریف بیان کی ہے۔اس کے مطابق سماجی ڈھانچے کا تجرباتی حقائق سے لینا دینا نہیں ہے۔مگر ان کو ماڈلز کے ذریعے سمجھنا چاہیے جو اس کے بعد تعمیر ہوتا ہے۔

(Social structure has nothing to do with empirical reality but it should deal with models which are built after it).

اسٹراس کو ساختیاتی انسانیات (Structural Anthropology) کا بانی مانا جاتا ہے۔1972 میں اسٹراس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام Structuralism and Ecology ہے جس میں اس نے واضح کیا کہ زبان کی طرح ثقافت بھی پوشیدہ اصولوں پر مشتمل ہے جو اس کے ماننے والوں کے طرزِ عمل میں نظر آتی ہے۔

(Claude Levi-Strauss: Proposed that culture like language is composed of hidden rules that govern the behaviour of its practitioners).

اسٹراس کے مطابق ثقافت ایک مکمل نظام ہے۔اگر اس کا تجزیہ ڈھانچائی نظام کے طور پر کیا جائے تو ہمیں ان کے اجزا کے درمیان تعلقات (Relations) دکھائی دیتے ہیں اور ان تعلقات کی بنا پر ثقافت زندہ رہتی ہے، اور ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

لوئی ڈوموں(Louis Dumont)

لوئی ڈوموں کے مطالعہ "ہندوستان میں ذاتی نظام" پر غور کیا جائے تو ہمیں یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ لوئی ڈوموں نے اپنے مطالعے میں یہ ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان میں ذاتی نظام درجہ بندی (Hierarchy) کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہے اس کا یہ بھی ماننا ہے کہ درجہ بندی کا اصول ذات پات کے نظام کا بنیادی مرکز ہے اور یہ مساوات (برابری) کے اصولوں سے پوری طرح متضاد ہے۔

لوئی ڈوموں کا ماننا ہے کہ ذات پات کے نظام میں فرد، آزادی اور مساوات (Equality) کو بہت کم اہمیت دی جاتی ہے۔انسانی تقاضا ہے کہ فرد، آزادی اور مساوات کو اہمیت ملنی چاہیے۔لوئی ڈوموں نے اہمیت نہ ملنے کی تین وجوہ بتائیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہے۔

i. وراثت(Heredity)

ii. درجہ بندی(Hierarchy)

iii. اینڈوگیمی(Endogamy)

کلاڈلیوی اسٹر اس کی طرح لوئی ڈوموں نے بھی Structualist Approach کو واضح کرنے کے لیے قرابت داری نظام (Kinship System)کا استعمال کیا ہے۔

کارل مارکس(Karl Marx)

جب ہم کارل مارکس کے نظریات سماجی ڈھانچے پر غور کرتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ مارکس کے نظریات Structural Functionalists کے استعمال کردہ Organic Analogy کے خامی سے آزاد ہے جو خامی Organic Analogy میں دیکھنے کو ملتی ہے وہ کارل مارکس کے پیش کردہ سماجی ڈھانچے میں نہیں ہے۔

کارل مارکس نے لکھا ہے کہ کسی بھی سماج میں پیداوار کی شکل اور تنظیم معاشی ڈھانچا(Economic Structure) کو تشکیل دیتا ہے۔ کارل مارکس نے اپنے مطالعے میں لفظ ڈھانچا کا استعمال عمارت اور تعمیر کے معنی میں کیا ہے۔اس نے ڈھانچا لفظ کا استعمال حیاتیاتی (Biological) معنی میں نہیں کیا ہے۔کارل مارکس کا یہ بھی ماننا ہے کہ کسی بھی سماج کا بنیادی ڈھانچا معاشی(Economic) یامادی چیزوں (Material) پر ہوتا ہے اور یہی ڈھانچا باقی سماجی زندگی پر اثر انداز (Influence) ہوتا ہے۔مارکس نے سماج کے ڈھانچے کو دو بڑے کلاسوں(Proletatriate) اور(Bourgeoisie) کے درمیان تعلق کی بنیاد پر دیکھا ہے اور ان دونوں طبقوں کے درمیان جو جدوجہد ہے اس جدوجہد کو کارل مارکس نے ڈھانچے میں تبدیلی کا انجن قرار دیا ہے۔ مارکس نے جن دو طبقوں کا ذکر کیا ہے ان میں پہلا طبقہ Bourgeoisie کا ہے جسے ہم سرمایہ دار (Capitalist) بھی کہتے ہیں۔جو ذریعہ پیداوار کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ طبقہ مالی اعتبار سے کافی طاقتور ہوتا ہے۔یہ خوش حال زندگی گزارتا ہے مگر ان کی تعداد دوسرے طبقے کے مقابلے میں مقابلہ کم ہوتی ہے۔

دوسرا طبقہ Proletariate کا ہے جسے ہم Working Class بھی کہتے ہیں جن کی تعداد سرمایہ داروں کے مقابلہ زیادہ ہوتی ہے یہ طبقہ پہلے طبقے کے مقابلے میں غریب ہوتا ہے۔مزدور طبقہ (Working Class) ہمیشہ سرمایہ داروں کے ظلم کا شکار ہوتا ہے۔ جس مقدار میں مزدور طبقے(Proletariate) کی جسمانی اور دماغی صلاحیت چیزوں کی پیداوار میں استعمال ہوتی ہے اس حساب سے اس طبقے کو ان کا بدلا نہیں ملتا بلکہ زیادہ فائدہ سرمایہ دار اٹھاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان دونوں طبقوں کے درمیان ہمیشہ آپسی جدوجہد جاری رہتی ہے۔ کارل مارکس کے مطابق ان دونوں طبقوں کے درمیان کا جو تعلق ہے وہ مالی لین دین پر مبنی ہے اور یہ ایک خاص طرح کا نظام ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ ادارتی نظام مثلاً فیملی، مذہب، تعلیم اور رشتے داری سے الگ ہے۔مارکس نے جس طبقے کا ذکر کیا ہے اس کا اپناڈھانچا ہے جو مال کے لین دین پر مبنی ہے۔ جتنے بھی مارکسسٹ(Marxist) ماہر سماجیات ہیں خواہ وہ ہندوستانی ہوں یا دوسرے ممالک کے سب کلاس کے تصور(Concept

(of Class) کو ڈھانچائی نظام کے تحت پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ لہٰذا سماجی ڈھانچے کا مطالعہ مذکورہ تینوں اسکول کے نزدیک کافی اہمیت رکھتا ہے۔

کارل مانہیم (Karl Manheim)

کارل مانہیم کے مطابق سماجی ڈھانچا سماجی طاقتوں کے آپسی میل جول کا ایک جال ہے جس سے بہت سارے مشاہدے اور سوچنے کے مختلف طریقہ کار کو ترقی ملتی ہے۔

ایم جینبرگ کے مطابق سماجی ڈھانچے کا مطالعہ سماجی تنظیم کی بنیادی اشکال یعنی گروہ، انجمنوں، تنظیموں، اور ان کی ساری پیچیدہ چیزیں جو سماج کی تعمیر کرتی ہیں، ہے۔

(Social structure is concerned with the principal forms of social organization i.e. types of groups associations and institutions and the complex of these which constitute societies.)

میکائیور کے مطابق سماجی ڈھانچا اکائیوں میں تقسیم نہیں ہے بلکہ یہ مختلف اکائیوں جیسے خاندان، گروہ، طبقہ، ذات، درجہ، صوبہ وغیرہ کی ملی جلی شکل ہے۔ اس مشترکہ ڈھانچے کو ہی سماجی ڈھانچا کہا گیا ہے۔ اس لیے سماجی ڈھانچے کے تجزیے میں ان تمام اکائیوں کا ہونا بے حد اہم اور ضروری ہے۔

ہیری ایم جانسن (Harry M. Johnson)

ہیری ایم جانسن کے مطابق کسی بھی چیز کا ڈھانچا اس کے اجزا کے مابین نسبتاً مستحکم باہمی تعلقات پر ہوتا ہے۔

(According to Harry M. Johnson: The structure of anything consists of the relatively stable inter-relationship among its parts)

یہاں پر جانسن نے لفظ Part استعمال کیا ہے جو اپنے آپ میں مستحکم (Stable) ہوتا ہے۔ جانسن کے مطابق ڈھانچا اپنے آپ میں مستحکم پیٹرن ہے جو اجزا کے آپس میں ملنے سے وجود میں آتا ہے۔

ایس ایف نڈال (S. F. Nadal)

ایس ایف نڈال کے مطابق سماجی ڈھانچا "مجموعی طور پر ایک نظام ہے۔ رشتوں کا ایک جال ہے یا ایک ترتیب ہے جس کو تجزیہ کار افراد کے اعمال ٹھوس مشاہداتی اعمال سے اخذ کرتا ہے۔"

(Social structure, according to Nadel is "An overall system, network or pattern" of relations, which the analyst abstracts from the concretely observable actions of individuals)

نیٹ ورک سے نڈال کی مراد ایسی قرابت داری ہے جو آپسی تعلقات اور آپسی تبادلہ خیال کے ذریعے ایک دوسرے سے جڑے

ہوئے ہوں۔ نڈال کا خیال ہے کہ رول کو سماجی نظریہ کا مرکز تصور کرنا چاہیے۔ سماجی ڈھانچا کرداروں (Roles) کا ڈھانچا ہے اور بہت سارے کردار مل کر کرداروں کا ایک مجموعہ (Role sets) بناتے ہیں اور یہ ایک دوسرے پر منحصر ہوتے ہیں۔ نڈال کا یہ بھی ماننا ہے کہ ڈھانچا اجزا کے ترتیب کی طرف اشارہ کرتا ہے جو قابل نقل و حرکت (Transportable) ہوتا ہے۔

ریمنڈ فرتھ (Raymond Firth)

ریمنڈ فرتھ کے مطابق کمیونٹی کا ڈھانچا اور تنظیم کمیونٹی زندگی کو باقی رکھنے کے لیے کچھ ضروری اجزا ہیں جو نہایت ضروری ہیں۔ کمیونٹی کی سماجی وجود کے لیے جو اجزا اپنے اندر رکھتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

I. سماجی کنٹرول (Social Control)

II. سماجی سیدھ (Social Alignment)

III. سماجی میڈیا (Social Media)

IV. سماجی معیارات (Social Standards)

(According to Raymond Firth: The structure and organization of the community life possess certain constituents which are essential for social existence within a community. These constituents are Social Alignment, social media, Social Control, Social Standards)

ریمنڈ فرتھ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر ہم ڈھانچے کے پہلو کو تنظیم کے پہلو سے دیکھتے ہیں تو وہاں ایک نظام نظر آتا ہے اور تنظیم کو ڈھانچے کے پہلو سے دیکھتے ہیں تو وہاں بھی ایک ڈھانچا نظر آتا ہے۔ اس کا یہ بھی ماننا ہے کہ تنظیم کے اندر جو رشتے ہوتے ہیں ان کے اندر انتخاب (Choice) اور فیصلہ (Decision) ہوتا ہے جو اختیاری ہوتا ہے۔ مگر ڈھانچے کے اندر کا رشتہ بہت بنیادی ہوتا ہے۔

انتھونی گڈین (Anthony Giddens)

انتھونی گیڈین نے Structuration Theory پیش کی جس میں اس نے کہا ہے کہ ڈھانچا اپنے آپ میں دو طرفہ ہوتا ہے۔ یعنی ایک طرف تو یہ سماجی نظام کو اپنانے کا ذریعہ ہے اور دوسری طرف یہ انہیں کی پیداوار بھی ہے۔ اس طرح سماجی ڈھانچا لوگوں کے عمل کو ایک شکل دیتا ہے۔ لیکن یہ سارا عمل سماجی نظام (Social System) کی تشکیل کرتا ہے۔

(Anthony Giddens has proposed a theory of structuration, which states that structure are themselves dual, that is they are both the medium and the outcome of the practices which constitute social system, thus structure shapes peoples practices, but there practices constitute and reproduce social system)

فریڈ ایگن (Fred Eggan)

فریڈ ایگن ایک امریکی ماہر انسانیات (Anthropologist) ہے جس نے سماجی ڈھانچے سے متعلق بیان کیا ہے کہ سماجی ڈھانچا کا جزیا اکائیاں ان رشتوں کے اطراف ہوتے ہیں جو حیثیت اور عہدہ کی شکل میں انسان حاصل کرتا ہے اور وہ سماجی ڈھانچے کا حصہ بن جاتی ہیں۔

(He describes that the component or units of social structure are around the interpersonal relations which become part of the social structure in the form of status positions occupied by individuals)

1.3 ہندوستان کا سماجی ڈھانچہ (Social Structure of India)

ذات پات کا نظام

یہ سماجی کرداروں اور پیشوں پر مبنی ایک قدیم نظام ہے، اس کا تعلق ہندوستانی سماج کی روایتی معیشت اور سماجی درجہ بندی سے ہے۔ ذات پر مبنی سماجی درجہ بندی بندی نوعیت کی ہے۔ لہذا اس کے تحت سماجی نقل پذیری کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔ ہندوستانی مذہبی روایات اس طرح کے سماجی ڈھانچوں کی توثیق کرتے ہیں اور انہیں تقویت بخشتے ہیں۔

ذات پات کا یہ نظام لوگوں کے سماجی تعامل یعنی شادی بیاہ، کھان پان کا طریقہ، رسم ورواج، مختلف تہواروں سے متعلق رسومات اور سماجی حیثیت کا تعین بھی کرتے ہیں۔ سماجی وسائل تک رسائی بھی انہیں سے متعین ہوتی ہے۔ غرضیکہ پوری انسانی زندگی پر اس کا بہت اثر ہوتا ہے۔

طبقاتی ڈھانچہ

ہندوستان ایک زرعی ملک ہے۔ اس کی بیشتر آبادی پیشے کے اعتبار سے بلواسطہ یابلاواسطہ زراعت سے منسلک ہے۔ زراعت یا کاشت کی جانے والی زمینوں سے لوگوں کے رشتے ان کے طبقاتی حیثیت کا تعین کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو زمینوں کے مالکین ہیں روایتی طبقاتی نظام میں وہ سب سے اوپر مانے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح کھیت میں کام کرنے والے مزدور سب سے نچلے طبقے میں مانے جاتے ہیں۔ درمیانی طبقات میں وہ ہنر مند ذاتیں آتی ہیں جو کھیتوں کو ٹھیکے پر لے کر خود زراعت کرتے ہیں۔

بہرحال اس روایتی نظام میں معاشی لبرلائزیشن اور تعلیمی وسائل میں اضافے سے کافی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ لوگوں کو درمیانی طبقاتی نظام سے اپنے آپ کو الگ کرنے کے مواقع ملے ہیں اور لوگ زرعی کاموں کو چھوڑ کر دوسرے کاموں کی طرف تیزی سے آئے ہیں۔

قبائلی کمیونٹی

ہندوستان میں ایک خاص طبقہ قبائلی سماج کا بھی ہے۔ یہ وہ سماج ہے جو اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھنا پسند کرتا ہے۔ معاشی اور ذات کے اعتبار سے بھی یہ طبقہ اپنے آپ کو الگ رکھتا ہے۔ ان کی زندگی، کھانے پینے کے طریقے، شادی بیاہ کے رسومات، مذہبی رسومات وغیرہ بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مختلف قبائل پائے جاتے ہیں۔ یہ قبائل آپس میں یکساں نہیں ہوتے ہیں بلکہ یہ سب کے سب آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ بڑھتی آبادی، ٹیکنالوجی کے وسائل اور بیرونی سماجی تعامل نے ان کی زندگی پر بھی اثر ڈالا ہے۔

مشترکہ خاندان

مشترکہ خاندانی نظام ہندوستانی سماجی کی ایک خصوصیت ہے۔ اس نظام کے تحت کئی خاندان ایک ساتھ رہتے ہیں۔ یہ مانا جاتا ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام زرعی معیشت کے لئے کافی کارگر ہوتا ہے۔ اس نظام کے تحت کئی خاندان اور کئی نسلیں ایک ساتھ رہتی ہیں۔ سب ایک ساتھ کھاتے ہیں اور مل جل کر کام کرتے ہیں۔ سب ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں۔

سماجی تبدیلیوں کے تحت اس نظام میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ جدیدیت، تعلیمی مواقع اور معاشی نظام میں تبدیلی کے نتیجے میں لوگوں کی مکانی نقل پذیری اس کی خاص وجہ مانی جاتی ہے۔ ہندوستان میں ایک بڑی تعداد دیہاتوں سے شہروں کی طرف آئی اور مشترکہ خاندانی نظام ابتدائی خاندانی نظام میں تبدیل ہو گیا۔

تنوع

ہندوستان میں بہت سے مذاہب جیسے کہ ہندومت، اسلام، عیسائیت، سکھ مت، جین مت پائے جاتے ہیں۔ ان سب کے اثرات سماجی اصولوں، تہواروں اور فرقہ وارانہ زندگی پر پڑتا ہے۔ علاقائی زبانوں، کھان پان، لباس اور رسم و رواج میں تنوع ایک متحرک ثقافتی تانے بانے پیدا کرتا ہے جو سماجی تعاملات اور شناخت کو تشکیل دیتا ہے۔

ہندوستان کی اکثریت آج بھی دیہی علاقے میں رہتی ہے۔ ان کی معیشت زراعت پر مبنی ہے اور ان کے آپسی تعلقات بہت ذاتی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس ہندوستان کا شہری علاقہ انفرادیت پسند ہے۔ اس کی معیشت زرعی نہیں ہے، بلکہ صنعت پر مبنی ہے۔ ان کے آپسی تعلقات ذاتی نہیں بلکہ رسمی ہوتے ہیں۔

1.4 سماجی طریق کا تعارف

سماجیات میں سماجی طریق (Social Processes) ان سرگرمیوں کے نمونے (Patterns) اور طریقوں کو بیان کرنے کے لیے استعمال

ہوتا ہے جن کے ذریعے لوگ، ادارے، اور گروہ آپس میں تعلق رکھتے ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس میں تسلسل (Continuity) پایا جاتا ہے۔ یہ سماج کے ارتقاء اور ڈھانچے کی رہنمائی کرتے ہیں، اور معاشرتی وجود کے لیے عمارت کے بلاکس بن جاتے ہیں، جو اقدار، روایات، کرداروں اور اداروں کی تشکیل کرتے ہیں۔

سماجی طریق افراد کے درمیان تعاملات اور معاشرے کے اندر وقت کے ساتھ ہونے والی طویل مدتی تبدیلیوں دونوں کو شامل کرتا ہے۔ یہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ سماج کس طرح نظم برقرار رکھتے ہیں، تنازعات کو حل کرتے ہیں اور نئے چیلنجز کے مطابق ڈھالتے ہیں۔

1.5 ہندوستانی سماج کے مختلف سماجی طریق

اب ہم سماجی طریق کے بارے میں سوشیالوجی میں ایک جامع تفہیم فراہم کرتا ہے۔ یہاں اہم نکات کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے:

1۔ سماج کاری (Socialization)

سوشیلائزیشن وہ عمل ہے جس کے ذریعے افراد اپنے معاشرتی اقدار، معیارات اور رویے سیکھتے ہیں، جو ان کی شناخت کو تشکیل دیتے ہیں اور ثقافت کی تسلسل کو یقینی بناتے ہیں۔

- **پرائمری سوشیلائزیشن** بچپن میں خاندان کے اندر ہوتی ہے، جبکہ **سیکنڈری سوشیلائزیشن** دیگر اداروں جیسے اسکولوں اور دوستوں کے گروپوں کے ذریعے ہوتی ہے۔
- **سوشیلائزیشن کے ایجنٹس** میں خاندان، اسکول، دوست، میڈیا، اور مذہبی ادارے شامل ہیں۔
- سوشیلائزیشن کے ذریعے افراد اپنے آپ کی تصور اور سماجی کردار کو ترقی دیتے ہیں۔

2۔ سماجی تعامل (Social Interaction)

سماجی تعامل وہ عمل ہے جس کے ذریعے افراد اپنے ارد گرد کے لوگوں کے ساتھ عمل اور رد عمل کرتے ہیں۔ یہ معاشرتی تعلقات کی بنیاد ہے۔

- سماجی تعامل کی اقسام میں شامل ہیں :

تعاون : مشترکہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے افراد یا گروپوں کا مل کر کام کرنا۔

تنازع : افراد یا گروپوں کے درمیان مقابلہ یا اختلاف، جو عموماً سماجی تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔

مقابلہ : وسائل، حیثیت یا طاقت کے لئے افراد یا گروپوں کا آپس میں مقابلہ۔

موافقت : تنازع یا مقابلہ کی صورت میں ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لیے افراد یا گروپوں کا اپنے رویوں کو ایڈجسٹ کرنا۔

علامتی تعاملیت (Symbolic Interactionism) ایک نظریہ ہے جو انسانی تعاملات میں علامات اور زبان کی اہمیت پر زور دیتی ہے، جس کے ذریعے افراد تعاملات کے ذریعے معانی تیار کرتے ہیں، اور یہ معانی ان کے رویوں اور دنیا کے بارے میں تصورات کو متاثر کرتے ہیں۔

3۔ سماجی کنٹرول(Social Control)

سماجی کنٹرول ان میکانزم، حکمت عملیوں اور اداروں کو کہا جاتا ہے جو معاشرے انفرادی اور گروہی رویوں کو منظم کرنے اور نظم وضبط برقرار رکھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

- **رسمی سماجی کنٹرول** وہ ادارے ہیں جو قانونی نظام، حکومت، اسکول اور قانون نافذ کرنے والے اداروں جیسے اداروں کے ذریعے قائم کیے جاتے ہیں۔
- **غیر رسمی سماجی کنٹرول** میں خاندان کی توقعات، دوستوں کا دباؤ اور معاشرتی معیارات شامل ہیں۔

4۔ سماجی تبدیلی(Social Change)

سماجی تبدیلی کا مطلب ہے کہ سماجی ڈھانچے، معیارات، اقدار اور رویوں میں اہم تبدیلیاں آنا۔ یہ تبدیلیاں مختلف عوامل سے پیدا ہو سکتی ہیں جن میں شامل ہیں :

- **ثقافتی تبدیلی**
- **تکنیکی تبدیلی**
- **معاشی تبدیلی**
- **سیاسی تبدیلی**

سماجی تبدیلی کے نظریات میں شامل ہیں :

- **ارتقائی نظریہ** (تدریجی ترقی)
- **تنازع کا نظریہ** (طاقت کی جدوجہد جو تبدیلی کو بڑھاتی ہے)
- **دوری نظریہ** (سماج میں ترقی اور زوال کے متواتر چکر)

5۔ سماجی طبقات(Social Stratification)

سماجی طبقات لوگوں کی ایک درجہ بندی ہوتی ہے جو دولت، حیثیت، تعلیم، پیشے وغیرہ پر مبنی ہوتی ہے۔

سماجی طبقات کی اقسام میں شامل ہیں :

- **معاشی طبقات** :جو آمدنی اور دولت پر مبنی ہیں۔
- **نسلی اور نسلی طبقات** :جو نسلی شناخت کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔
- **جنس کے طبقات** :جو مردوں اور عورتوں کے درمیان وسائل اور طاقت کی غیر مساوی تقسیم پر مبنی ہیں۔

- **ذات کے طبقات** :ایک سخت سماجی درجہ بندی جو پیدائش کی بنیاد پر ہوتی ہے (جیسے بھارت میں)۔
- **سماجی نقل و حرکت (Social Mobility)** کا مطلب ہے افراد یا گروپوں کا سماجی درجہ میں اوپر یا نیچے جانا، جو عموماً تعلیم جیسے عوامل سے متاثر ہوتا ہے۔

6۔ سماجی یکجہتی اور ہم آہنگی(Social Integration and Solidarity)

سماجی یکجہتی وہ درجہ ہے جس پر افراد اپنے معاشرتی رشتہ میں جڑے اور مربوط محسوس کرتے ہیں۔

- **میکینیکل یکجہتی** :روایتی معاشروں میں پائی جاتی ہے جہاں افراد مشترکہ اقدار، عقائد اور تجربات کا اشتراک کرتے ہیں اور محنت کی تقسیم کم ہوتی ہے۔
- **آرگینک یکجہتی** :جدید معاشروں میں پائی جاتی ہے جہاں محنت کی تقسیم زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے اور افراد آپس میں باہمی انحصار رکھتے ہیں۔

.7سماجی تحریکیں(Social Movements)

سماجی تحریکیں وہ منظم کوششیں ہوتی ہیں جو افراد یا گروہ سماجی، سیاسی یا اقتصادی تبدیلی لانے کے لیے کرتے ہیں۔

سماجی تحریکوں کی اقسام میں شامل ہیں :

- **اصلاحی تحریکیں** :معاشرے کے مخصوص پہلوؤں کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتی ہیں بغیر پورے نظام کو بدلنے کے۔
- **انقلابی تحریکیں** :موجودہ سیاسی اور سماجی نظام کو مکمل طور پر تبدیل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔
- **مخالفتی تحریکیں** :ایسی تبدیلیوں کے خلاف مزاحمت کرتی ہیں جو نقصان دہ سمجھی جاتی ہیں۔
- **مذہبی تحریکیں** :افراد یا گروپوں کی روحانی تبدیلی کے ذریعے تبدیلی لانے کی کوشش کرتی ہیں۔
- **متبادل تحریکیں** : مخصوص رویوں یا عمل کو تبدیل کرنے کے لئے چھوٹے گروپوں کی کوشش کرتی ہیں (جیسے ماحولیاتی تحفظ کی تحریکیں)۔

8۔ تنازع اور تعاون(Conflict and Cooperation)

تنازع اور تعاون سماجی طریق کے دو اہم پہلو ہیں جو معاشرتی تبدیلی اور استحکام کو متاثر کرتے ہیں۔

- **تنازع** :جب افراد یا گروہ وسائل، طاقت یا پہچان کے لیے آپس میں مقابلہ کرتے ہیں، تو یہ سماجی تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔
- **تعاون** :تعاون معاشرتی نظم و استحکام کے لئے ضروری ہے کیونکہ لوگ مل کر مشترکہ مقاصد کے لئے کام کرتے ہیں۔
- **ہندوستانی سماج کا طریق**
- دنیا کے تمام سماجوں کی طرح ہندوستانی سماج بھی مختلف سماجی طریق سے گزرتا ہے۔ ہندوستان میں ہمیشہ سے بہت سے لوگ آتے رہے ہیں جو اپنے ساتھ اپنے رہنے سہنے کے طریقوں کو لے کر آئے۔ ان کے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کے طریقے بھی مختلف

تھے۔ان کے افکار یہاں کے اصل باشندوں سے میل نہیں کھاتے تھے۔لہذا باہر سے آنے والوں اور یہاں کے باشندوں کے درمیان مثبت اور منفی دونوں طرح کے تعامل (Interaction) ہوئے اس دوران دونوں گروہوں نے ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھا۔ دونوں میں میل جول بڑھا۔ اس طرح ہندوستانی سماج تطابق، انضمام اور تعاون جیسے سماجی طریق سے گزرا۔

- یہ طریق صرف باہر سے آئے ہوئے لوگوں کی وجہ سے نہیں بلکہ پہلے سے موجود ہندوستانی سماج میں تنوع بھی ان سماجی طریقوں کے لئے ذمہ دار رہی۔اسی طرح باہر سے آئے ہوئے لوگوں اور پہلے سے موجود ہندوستانیوں میں لڑائیاں بھی ہوئے۔ دونوں میں تصادم بھی دیکھنے کو ملا۔ یہ منفی اور مثبت تمام طریق سماج کے ہر مرحلے میں کسی نہ کسی شکل میں پائے جاتے ہیں۔
- ہندوستانی پس منظر میں کچھ مخصوص سماجی طریق بھی پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ سارے لوگ جانتے ہیں ہندوستانی سماج ذات کی بنیاد پر کھڑا ہے۔ ذات کے تئیں سماجی درجہ بندی ہوتی ہے۔لہذا سماج کا ایک گروہ جو اپنے آپ کو درجہ بندی میں نیچے سمجھتا ہے وہ اوپر آنا چاہتا ہے۔ ایسا کرنے کے لئے وہ اوپر کی ذات کے طور طریقے اپناتا ہے۔ اس سماجی طریق کو سنسکرتیانا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ سماجی طریق ہندوستان میں ہی پایا جاتا ہے۔
- ہندوستان روایتی طور سے زرعی سماج ہے۔ یہاں کا سماجی ڈھانچہ زراعت کے اعتبار سے بنا ہوا تھا۔ جدیدیانہ اور صنعتیانہ جیسے سماجی طریق نے بھی یہاں اپنا اثر دکھایا ہے۔انگریزوں کے آنے کے بعد بہت سی تبدیلیاں واقع ہوئی۔ تعلیمی نظام میں جدیدیت نے جگہ بنائی۔انسان کی شخصی اہمیت اجاگر ہوئی۔ بہت سے جدید ادارے وجود میں آئے۔اسی طرح صنعتیانے نے بھی کافی تبدیلی پیدا کی۔ کارخانے لگے۔ مختلف نئے قسم کے روزگار پیدا ہوئے۔ بہت بڑی آبادی نے روایتی پیشوں کو چھوڑ کر نئے پیشے اختیار کئے۔لوگوں کو پیشے چننے کی آزادی ملی۔ان سب کے نتیجے میں نقل پذیری وجود میں آئی۔لوگ دیہات سے شہروں کی طرف آنے لگے۔ شہروں کی آبادی میں اضافہ ہوا۔اسی کو شہریانہ یا شہرکاری کا طریق کہا گیا۔ شہریانے نے شہروں پر دباؤ بنایا۔ انسانی سہولیات جو پہلے سے موجود تھیں وہ کم ہونے لگیں۔اور شہروں میں نئے مسائل پیدا ہونے لگے۔
- عالمگیریت نے بھی ہندوستانی سماج پر اثر ڈالا۔لوگوں کو مختلف نئے طریقوں کے روزگار فراہم ہوئے۔ مختلف لوگوں سے سماجی تعامل بڑھا۔ عورتوں کو نئے اور وافر روزگار ملے۔اس کے نتیجے میں سماج کے بہت سے لوگ اور عورتیں سماجی ترقی کا حصہ بنے۔اور ہندوستان میں نئے مڈل کلاس کا وجود ہوا۔
- ان ساری چیزوں نے ذات کے اثرات کو زائل کیا۔ شادی بیاہ، کھانے پینے، رہنے سہنے کے طریقوں اور خاندانی نظام میں کافی تبدیلیاں ہوئیں۔ اپنی ذات کے اندر شادی کا تصور کمزور ہو گیا۔ کھانے پینے سے متعلق رکاوٹیں ختم ہوئیں۔ خاندانی نظام شخصی پسند بن کر رہ گیا۔

1.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے سے ہم نے سماجی ڈھانچے کے تصور اور اس کے معنی سمجھا۔ نیز مختلف ماہرین سماجیات نے اپنی تحقیقات کی بنیاد پر اس کی جو تعریفیں بیان کی ہیں ان سے بھی واقفیت ہوئی ہے۔ نیز اس اکائی کے مطالعے سے ہمیں سماجی طریق کے معنی اور اس کی مختلف شکلوں کے بارے میں واقفیت ہوئی ہے۔

1.7 فرہنگ (Glossary)

سماجی ڈھانچہ: سماج کا ترتیب کردہ نظام ہے۔اس میں تمام ہی اجزا ترتیب وار جڑے اور باہم مربوط ہوتے ہیں جسے ہم انگریزی میں Systematically Arranged کہتے ہیں اور سب مل کر سماج کی مجموعی استحکام میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

سماجی طریق: سماجی طریق (Social Processes) ان سرگرمیوں کے نمونے (Patterns) اور طریقوں کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کے ذریعے لوگ، ادارے، اور گروہ آپس میں تعلق رکھتے ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس میں تسلسل (Continuity) پایا جاتا ہے۔

1.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا لفظ دوسری عالمی جنگ کے بعد ماہر سماجیات اور انسانیات کے درمیان کافی مقبول رہا؟

(a) سماجی ڈھانچا　　(b) حیاتیاتی مشابہت

(c) حیاتیاتی ارتقا　　(d) حیاتیات

2۔ لفظ سماجی ڈھانچا کا استعمال سب سے پہلے کس ماہر سماجیات نے کیا تھا؟

(a) میکائیور　　(b) جانسنس

(c) ریمنڈ فرتھ　　(d) ہربرٹ اسپنسر

3۔ مندرجہ ذیل میں کس کے مطابق سماجی ترتیب انسانی سماج کا ایک اخلاقی پہلو ہے؟

(a) درکھائم　　(b) میلی نوسکی

(c) کارل مارکس　　(d) ویبر

4۔ مندرجہ ذیل میں سے درکھائم کے کس مطالعے پر غور کیا جائے تو وہاں پر یہ صاف دیکھنے کو ملتا ہے کہ وہاں پر درکھائم نے سماجی ڈھانچے کا ذکر کیا ہے اور اس پر بحث کی ہے؟

(a)Collective Consciousness　　(b)Suicide

(c)Social Fact　　(d)ان میں سے کوئی نہیں

5۔ مندرجہ ذیل میں سے کس ماہر سماجیات نے سماجی ڈھانچے کو درکھائم اور ہربرٹ اسپنسر سے کہیں زیادہ واضح کیا ہے؟

(a)ویبر　　(b)اگست کامٹ

(c)ریڈکلف براؤن　　(d)ان میں سے کوئی نہیں

6۔ مندرجہ ذیل میں سے کس کا قول ہے سماجی ڈھانچا بہت سارے چھوٹے چھوٹے اجزا کے ترتیب وار ملنے سے ہی بنتا ہے؟

(a)اگست کومٹ　　(b)میکس ویبر

(c)گارفنکل　　(d)ریڈکلف براؤن

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1۔ سماجی ڈھانچا کیا ہے؟ مثال دیتے ہوئے اس پر نوٹ لکھیے۔

2۔ سماجی ڈھانچا کی تعریف بیان کیجئے۔

3۔ سماجی طریق کی تعریف بیان کیجئے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1۔ کوئی دو سماجی طریق کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

2۔ سماجی ڈھانچا کے تصور کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

اکائی 2۔ سماجی اور ثقافتی کثرت

(Social and Cultural Diversity)

اکائی کے اجزا

2.0 تمہید

2.1 مقاصد

2.2 کثرت کے معنی

2.3 سماجی و ثقافتی کثرت

2.4 کثرت کی مختلف قسمیں

2.5 اکتسابی نتائج

2.6 فرہنگ

2.7 نمونہ امتحانی سوالات

2.0 تمہید (Introduction)

یہ اکائی ہندوستانی سماج کی اہم خصوصیت میں کثرت کے تصور سے متعلق ہے۔ اس اکائی میں ہم اس کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اس اکائی میں ہم ہندوستان میں کثرت کے معنی اور سماجی و ثقافتی کثرت کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف شکلوں جیسے نسل، زبان اور مذہب کی کثرت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کثرت کے معنی کو سمجھ سکیں۔
- سماجی و ثقافتی کثرت کو جان سکیں۔
- کثرت کی مختلف قسموں کو سمجھ پائیں۔

2.2 کثرت کے معنی (Meaning of Diversity)

لفظ کثرت (Diversity) وحدت کی ضد ہے۔ ایک جانب وحدت کے معنی یکجہتی یا انضمام کے ہیں جبکہ دوسری جانب کثرت یا diversity کے معنی اختلاف یا فرق کے ہوتے ہیں لیکن ایک ماہر سماجیات کے لیے اس کا مفہوم اختلاف یا فرق سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے معنی اجتماعی اختلافات یا فرق کے ہوتے ہیں یعنی ایک گروہ کے لوگوں کا دوسرے گروہ کے لوگوں سے فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ امتیازات حیاتیاتی، مذہبی، لسانی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ حیاتیاتی فرق کی وجہ سے نسلی تنوع ظاہر ہوتا ہے۔ مذہبی اختلافات کی بنیاد پر مذہبی فرق واضح ہوتا ہے۔ آسان لفظوں میں کثرت سے مراد مختلف قسم کا اجتماعی فرق ہے۔ ہندوستانی سماج میں مختلف قسم کی نسلیں، مختلف مذاہب، بے شمار زبانیں اور ذاتیں اور کئی قسم کی ثقافت پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ہندوستان کو سماجی اور ثقافتی تنوع کی وجہ سے جانا جاتا ہے۔

2.3 سماجی و ثقافتی کثرت

ہندوستان کی ثقافت یکساں نہیں ہے بلکہ یہ متنوع روایات، رسموں اور طریقوں کا ایک زندہ اور رنگین امتزاج ہے:

تہوار : ہندوستان مختلف مذہبی اور ثقافتی تہواروں کا جشن مناتا ہے، جو اس کی کثیر السانی سماج کو ظاہر کرتے ہیں۔ اہم ہندو تہواروں میں دیوالی، ہولی، درگا پوجا اور نوراتری شامل ہیں۔ مسلمانوں کا عید، عیسائیوں کا کرسمس اور ایسٹر، سکھوں کا گرونانک جینتی اور بدھ مت کے پیروکاروں کا بدھ جینتی شامل ہیں۔ ملک میں قومی تہوار بھی منائے جاتے ہیں جیسے یوم آزادی اور یوم جمہوریہ وغیرہ۔

فن اور فن تعمیر :ہندوستان میں فنون، موسیقی، رقص اور فن تعمیر کی ایک شاندار روایت ہے۔ کلاسیکی رقص کی اقسام جیسے بھرتناتیم، کتھک، اوڈیسی، کتھکلی اور منی پوری مختلف علاقوں میں کی جاتی ہیں۔ موسیقی کے اقسام میں ہندوستانی کلاسیکی کے ساتھ ساتھ روایتی اور جدید موسیقی شامل ہیں۔ ہندوستان اپنے منفرد فن تعمیر کے لیے بھی مشہور ہے، جیسے تاج محل، قطب مینار اور قدیم مندر جو اس کے ثقافتی ورثے کی عکاسی کرتے ہیں۔

کھانا :ہندوستانی کھانا اپنے مسالوں، چاول، گندم اور دالوں کے استعمال کے لیے مشہور ہے۔ مختلف علاقوں میں خاص قسم کی پکوان بنائی جاتی ہیں۔ شمالی ہندوستان میں بریانی، نان اور بٹر چکن جیسے کھانے مشہور ہیں۔ جنوبی ہندوستان میں ڈوسا، اڈلی اور سمبر کا استعمال زیادہ ہے۔ ہندوستان میں سبزی خور غذا کی ایک شاندار روایت ہے، خاص طور پر ریاست گجرات، راجستھان اور جنوبی ہندوستان میں۔

لباس :روایتی لباس مختلف علاقوں میں مختلف ہوتا ہے۔ شمالی ہندوستان میں مرد عموماً کرتا پاجامہ یا شیروانی پہنتے ہیں، جبکہ خواتین ساڑھی یا سالوار قمیض پہنتی ہیں۔ جنوبی ہندوستان میں مرد عام طور پر لنگی یا دھوتی پہنتے ہیں اور خواتین اکثر مختلف انداز میں ساڑھیاں پہننے کی روایات رکھتی ہیں۔

سماجی تقسیم

ہندوستانی سماج قدیم زمانے سے ایک درجہ بندی کے ڈھانچے میں تقسیم ہے، جس میں سب سے نمایاں نظام ذات (کاسٹ سسٹم) ہے۔ اگرچہ اس کا قانونی طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے، پھر بھی کچھ سماج میں اس کا وجود برقرار ہے۔

ذات کا نظام :روایتی طور پر، معاشرہ چار اہم ذاتوں (ورنا) میں تقسیم تھا: برہمن (پجاری اور علما)، کشتریہ (سپہ سالار اور حکمران)، ویشیہ (تاجران اور کسان) اور شودر (محنت کش)۔ ان کے نیچے ایک طبقہ تھا جسے دلت (جو پہلے "اچھوت" کہلاتے تھے) کہا جاتا تھا، جو شدید امتیاز کا شکار تھے۔ ذات کا انظام اگرچہ قانونی طور سے ختم کر دیا گیا ہے، لیکن سماجی زندگی میں اس کے اثرات موجود ہیں۔

جنس کی ذمہ داریاں :ہندوستان میں روایتی طور پر، جنس کی ذمہ داریاں واضح طور پر تقسیم کی گئی تھیں، جہاں عورتوں سے گھریلو کام کی توقع کی جاتی تھی، جبکہ مرد عوامی اور اقتصادی شعبوں میں حصہ لیتے تھے۔ تاہم، پچھلے چند دہائیوں میں خواتین نے تعلیم، سیاست اور ورک فورس میں نمایاں ترقی کی ہے۔ اہم خواتین رہنما، جیسے اندرا گاندھی، جو پہلی خاتون وزیر اعظم تھیں، اور متعدد خواتین ریاستی سربراہان، یہ ثابت کرتے ہیں کہ خواتین عوامی زندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

قبائلی اور مقامی کمیونٹی

ہندوستان میں قبائلی یا مقامی لوگوں کی بڑی تعداد موجود ہے، جو ملک کے دیہی، جنگلاتی اور پہاڑی علاقوں میں رہتے ہیں۔ ان کی اپنی زبانیں، ثقافتیں اور روایات ہیں اور وہ عموماً مظاہر پرستانہ (animistic) عقائد رکھتے ہیں۔ کئی قبائلی کمیونٹی اب بھی روایتی دستکاری، شکار اور زراعت کے طریقوں کو اپناتی ہیں۔ یہ کمیونٹی ہندوستانی ثقافت کے تنوع میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، حالانکہ انہیں پسماندگی اور ترقی کے چیلنجز کا سامنا ہے۔

علاقائی کثرت

ہندوستان مختلف علاقوں میں تقسیم ہے، ہر علاقے کی اپنی زبان، رسم، کھانے پینے کی عادات اور طرز زندگی ہے۔

شمالی ہندوستان : اس کی تاریخ، جیسے مغل سلطنت کا اثر، اور ہندی زبان اور ثقافت پر اس کا اثر نمایاں ہے۔

جنوبی ہندوستان : یہ دراوڑی زبانوں، مندروں، کلاسیکی موسیقی اور مخصوص پکوان کے لیے جانا جاتا ہے۔

مغربی ہندوستان : گجرات کی ریاست، جو منفرد پکوان، نوراتری جیسے تہواروں اور کاروباری ثقافت کے لیے مشہور ہے۔

مشرقی ہندوستان : چائے کے باغات، بنگالی ثقافت اور فن کے لیے معروف ہے۔

شمال مشرقی ہندوستان : یہ علاقہ مختلف قبائلی ثقافتوں کا گھر ہے اور اس پر جنوب مشرقی ایشیا کے اثرات ہیں۔

شہری بمقابلہ دیہی کثرت

ہندوستان میں شہری اور دیہی ثقافتوں میں نمایاں فرق ہے۔ شہری مراکز جیسے ممبئی، دہلی، بنگلور اور کولکاتہ کثیر ثقافتی اور مختلف ثقافتوں کا امتزاج پیش کرتے ہیں، جبکہ دیہی ہندوستان میں عموماً روایتی طرز زندگی پائی جاتی ہے، جہاں لوگ قدیم رسومات اور روایات پر عمل پیرا ہیں۔

2.4 کثرت کی مختلف قسمیں (Different Types of Diversity)

ہندوستان ایک قوس قزح کی طرح ہے جس میں مختلف ثقافتوں، زبانوں، مذاہب اور ذاتوں کے لوگ مل جل کر رہتے ہیں۔ ان تفریقات کی بنیاد پر نسلی، لسانی، مذہبی اور ذات پر مبنی تنوع پایا جاتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نسلی کثرت (Racial Diversity)

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف قسم کی نسلیں پائی جاتی ہیں۔ نسل افراد کا ایک ایسا گروہ ہے جن کی منفرد جسمانی خصوصیات ہوتی ہیں جیسے جلد کا رنگ، ناک کی بناوٹ، بالوں کی ساخت وغیرہ۔ گنسبرگ اور ہوبل کے مطابق نسل افراد کا ایک ایسا گروہ ہے جس میں محدود اور مشترک موروثی خصوصیات کے حامل افراد ہوتے ہیں جو ان کو دوسرے گروہوں سے علاحدہ کرتے ہیں۔ ہربرٹ رسلے کے مطابق ہندوستان میں 1891ء کی مردم شماری کے سوپروائزر نے ہندوستان کے لوگوں کو مندرجہ ذیل سات نسلی زمروں میں تقسیم کیا ہے۔

(1) ترک۔ایرانی

(2) ہند۔آریائی

(3) سیتھو۔دراویڈی

(4) آریا۔دراویڈی

(5) منگول۔دراویڈی

(6) منگول۔ نما

(7) دراویڈی

یہ سات نسلی گروہوں کو تین بنیادی گروہوں تک محدود کر دیا گیا ہے یعنی ہند۔ آریائی، منگولیائی اور دراویڈی۔ اس کے خیال میں آخری دو قسمیں یعنی منگول نما اور دراویڈی قبائلی ہندوستان کے نسلی تنظیم کا ایک حصہ ہیں۔ مندرجہ بالا زمرہ بندی پر کئی مصنفوں نے تنقید کی ہے کیوں کہ ان تمام زمروں کی بنیاد جسمانی خصوصیات کے بجائے زبان کو بنایا گیا ہے۔ جے۔ ایچ۔ ہٹن (J.H.Hutton)، ڈی۔ این۔ مجمدار (D.N.Majumdar) اور بی۔ ایس۔ گوہا (B.S.Guha) جیسے کئی ماہرین انسانیات اور انتظامی عہدیداروں نے ہندوستانی لوگوں کی نسلی زمرہ بندی کی ہے جو تحقیقات پر مبنی ہے۔ ہٹن اور گوہا کی زمرہ بندی 1931 کی مردم شماری کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ بی ایس گوہا (1952) نے چھ اہم نسلی قسموں کے ساتھ 9 ذیلی قسموں کی بھی نشاندہی کی ہے۔

(1) نیگریٹو (The Negrito)

(2) ابتدائی آسٹریلیائی نما (The Proto – Australoid)

(3) منگول نما (The Mongoloid)

(1) قدیم منگول نما (Palaleo – Mongolid)

(a) لمبوترے سر والے (Long Headed)

(b) چوڑے سر والے (Broad Headed)

(4) رومی نسل (The Mediterranen)

(a) قدیم رومی (Palaleo – Mediterranen)

(b) رومی (Mediterranen)

(c) مشرقی قسم (Oriental Type)

(5) غربی گول سر والے (The Western Brachycephals)

(a) الپائی نما (The Alpenoid)

(b) دیناری (The Dinaric)

(c) آرمونی نما (The Armenoid)

(6) نارڈی (Nordic)

نیگریٹو : پہلے نسلی گروہ تھے جو ہندوستان آئے تھے۔ وہ کیرالا کے پہاڑی علاقوں اور انڈومان جزائر میں بس گئے تھے۔ ان کا رنگ کالا تھا۔ گھنگریالے بال اور موٹے ہونٹ ہوتے تھے۔ ہندوستان میں جنوبی ہند کے کادار، ارلا اور پانیان قبائیل منفرد نیگریٹو خصوصیات کے حامل ہیں۔

ابتدائی آسٹریلیائی نما(Proto – astraloid): اس نسل کے لوگ نیگریٹو کے بعد یہاں آئے تھے۔ ان کا تعلق آسٹریلیائی قبائیل سے ہے۔ یہ لوگ وسطی ہندوستان میں راج محل کی پہاڑیوں سے لیکر آراولی تک مقیم ہوگئے تھے۔ اس گروہ سے تعلق رکھنے والے قبائیل میں سنتھال، بھیل، گونڈ، منڈا، اوراون وغیرہ شامل ہیں۔ جسمانی اعتبار سے یہ لوگ نیگریٹو سے کئی اعتبار سے الگ ہیں۔ ان کے بال اونی کے بجائے لمبے اور موٹے ہوتے ہیں۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ رومی نسل سے رابطے میں تھے اور انہوں نے سندھ وادی کی تہذیب تشکیل دی۔ موہن جوداڑو اور ہڑپا کی کھدائی میں ان کی باقیات پائی گئیں۔ اس گروہ کے نمائندوں میں جاپان کے آئینو، سری لنکا کے ویدا اور ملیشیاء کے ساکائی شامل ہیں۔ وسطی ہندوستان کے قبائل بھی اسی زمرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سنگا بھوتی اور بہار کے ہو قبائل اور رودیا سلسلہ کے بھیل قابل ذکر ہیں۔

منگول نما : منگول نما ایشیاء کی ایک اہم نسل ہے جس میں مشرقی اور شمالی ایشیاء کے لوگ شامل ہیں۔ مثال کے طور پر چینی، جاپانی، برمی، اسکیمو اور بیشتر امریکی ہندوستانی بھی اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ منگولیائی لوگوں کی ہلکی پیلی جلد، پست قد، نسبتاً بڑا سر، آدھی کھلی آنکھیں، ہموار چہرہ اور چوڑی ناک ہوتی ہے۔ ہندوستان میں شمال مشرقی علاقوں کے غربی گول سر والے قبائیلوں کا تعلق منگول نما نسل سے ہے۔ ہندوستان میں ان کو دو شاخوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(1) **قدیم منگول نما**: منگول نما نسلوں میں یہ اوّلین نسل ہے جو ہندوستان آئی تھی۔ یہ لوگ ہمالیہ کے سرحدی علاقوں میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ یہ لوگ اکثر آسام اور اس سے متصل علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

(2) **تبتی منگول نما** : یہ لوگ تبت سے آئے اور بھوٹان، سکم، شمال مغربی اور شمالیائی علاقوں میں بس گئے۔ اس کے علاوہ لداخ اور بالتستان میں بھی رہائش پذیر ہوگئے۔

رومی نسلوں کا تعلق کاکشیائی قسم سے ہے۔ ان کی جسمانی خصوصیات میں اوسط یا پست قد، پتلا جسم، لمبا سر (سیفالک انڈیکس) کے ساتھ۔ سیفالک انڈیکس یا سر کا اشاریہ شہری پیائش کا وہ معیار ہوتا ہے جس میں کھوپڑی کی لمبائی، چوڑائی کی نسبت سے قائم کی جاتی ہے۔ یہ سر کا اشاریہ 75 سے کم ہوتا ہے۔ ان کی رنگت سانولی ہوتی ہے۔ ہندوستان میں یہ لوگ تین گروہوں میں منقسم ہیں۔

(1)**قدیم رومی نسلیں**: یہ اولین باشندے تھے جو ہندوستان آئے تھے۔ یہ درمیانی قد، سیاہ رنگت اور مضبوط جسم کے حامل تھے۔ شاید انہیں لوگوں نے شمال مغربی ہندوستان میں کاشت کاری کی ابتدا کی تھی۔ اس کے بعد آنے والے گروہ کو وسطی اور جنوبی ہندوستان کی طرف جانا پڑا۔ اس وقت قدیم رومی نسلیں اپنے دیگر ذیلی گروہوں کے ساتھ جنوبی ہندوستان اور شمالی ہندوستان کی بڑی آبادی میں شامل ہیں۔

(2)**رومی نسلیں**: یہ لوگ ہندوستان بعد میں آئے۔ ان لوگوں نے ابتدائی آسٹریلیاء نما افراد کے ساتھ مل کر وادی سندھ کی تہذیب کو فروغ دیا اور 2500–1500 قبل مسیح کے دوران کانسے کی تہذیب کی ابتداء کی۔ اس کے بعد شمال مغرب سے آنے والے گروہ نے ان کو سندھ وادی سے نکال کر گنگا کی وادی اور وندھیا کے جنوب کی جانب بھجوادیا۔ آج شمالی ہندوستان کی نچلی ذاتوں کی بڑی آبادی اسی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔

(3)**مشرقی رومی**: یہ لوگ ہندوستان کو تاخیر سے آئے۔ ان لوگوں کی زیادہ تر آبادی پاکستان اور پنجاب کے شمال مغربی سرحدی علاقوں میں

واقع ہے۔ان کی بڑی آبادی پاکستان (سندھ)،راجستھان اور مغربی اتر پردیش میں پائی جاتی ہے۔
غربی گول سر والے: غربی گول سر والے مندرجہ ذیل تین گروہوں میں منقسم ہیں۔

(1) الپانی نما: الپانیوں کی جسمانی خصوصیات میں چوڑا سر،اوسط قد اور صاف جلدی رنگت شامل ہے۔ ان لوگوں کا تعلق گجرات کے بانیا ذاتوں اور بنگال کے کائستھ طبقے سے ہے۔

(2) دیناری: ان لوگوں کا چوڑا سر، طویل قامت اور سیاہ رنگت ہوتی ہے۔ ان کا تعلق بنگال کے برہمن اور کرناٹک کے غیر برہمن طبقے سے ہے۔

(3) آرمنی نما: ان کی جسمانی خصوصیات بھی دیناریوں کی طرح ہوتی ہیں۔ آرمینیاؤں کے سر کے پیچھے نمایاں نشان ہوتا ہے اور نمایاں ناک ہوتی ہے۔ ممبئی کے پارسیوں میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

نارڈی نسلوں کی جسمانی خصوصیات میں طویل قد، لمبا سر، صاف جلدی رنگت اور نیلی آنکھیں شامل ہیں۔ یہ لوگ یوروپ جیسے اسکانڈیناوین ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں اس نسل کے لوگ شمال کے مختلف علاقوں خاص طور پر پنجاب اور راجپوتانہ میں پائے جاتے ہیں۔ چھترال کے کھو، ریڈ کافرس، کھتاش اس نسل کے نمائندہ افراد ہیں۔ تحقیقات کے مطابق نارڈی شمال سے آئے تھے۔ لگتا ہے کہ یہ لوگ جنوب مشرقی روس اور جنوب مغربی سائبیریا سے وسطی ایشیا ہوتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئے۔

لسانی کثرت (Linguistic Diversity)

کئی اعتبار سے ہندوستانی لسانی ترتیب منفرد نوعیت کی رہی ہے۔ کیا کوئی کالی داس (سنسکرت)، سبر امنیا بھارتی (تامل)، رویندرا بھارتی (بنگالی)، میرابائی (راجستھانی)، لا لیشوری (کشمیری) اور مرزا غالب (اردو) اور کئی مختلف زبانوں کے مشہور ناموں کے بغیر ہندوستانی ورثے کی جھلک کا کوئی تصور کر سکتا ہے؟۔

ملک میں زندگی کے مختلف شعبوں کی جانب سے کسی بھی زبان کی تنسیخ کرنا یا ترک کرنا مناسب قدم نہیں ہے۔ ایک راجستھانی کہاوت کے مطابق "بارہ کوس بولی پلٹے،بن پھل پلٹے پکان، برس اٹھارہ جبان پلٹے، لکھان نہیں پلٹے لکھان" یعنی ہر چوبیس میل کے فاصلہ پر بولی تبدیلی ہوتی ہے۔ پکنے پر پھل تبدیل ہو جاتا ہے۔ چھتیس برس کی عمر کے بعد نوجوان کی جسامت بدل جاتی ہے لیکن فرد کا عام رجحان کئی کوششوں کے باوجود بھی نہیں تبدیل ہوتا۔ مختلف زبانوں اور بولیوں سے واقفیت ایک فرد یا سماج کے اظہار خیال کو تقویت بخشتی ہے۔ ہر زبان کی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر اردو کی نرمی، فرد کے روح کو متاثر کرتی ہے۔ راجستھانی زبان ایک نئی قسم کی دلکشی کو جنم دیتی ہے جب ایک زبان کو دوسری زبانوں پر فوقیت دلانے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس کی وجہ سے مقامی زبانوں کی تخلیقی صلاحیت متاثر ہوئی ہے اور عام لوگوں کو مایوسی ہوئی ہے۔

ہندوستان میں مختلف گروہوں کی جانب سے 200 سے زائد زبانیں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے آدھی زبانیں ہر دس ہزار سے کم لوگ بولتے ہیں۔ 23 زبانیں بولنے والے لوگ جملہ آبادی کے 97 فیصد ہیں۔ ان میں سے 22 زبانوں کو دستور کے آٹھویں شیڈول میں شامل

کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی آبادی جن زبانوں کا استعمال کرتی ہے ان کو چار لسانی خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) **آسٹریک خاندان(نیشاد)**

(2) دراویڑی خاندان(دراویڑ)

(3) سیتو تبتی خاندان(کیرات)

(4) ہند۔یوروپی خاندان(آریائی)

آریائی زبانیں بولنے والوں کی تعداد 73 فیصد ہے جیسے پنجابی، سندھی، مراٹھی، راجستھانی، گجراتی، ہندی، اردو، بنگالی، میتھلی وغیرہ۔ دراویڑی زبان والے لوگوں کی تعداد تقریباً23 فیصد ہے جیسے تلگو، تامل، کنٹر، ملیالم، گونڈی وغیرہ۔ آسٹریک زبانیں بولنے والے 1.38 فیصد ہیں اور اس زبان کے بولنے والے لوگ وسطی ہندوستان کی قبائلی پٹی میں رہتے ہیں جن میں سنتھال، منڈا، ہو، کراکو وغیرہ جیسے قبائلی شامل ہیں اور سینو۔ تبتی زبان بولنے والوں کی آبادی 0.85 فیصد ہے اور یہ لوگ شمال مشرقی قبائلوں پر مشتمل ہیں۔

مذہبی کثرت (Religious Diversity)

ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے جہاں لوگوں کو اپنی پسند کے مذہب پر عمل آوری کی اجازت دی جاتی ہے۔ ملک کے دستور کے مطابق مذہبی آزادی کے حق کو بنیادی حق قرار دیا گیا ہے جہاں لوگوں کو اپنے پسندیدہ مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کی اجازت دی گئی ہے۔ مذہبی رواداری ہندوستانی سیکولرزم کی بنیاد ہے۔ ہندوستان میں مذہبی تکثیریت کے نظریہ کا انحصار اس عقیدہ پر ہے کہ تمام مذاہب اچھے ہیں اور تمام مذاہب کا ایک ہی مقصد ہے وہ ہے خالق کا احساس اور ادراک۔

ہندوستان دنیا کے بڑے مذاہب جیسے ہندومت، اسلام، عیسائیت، بدھ مت، جین مت، سکھ مت وغیرہ کا مسکن رہا ہے۔ برسوں سے مختلف مذاہب اور عقائد کے ساتھ لوگوں کی نقل پذیری کی وجہ سے ہندوستان میں مذہبی تکثیریت کو فروغ حاصل ہوا۔ ہندوستان میں برسوں سے جاری کئی مذہبی تحریکیں اور اصلاحات نے کئی مسلکوں اور فرقوں کو جنم دیا جیسے وشنومت، صوفی ازم، بہائی وغیرہ۔ ہندوستان کئی قبائل کا گہوارہ رہ چکا ہے جن کا مذہب، روح پرستی رہا ہے۔ مذہبی عقائد کا تنوع، رواداری، باہمی احترام اور بقائے باہم ہندوستانی سماج کی اہم خصوصیات ہیں۔ ذیل میں 2011ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستانی مذاہب سے متعلق مواد فراہم کیا گیا ہے۔ اس ملک کے اہم مذاہب مندرجہ ذیل ہے۔

ہندومت (Hinduisim)

ہندومت یا ہندو مذہب ہندوستان کا سب سے بڑا مذہب ہے جس کے ماننے والوں کی آبادی 80 فیصد سے زائد ہے۔ ہندومت کے اصولوں کی تشریح آسان نہیں ہے کیوں کہ یہ نظریاتی تشریحات اور عملی اظہارات کے اعتبار سے بہت ہی متنوع مذہب ہے۔ اس کا کوئی متعین مذہبی خصوصیات کا سیٹ موجود نہیں ہے۔ دیگر مذاہب کے بانیوں کی طرح ہندومت کا کوئی مخصوص بانی نہیں ہے اور نہ ہی روحانی رہنمائی کے لیے اس کی کوئی مخصوص مقدس کتاب بھی موجود نہیں ہے۔ دوسری جانب ہندومت میں کئی دیوی دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی

ہے۔ بعض لوگ حقیقی صداقت کے حصول کا درس دیتے ہیں اور بعض بغیر کسی شکل کے سچائی کی تلاش میں سر کردہ رہتے ہیں۔ بعض لوگ ارواح، درخت، جانور، چٹانوں، پہاڑوں، دریاؤں، نہروں اور دیگر قدرتی نشانیوں جیسے سورج اور چاند کی پوجا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض لوگ اجسام فلکی یعنی بجلی، بارش، ہوا وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں۔ ہندو مذہب کی ایک خصوصیت مختلف قسم کے تہوار منانا اور رسومات کی ادائیگی ہے۔ ہندو عقائد میں خالق اعلیٰ اور محافظ اور غارتگر کا وجود ہے۔ اس کے علاوہ آتما یا روح کا تصور بھی ہے جو پیدائش اور موت کی دسترس سے باہر ہے اور دوبارہ جنم، کرما پھل، گناہ اور نیکی کا تصور بھی موجود ہے۔ ہندوؤں کے لیے وید، پُرآن، شاستر، اپنشد، مہابھارت، رامائن اور بھگوت گیتا مقدس مذہبی کتابیں ہیں۔

اسلام (Islam)

اسلام عرب سے ہندوستان میں ساتویں صدی عیسوئی میں تاجروں کے ذریعے داخل ہوا۔ اسلام کے ماننے والوں کو مسلمان کہتے ہیں جو ایک خدا یعنی وحدانیت پر یقین رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے سارے اعمال، ان کی سرگرمیاں مذہبی حدود میں ہی انجام پاتی ہیں۔ ہر مسلمان پانچ ارا کین میں یقین رکھتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔ ایک خدا کا تصور (توحید)، معینہ اوقات میں عبادت (نماز)، روز، زکوۃ اور حج کے لیے مکہ کا سفر۔ مسلمان اپنی مقدس آسمانی کتاب قرآن پاک پر یقین کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ یہ اللہ کا کلام ہے جو پیغمبر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوا تھا جو ایک فرشتہ ہیں۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی آبادی میں مسلمان 14.2 فیصد ہیں۔ مسلکی لحاظ سے مسلمان بڑے گروہ شیعہ اور سنی میں منقسم ہیں۔

عیسائیت (Christianity)

عیسائیت کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ مذہب ہندوستان میں مختلف مراحل میں آیا ہے۔ سیریائی عیسائی روایت کے مطابق اپوسٹل تھامس (Apostle Thomas) جو حضرت عیسی علیہ السلام کے 12 حقیقی شاگردوں میں سے تھا وہ 52 عیسوی میں ہندوستان آیا تھا اور کیرالا کے آس پاس کے علاقوں میں مقیم ہو گیا تھا۔ نو آبادیت کے ابتدائی مراحل میں عیسائی مشنریز کی آمد سے ہندوستان میں عیسائیت کو فروغ حاصل ہوا۔ عیسائی مبلغین نے عیسائیت کی تعلیمات کو عام کیا۔ خاص طور پر دور افتادہ پسماندہ قبائلی اور دیگر گروہوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی۔ عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام پر یقین رکھتے ہیں۔ پڑوسیوں سے محبت اور خدمت کی تلقین کرتے ہیں۔ بائبل ان کی مقدس کتاب ہے۔ عیسائیوں کی تعداد ہندوستان میں کل آبادی کا 2.3 فیصد ہے۔ یہ دو بڑے گروہ پروٹسٹنٹ اور کیتھولک میں منقسم ہیں۔

سکھ مت (Sikhisim)

سکھ مت کی ابتداء 16 ویں صدی عیسوی میں پنجاب کے علاقہ میں ہوئی اور یہ مذہب موجودہ ہندوستان اور پاکستان میں پھیل گیا۔ سکھ مت کے بانی گرونانک دیو تھے جو ایک سماجی اور مذہبی اصلاح کار تھے۔ سکھ مت دراصل ایک مذہبی تحریک تھی۔ یہ ذات پات سے متعلق ہندو مذہب میں پھیلی ہوئی برائیوں کے خلاف اصلاحی تحریک تھی۔ سکھ مت میں گرو ہوتے ہیں جن کی استاد، پیر یا سنت کی طرح

پرستش کی جاتی ہے۔ سکھ مت وحدانیت پر زور دیتا ہے۔ گرو گرنتھ صاحب سکھوں کی مقدس کتاب ہے۔ گروؤں کی تعلیمات کو اس میں درج کیا گیا ہے اور اس کو آخرت تک کا آخری گرو سمجھا جاتا ہے۔ سکھوں کی عبادت گاہ کو گردوارہ کہتے ہیں۔ پنجاب کے امرتسر کی گولڈن ٹمپل کو سکھوں کے آستانوں میں سب سے زیادہ مقدس مانا جاتا ہے۔ گرو گوبند سنگھ نے ایک نئی سکھ برادری تشکیل دی جسے خالصہ کہا جاتا ہے یعنی اخلاص والے لوگ۔ اس نئی برادری کے ارکان کو پانچ اعتقادی اشیاء پہننے یا رکھنے کی ہدایت دی جاتی ہے جن کو پانچ "K" کہتے ہیں۔ کیش (غیر تراشیدہ بال)، کنگھا (بالوں کے لیے چوبی برش)، کڑا (دھاتی بر سلیٹ)، کچھا (ایک قسم کا زیر جامہ) اور کرپان (خنجر)۔ مردوں کے نام کے ساتھ سنگھ (شیر) آتا ہے اور خواتین کے نام کے ساتھ کور جوڑا جاتا ہے یعنی شہزادی۔

جین مت (Jainism)

جین مت بھی ایک مذہبی تحریک اور ایک علاحدہ مذہبی روایت کے طور پر چھٹویں صدی قبل مسیح میں وجود میں آیا جو ہندو مت میں موجود بدعنوان تشریحات کے خلاف تھا۔ جین مذہبی فلسفہ کی بنیاد اس عقیدہ پر مبنی ہے کہ دنیاوی خواہشات کو خود پر قابو پاتے ہوئے صحیح برتاؤ، صحیح عقیدہ اور صحیح معلومات کے ذریعے مسترد کیا جاسکتا ہے۔ جین اپنی زندگی میں مندرجہ ذیل پانچ اعمال پر عمل پیرا ہوتے ہیں جیسے عدم تشدد، صداقت، وفاداری، جنسی پاکیزگی اور مالی منفعت سے دوری۔ روزہ اور کفایت شعاری تزکیہ نفس کے لیے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ جین چوبیس تھیر تنکاراؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ ماڈی دنیا سے اور روحانی دنیا میں داخل ہوئے ہیں اور غلامی سے آزادی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ پہلے تھیر تنکار وشبھ تھے اور چوبیسویں تھیر تنکار مہاویر ہیں۔ جین مت کے دو فرقے ہیں۔ سیوا تامبر اور دیگامبر۔ تیسرا فرقہ استھانک واسی کہلاتا ہے جو بہت ہی غیر معروف فرقہ ہے۔

بدھ مت (Buddhisim)

بدھ مت بھی اسی دور میں وجود میں آیا جب جین مت فروغ پا رہا تھا۔ گوتم بدھ کی تعلیمات کے ساتھ بدھ مت چھٹویں صدی قبل مسیح میں ظہور پذیر ہوا۔ بدھ مت کے پیرو تین نظریات پر یقین رکھتے ہیں یعنی بدھ۔ روشن خیال استاد، دھما۔ استاد کی تعلیمات اور سنگھا دھما کا پیرو۔ بدھ مت کے فلسفہ کے مطابق زندگی میں تکالیف ہیں اور ان تکالیف کی وجہ خواہشات ہیں جن سے علاحدگی کے ذریعے تکالیف کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ ایک آٹھ رخی راستہ ہے جسے اشٹھانگ مارگ کہتے ہیں۔ یہ آٹھ اصولوں پر مشتمل ہے۔ بدھ مت کے حامی اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مصیبتوں سے نجات پاتے ہیں۔ ان میں صحیح نقطہ نظر، بلند حوصلہ، صحیح گفتگو، صحیح عمل، حلال روزگار، صحیح کوشش، صحیح فکر، صحیح عمل اور مراقبہ شامل ہیں۔ اس آٹھ رخی راستہ پر عمل پیرا ہونے سے نروان حاصل ہوتا ہے جو زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد ہے۔ مصیبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ خواہشات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ خود کا احساس نہیں ہوتا۔ اس طرح انسان کرما سے نجات پاتا ہے۔ پیدائش اور موت کے چکر سے آزاد ہو جاتا ہے۔ بدھ مت کے دو فرقے ہیں جن کو ہنایانا اور مہایانا کہتے ہیں۔ بدھ مت میں تین بڑے مکاتب فکر تھیراواد بدھ مت (Theravada Buddhism)، مہایانہ بدھ مت (Mahayana Buddhism) اور وجرایانہ بدھ مت (Vajrayana Buddhism)

زرتشت مذہب(Zoroastrian Religion)

زرتشتی ایران سے ہندوستان میں دسویں عیسوی صدی میں داخل ہوئے اور زیادہ تر یہ لوگ ممبئی اور گجرات میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان لوگوں کو عام طور پر پارسی کہا جاتا ہے۔ زرتشترا(Zarathustra) ایران میں اس مذہب کا بانی تھا۔ یہ چھ ہزار سال قبل کی بات ہے۔ یہ لوگ نیکی اور بدی کی مخالفانہ طاقت کے وجود کی دوہری پالیسی پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کا لباس منفرد انداز کا ہوتا ہے اور ان کی عبادت گاہیں بھی منفرد ہوتی ہیں۔ زینڈ اویستیک(Zend Avestaic) ان کی مقدس مذہبی کتاب ہے۔ یہ لوگ مقدس کتاب سے دن میں پانچ دفعہ آگ کے سامنے حمد پڑھتے ہیں جسے وہ صداقت، نیکی اور حکم سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہودیت (Judaism)

یہودیت کے ماننے والوں کو عام طور پر یہودی کہتے ہیں۔ یہ ایک قدیم وحدانی مذہب ہے اور ان کی مقدس کتاب تورات (Torah) ہے۔ ہندوستان کی تین اہم یہودی کمیونٹیاں بین اسرائیل، کیرالا کے یہودی اور بغدادی یہودی ہیں۔

ان اہم مذاہب کے علاوہ ہندوستان میں کئی مذہبی فرقے اور مسلک موجود ہیں۔ ان کے ماننے والوں کے اپنے عقائد اور رسومات ہیں اور یہ ان کے مذہب کا ایک حصہ ہے لیکن یہ مرکزی دھارے میں شامل نہیں ہیں۔ ہندوستان کے مذہبی فرقوں میں بھکتی، شکتی، ناتھ، اسکند، یوگنی، آریہ سماج، برہما سماج، کبیر پنتھی، دادو پنتھی، پرینامی، صوفی، ویشنوی قابل ذکر ہیں۔

2.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

آخر کار ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ ہندوستانی سماج جغرافیائی اعتبار سے، افراد، مذہب اور زبان کے اعتبار سے بہت زیادہ متنوع ہے۔ ان تمام تفریقات اور تنوع کے باوجود ان میں وحدت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ ہم نے ہندوستان میں وحدت کی چار بنیادوں کا ذکر کیا ہے۔ جغرافیائی۔سیاسی، جغرافیائی۔تمدنی، مذہبی مطابقت اور باہمی تفاعلی انحصار۔ آخر میں ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان نے یکساں ثقافتی نمونے کے بجائے مخلوط ثقافتی نمونے کو منتخب کیا ہے۔

2.6 فرہنگ (Glossary)

وحدت : مختلف ثقافت کے لوگوں کا یکجا ہونا، تعاون کے اعلیٰ مراحل، باہمی تفہیم، مشترکہ اقدار، مشترکہ شناخت اور قومی شعور کے ساتھ آپس میں مربوط اور متحد ہونا ہے۔

کثرت : اس کے معنی اختلافات یا فرق کے ہیں لیکن سماجیات میں اس سے مراد اجتماعی اختلافات یا اجتماعی تفریق ہے۔

وید : ہندوؤں کی مقدس تحریرات جس میں چار اہم کتابیں رگ وید، سام وید، اتھر وید اور یجر وید ہیں۔

اوپنشید : قدیم ہندوستانی دور کے رشیوں(Rishis) کے گہرے روحانی تجربات کا ریکارڈ ہیں۔

قرآن : مسلمانوں کی مقدس کتاب جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔

2.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. لفظ کثرت (diversity) سے کیا مراد ہے؟

(a) یکجہتی (b) یکتا (c) اختلافات (d) اپنا پن

2. مندرجہ ذیل میں سے کون سی کثرت کی قسم نہیں ہے؟

(a) نسلی کثرت (b) لسانی کثرت (c) مذہبی کثرت (d) نظریاتی کثرت

3. مندرجہ ذیل میں سے کون سی غربی گول سر والوں کی قسم نہیں ہے؟

(a) نارڈی (b) آرمینی (c) دیناری (d) الپائی

4. مندرجہ ذیل میں سے کونسی رومی نسل (Mediterranen) کی قسم نہیں ہے؟

(a) مشرقی رومی (Oriental Mediterranean's) (b) رومی (Mediterranean's)

(c) قدیم رومی (Paleo - Mediterraneans) (d) ایٹرورومی (Autro- Mediterranean's)

5. مندرجہ ذیل زبانوں میں سے کونسی زبان 73 فیصد لوگ بولتے ہیں؟

(a) آریائی زبان (b) سینو تبتی زبانیں (c) آسٹریک زبانیں (d) دراویڈی زبانیں

6. مندرجہ ذیل میں سے کونسی چیز سکھ مذہب کے پانچ اصولوں میں شامل نہیں ہیں؟

(a) کچھا (b) کنگا (c) کیش (d) کلہاڑی

7. ان میں سے کونسا مذہب ملک کا بااثر یا Dominated مذہب ہے؟

(a) ہندومت (b) اسلام (c) سکھ مت (d) جین مت

8. 2011 کی ہندوستان کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی آبادی کا فیصد..................ہے۔

(a) 14.2 فیصد (b) 13.4 فیصد (c) 0.89 فیصد (d) 13.9 فیصد

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ ہندوستان میں کثرت کے عنوان پر ایک مختصر مضمون لکھئے۔

2۔ ہندوستان میں علاقائی کثرت کی مختلف قسموں کو سمجھایئے۔

3۔ ہندوستان کے جغرافیائی۔ سیاسی وحدت پر مختصر نوٹ لکھیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ کثرت کے مفہوم کو سمجھاتے ہوئے ہندوستان میں اس کی مختلف قسموں کو بیان کیجیے۔

2۔ ہندوستان میں لسانی کثرت کے تصور کی تشریح کیجیے۔

اکائی 3۔ ہندوستانی مذاہب

(Religions of India)

اکائی کے اجزا

3.0 تمہید

3.1 مقاصد

3.2 ہندوستانی مذاہب کا تعارف

3.3 ہندو مت

3.4 بدھ مت

3.5 جین مت

3.6 سکھ مت

3.7 اسلام

3.8 عیسائیت

3.9 اکتسابی نتائج

3.10 فرہنگ

3.11 نمونہ امتحانی سوالات

3.0 تمہید (Introduction)

ہندوستانی مذاہب وہ مختلف روحانی روایات ہیں جو برصغیر ہندوستان میں پیدا ہوئیں۔ ہندوستانی میں ظہور ہونے والے اہم مذاہب ہندو مت، بدھ مت، جین مت اور سکھ مت ہیں۔ عیسائیت اور اسلام کا ظہور اگرچہ یہاں نہیں ہوا، لیکن یہاں کے سماج میں اس نے غیر معمولی اثرات ڈالے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد یہاں پائی جاتی ہے۔

ہندومت ہندوستان کا سب سے قدیم اور سب سے زیادہ پیروی کیا جانے والا مذہب ہے، جو ایک عظیم ترین خدائی (برہمن) اور مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کے عقیدے پر مبنی ہے۔ یہ کرم، دھرم اور مکشا (پیدائش اور موت کے چکر سے نجات) پر زور دیتا ہے۔

بدھ مت کا آغاز سدھارتھ گوتم (بدھ) نے پانچویں، چوتھی صدی قبل مسیح میں کیا تھا۔ بدھ مت چار عظیم سچائیاں اور آٹھ گنا راستہ سکھاتا ہے جس کا مقصد ذہنی سکون، اخلاقی عمل اور حکمت کے ذریعے دکھ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

جین مت، جو بدھ مت کے ساتھ ہی مہاویر کے ذریعے قائم کیا گیا تھا، عدم تشدد (اہنسا)، سچائی اور عزلت پسندی سکھاتا ہے۔ جین مذہب میں ہے کہ روح کی آزادی خود کو روکنے اور کسی بھی جاندار کو نقصان پہنچانے سے بچنے کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔

سکھ مت کا آغاز 15 ویں صدی میں گرونانک نے کیا۔ یہ ایک خدا کی عبادت، مساوات، انسانیت کی خدمت اور سچائی اور ایمانداری سے جینے پر زور دیتا ہے۔ سکھ ذات پات کی تفریق کی مخالفت کرتے ہیں اور کمیونٹی کی خدمت اور انصاف کی حمایت کرتے ہیں۔

یہ تمام مذاہب ہندوستان کی ثقافتی، سماجی اور فلسفیانہ ماحول پر گہرے اثرات مرتب کر چکے ہیں اور آج بھی اس کی روایات پر اثرانداز ہو رہے ہیں۔

اسلام ایک توحیدی عقیدہ ہے جو ساتویں صدی عیسوی میں پیغمبر محمد ﷺ کے ذریعے جزیرہ نما عرب میں قائم ہوا۔ مسلمان ایک خدا، اللہ، پر ایمان رکھتے ہیں اور محمد ﷺ کو اللہ کے آخری نبی مانتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں، جسے مسلمان خدا کا حرف بہ حرف کلام سمجھتے ہیں، اور حدیث میں محمد ﷺ کی گفتار اور افعال کا مجموعہ ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان — نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے، حج (مکہ کی زیارت)، اور ایمان — اسلامی عبادت کے بنیادی اصول ہیں۔ اس مذہب کا مقصد خدا کی رضا کے سامنے سرفراز ہونا ہے۔ یہ امن اور دوسروں سے محبت پر زور دیتا ہے۔

مسیحیت ایک توحیدی عقیدہ ہے جو حضرت عیسیٰ مسیح کی زندگی اور تعلیمات پر مبنی ہے، جنہیں مسیحی خدا کا بیٹا اور تمام انسانوں کا نجات دہندہ مانتے ہیں۔ مسیحیت پہلی صدی عیسوی میں رومن صوبے یہودیہ میں پیدا ہوئی۔ مسیحی اپنی مقدس کتاب، بائبل، کو مانتے ہیں، جو پرانے عہد نامہ (جو یہودیت میں بھی مشترک ہے) اور نئے عہد نامہ پر مشتمل ہے۔ مسیحیت کے سب سے اہم عقائد حضرت عیسیٰ کی وفات، مصلوبیت، اور قیامت ہیں، جنہیں انسانیت کے لیے نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ مسیحی حضرت عیسیٰ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، جو محبت، معافی، اور اس پر ایمان رکھنے والے لوگوں کے لیے ابدی زندگی کی اہمیت پر زور دیتی ہیں۔ مسیحیت کی اہم شاخیں کیتھولک ازم، پروٹسٹنٹ ازم اور مشرقی آرتھوڈوکس ہیں۔

اسلام اور مسیحیت دو اہم عالمی مذاہب ہیں جن میں ایک خدا پر ایمان، انسانیت کے لیے ہمدردی، اور اخلاقی زندگی جیسے مشترک اصول پائے جاتے ہیں۔ تاہم، ان دونوں میں خدا، پیغمبروں، اور مقدس کتابوں کے تصور میں فرق ہے۔

3.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے سے آپ کو درج ذیل مذاہب کے بارے میں معلومات حاصل ہو گی؛

ہندو مت کے اور جین مت کے بارے میں۔

بدھ مت کے اور سکھ مت کے بارے میں۔

اسلام اور عیسائیت کے بارے میں۔

3.2 ہندوستانی مذاہب کا تعارف (An Introduction to Indian Religions)

ہندوستانی سماج میں بہت سے مذاہب پائے جاتے ہیں جو ہزاروں سالوں سے یہاں نشوونما پائے ہیں۔ ہندوستانی مذاہب ہندوستانی سماج اور روحانیت کی بنیاد ہیں اور ان کے اثرات کا دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی زندگیوں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہندو مت ہندوستان کا سب سے قدیم اور مقبول مذہب ہے۔ یہ ایک کثیر الاعتقادی اور کثیر العقیدہ روایت ہے جس کا کوئی بانی یا مرکزی مذہبی اتھارٹی نہیں ہے۔ ہندو مت میں عقائد، رسومات، اور فلسفوں کی ایک وسیع گنجائش ہے۔ یہ ایک اعلیٰ حقیقت (برہمن)، متعدد دیوتاؤں، پیدائش، موت اور جنم وموت کے چکر (سامسارا)، اور کرم کے قانون پر یقین رکھتا ہے۔ وید، اپنشد، بھگوت گیتا، اور رامائن اس کی مقدس کتابیں ہیں۔

بدھ مت کو سدھارتھ گوتم جنہیں بدھ کہا جاتا ہے، نے 6ویں صدی قبل مسیح کے قریب قائم کیا۔ بدھ مت کے مطابق، دکھا (Suffering) زندگی کا ایک فطری حصہ ہے اور آٹھ گناہ راستے کے ذریعے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اس کی مرکزی تعلیم چار عظیم سچائیاں ہیں جو دکھ کی حالتوں اور آزادی کی وضاحت کرتی ہیں۔ اگرچہ بدھ مت ہندوستان میں شروع ہوا تھا، لیکن یہ ایشیا بھر میں پھیل گیا اور جنوب مشرقی ایشیا، مشرقی ایشیا اور وسطی ایشیا تک پہنچا۔

ہندوستان کا تیسرا اہم مذہب جین مت ہے۔ یہ بدھ مت کے ساتھ ہی تقریباً اسی وقت میں ترقی پذیر ہوا اور عدم تشدد (اہنسا)، سچائی، اور ترک دنیا پر زور دیتا ہے۔ اس کی بنیاد مہاویر نے رکھی اور اس کا ماننا ہے کہ روح (جیوا) امر ہے اور یہ خود پر قابو اور پاکیزگی کے ذریعے موکشا (آزادی) حاصل کرسکتی ہے۔ جین لوگ ایک سخت اخلاقی ضابطہ پر عمل کرتے ہیں، جس میں خیالات، الفاظ اور عمل میں عدم تشدد اور مادی لذتوں سے گریز کرنا شامل ہے۔

ہندوستان کا چوتھا اہم مذہب سکھ مت ہے۔ سکھ مت 15ویں صدی میں گرونانک نے ہندوستان کے پنجاب کے علاقے میں قائم کیا۔ سکھ مت کا مرکز واحد خدا پر ایمان، انسانوں میں مساوات، اور خدمت کی لگن ہے۔ سکھوں کا ماننا ہے کہ ایک خدا (واہِ گرو) ہے۔ اور سچے اور ایماندار طریقے سے زندگی گزارنا ضروری ہے۔ نیز رسومات اور ذات پات کے فرق سے اجتناب کرنا چاہیے۔ سکھوں کی مقدس کتاب گرو گرنتھ صاحب ہے، اور وہ دس گروؤں کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔

اسلام 7ویں صدی میں تجارت اور فتح کے ذریعے ہندوستان پہنچا۔ ہندوستان میں دنیا کی سب سے بڑی مسلم آبادی موجود ہے۔ اسلام کا کہنا ہے کہ اس کا آغاز حضرت آدم سے ہوا اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ اس کے آخری نبی ہیں، جن پر قرآن مجید نازل ہوا۔ مسلمان ایک خدا (اللہ) پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام کے پانچ ارکان پر عمل کرتے ہیں، جن میں ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج شامل ہیں۔

عیسائی مذہب ہندوستان میں 15ویں صدی میں مشنریوں کے ذریعے آیا، خاص طور پر پرتگالیوں کے ذریعے، اور بعد میں برطانوی اور دوسرے یورپی مشنریوں کے ذریعے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ مسیح کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی مقدس کتاب بائبل ہے۔ ہندوستان میں عیسائیت مختلف فرقوں میں بٹی ہوئی ہے، جن میں رومن کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور مشرقی آرتھوڈوکس شامل ہیں۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم اگلے صفحات میں مذکورہ بالا مذاہب کے بارے میں تفصیل سے جاننے کی کوشش کریں گے۔

3.3 ہندومت (Hinduism)

ہندومت ایک قدیم عالمی مذہب ہے جو ہندوستانی برصغیر میں پیدا ہوا۔ یہ نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ روحانیت اور ثقافت کا ایک گہرا، کثیر الجہتی نظام ہے جس میں عقائد، عبادات، رسومات، فلسفے اور زندگی کے مختلف طریقوں کی ایک وسیع صف ہے۔

ہندومت کے اہم عقائد

1. برہمن: ہندومت کا عقیدہ ایک واحد، اعلیٰ اور بے شکل حقیقت پر مبنی ہے جسے برہمن کہا جاتا ہے۔ برہمن وہ ابدی حقیقت ہے جو مادی دنیا سے باہر موجود ہے۔ کائنات میں جو کچھ بھی موجود ہے، وہ برہمن کا ایک اظہار سمجھا جاتا ہے، چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان۔ برہمن ایک ہے، مگر اسے مختلف شکلوں اور مظاہر میں سمجھا جاتا ہے۔
2. آتما (روح): ہندو فلسفہ کہتا ہے کہ ہر جاندار میں ایک آتما، یعنی اصل ذات یا روح، ہوتی ہے۔ آتما ابدی ہے اور اسے تباہ نہیں کیا جا سکتا، اور یہ برہمن کی عکاسی ہے۔ ہندومت میں انسان کی زندگی کا آخری مقصد آتما اور برہمن کے درمیان تعلق حاصل کرنا ہے، جو کہ مکشا (نجات) کا باعث بنتا ہے۔
3. کرم اور تناسخ: ہندومت میں کرم اور تناسخ کے عقائد ہیں۔ کرم کا مطلب ہے وجہ اور اثر کا قانون—ہر عمل کا نتیجہ ہوتا ہے، چاہے وہ اچھا ہو یا برا۔ اچھے اعمال اچھے نتائج پیدا کرتے ہیں، جبکہ برے اعمال منفی نتائج پیدا کرتے ہیں۔ پیدائش، موت اور دوبارہ جنم کا یہ چکر سمسارا کہلاتا ہے۔ ایک روح اپنے پچھلے کرم کے مطابق مختلف زندگیاں گزارتی ہے۔ آخری مقصد اس چکر سے چھٹکارا پانا اور مکشا حاصل کرنا ہے۔
4. **مکشا (نجات)**: مکشا ہندومت کا آخری مقصد ہے—سمسارا (دوبارہ جنم) کے چکر سے روح کی آزادی۔ یہ خود شناسی، روحانی نظم و ضبط، مراقبہ، اور خدا کی عبادت کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے۔ مکشا کا مطلب برہمن کے ساتھ اتحاد ہے اور تکلیف اور دوبارہ جنم کے چکر کا خاتمہ ہے۔
5. **دھرما (ذمہ داری اور راستبازی)**: ہندو دھرم وہ اخلاقی اور روحانی قوانین ہیں جو فرد کی زندگی کو منظم کرتے ہیں۔ یہ کائناتی قانون اور سماجی زندگی کے مطابق صحیح طریقے سے جینا اور برتاؤ کرنا ہے۔ دھرما مختلف ہو سکتا ہے، جو انسان کی عمر، سماجی حیثیت، جنس، اور پیشے پر منحصر ہے (ورن آشرم دھرما) اور اپنی دھرما کی تکمیل روحانی ترقی کے لیے ضروری ہے۔

اہم مقدس کتابیں

ہندومت کے پاس مقدس ادب کا ایک وسیع ذخیرہ ہے۔ یہ دو بڑے زمرے ہیں:

1. **شروتی (سنایا وحی شدہ):**

وید : ہندومت کی سب سے قدیم اور اہم کتابیں ہیں۔ یہ چار اہم مجموعوں میں تقسیم ہیں: رگ وید، ساوید، یجور وید، اور آتھر وید۔ وید میں گیت، دعائیں، رسومات، اور فلسفیانہ ہدایات شامل ہیں۔

اپنشید : فلسفیانہ کتابیں جو برہمن، آتما، اور مطلق حقیقت کی نوعیت پر سوال اٹھاتی ہیں۔ یہ وید کا حصہ ہیں اور روحانی علم اور خود شناسی پر بات کرتی ہیں۔

2. **سمریتی (یاد کیا گیا):**

مہابھارت : ایک عظیم داستان جس میں بھگود گیتا شامل ہے، جو ہندومت کے سب سے اہم روحانی اور فلسفیانہ کاموں میں سے ایک ہے۔ گیتا ایک مکالمہ ہے جو شہزادہ ارجن اور دیوتا کرشنا کے درمیان میدان جنگ میں ہوتا ہے، جس میں فرض، راستبازی، اور بھکتی کی نوعیت پر بات کی جاتی ہے۔

رامائن : ایک عظیم داستان جو حضرت رام کی زندگی، ان کی جلاوطنی، اور ان کی شیطان بادشاہ راون کے ساتھ جنگ کو بیان کرتی ہے۔ اس میں دھرم، بھکتی، اور راستبازی کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔

پوران : ایک وسیع گروپ جو دیوتاؤں، دیویوں، اور افسانوی ہیرو کی کہانیاں بیان کرتا ہے۔ یہ ہندومت کے عقائد کی کائناتی اور افسانوی تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

ذات پات کا نظام—ورن اور جاتی:

ہندو معاشرہ روایتی طور پر ایک طبقاتی نظام پر عمل کرتا ہے جسے ذات پات کا نظام کہا جاتا ہے، جو ورن (چار بڑے سماجی طبقات) اور جاتی (ذیلی ذاتیں) کے خیال پر مبنی ہے۔ چار اہم ورن ہیں:

1. **برہمن :** پجاری اور اسکالر، جو مذہبی رسومات اور تعلیم کے ذمہ دار ہیں۔
2. **کشتریہ :** سپہ سالار اور حکمران، جو حفاظت اور حکمرانی کے ذمہ دار ہیں۔
3. **وائشیہ :** تاجر اور کسان، جو تجارت اور زراعت کے ذمہ دار ہیں۔
4. **شودر :** مزدور اور خدمات فراہم کرنے والے، جو دوسرے طبقات کی معاونت کے ذمہ دار ہیں۔

ورن کے علاوہ بہت ساری ذیلی ذاتیں (جاتی) بھی ہیں جو لوگوں کی مزید تقسیم کرتی ہیں۔ اگرچہ ذات پات کا نظام تاریخی طور پر سخت تھا، لیکن جدید ہندو معاشرت میں اس میں تبدیلی آئی ہے، اور بھارت میں ذات پات کی بنیاد پر امتیاز کو قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

دیوتا اور خدائی شکلیں

ہندومت اپنے بے شمار دیوتاؤں اور دیویوں کے لیے مشہور ہے، جو ہر ایک خاص پہلو یا قوت کو ظاہر کرتے ہیں۔ کچھ اہم دیوتاؤں میں شامل ہیں:

- **برہما** :ہندومت کے تخلیق کار دیوتا، جو عام طور پر چار سر والے دکھائے جاتے ہیں، جو چار ویدوں کی علامت ہیں۔
- **وشنو** :کائنات کے محافظ اور نگہبان، جو مختلف شکلوں (اوتر) میں تجسم لیتے ہیں، جیسے رام اور کرشنا، تاکہ کائناتی ترتیب کو بحال کریں۔
- **شیوا** :تباہی یا تبدیلی کے دیوتا، جو تخلیق، تحفظ، اور تباہی کے چکر کی علامت ہیں۔
- **لکشمی** :دولت، خوشحالی اور پاکیزگی کی دیوی، جو عموماً وشنو کی بیوی کے طور پر دکھائی جاتی ہیں۔
- **سرسوتی** :علم، موسیقی، اور فنون کی دیوی، جو کتاب کے ساتھ دکھائی جاتی ہیں۔
- **دورگا اور کالی** :طاقت، قوت، اور تحفظ کی دیویاں، جو عام طور پر اپنی شدید شکلوں میں دکھائی جاتی ہیں۔

اہم عبادات اور رسومات

- **پوجا** :عبادت جو عام طور پر گھر یا مندر میں کی جاتی ہے، جس میں کھانا، پھول، دھواں اور منتر وغیرہ پڑھے جاتے ہیں۔
- **تہوار** :ہندو مذہب میں بہت سے تہوار منائے جاتے ہیں، جیسے دیوالی (روشنیوں کا تہوار)، ہولی (رنگوں کا تہوار)، نوارا تری (نو راتوں کا تہوار)، اور کئی دوسرے۔ یہ تہوار دیوتاؤں، موسموں، اور ہندو افسانوں کے اہم مواقع پر مناتے ہیں۔
- **یاترائیں** :ہندو مقدس مقامات جیسے بنارس، ریشیکیش، ہریدوار، اور تروپتی اور پوری کے مندروں کی زیارت کرتے ہیں، اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ ان مقامات کی زیارت سے روحانی فائدہ ملتا ہے۔
- **یوگا اور مراقبہ** :ہندومت یوگا اور مراقبہ کی مشقوں سے گہرائی سے جڑا ہوا ہے۔ یہ روحانی نظم و ضبط ہیں جو خود شناسی، جسمانی بہبود اور ذہنی سکون کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

زندگی کے چار پروشارتھ (مقاصد)

ہندومت میں زندگی گزارنے کے چار بڑے مقاصد تسلیم کیے گئے ہیں:

1. **دھرم** :اپنے اخلاقی اور روحانی ذمہ داریوں کو پورا کرنا۔
2. **آرتھ** :دولت اور مادی خوشحالی کو قانونی اور اخلاقی طریقوں سے حاصل کرنا۔
3. **کاما** :زندگی کے لطف اٹھانے، جیسے محبت، جمالیات، اور فنون۔
4. **مکشا** :پیدائش اور موت کے چکر سے آزادی کا آخری مقصد۔

3.4 **بدھ مت** (Buddhism)

بدھ مت دنیا کے قدیم اور وسیع پیمانے پر پھیلنے والے مذاہب میں شامل ہے۔ یہ 5ویں اور 4ویں صدی قبل مسیح میں قدیم ہندوستان میں سدھارتھ گوتم کی تعلیمات کے ساتھ شروع ہوا، جنہیں عام طور پر بدھ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بدھ مت کا مقصد روشن خیالی حاصل کرنا اور دکھوں سے نجات پانا ہے، جو نیک زندگی گزارنے، مراقبہ اور علم کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔ بدھ مت مختلف انداز میں دنیا بھر میں پایا جاتا

ہے، خاص طور پر مشرقی اور جنوب مشرقی ایشیا میں۔

بدھ مت کے اہم عقائد

1. **چار عظیم سچائیاں**: بدھ کے بنیادی اسباق جو انسانی تکلیف کی نوعیت اور اس کے خاتمے کے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہیں:

- **دکھ (تکلیف)**: زندگی کا ایک ناگزیر حصہ تکلیف ہے، چاہے وہ جسمانی اذیت ہو، ذہنی پریشانی ہو یا روحانی مایوسی۔ خوشی، اپنی بہترین حالت میں بھی، عارضی ہوتی ہے اور اکثر تکلیف کے ساتھ آتی ہے۔
- **سمودایا (دکھ کا سبب)**: دکھ کا سبب تعلق یا خواہش (تنہ) ہے۔ انسان چیزوں، لوگوں یا تجربات کو دائمی ماننے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ہر چیز عارضی ہے۔ یہ خواہشیں تکلیف کا باعث بنتی ہیں۔
- **نروتھ (دکھ کا خاتمہ)**: دکھ کو خواہش اور تعلقات کو ختم کر کے ختم کیا جا سکتا ہے۔ اس حالت کو نروان کہا جاتا ہے، جو تکلیف کا خاتمہ اور پیدائش، موت اور دوبارہ جنم (سامسارا) کے چکر کا خاتمہ ہے۔
- **مگا (دکھ کے خاتمے کا راستہ)**: دکھ کو ختم کرنے کا راستہ آٹھ گناہ راستہ ہے۔

2. **آٹھ گناہ راستہ**: یہ نروان تک پہنچنے کا راستہ ہے، جو آٹھ طریقوں پر مشتمل ہوتا ہے جو اخلاقی رویے، ذہنی نظم و ضبط اور حکمت کو پیدا کرتے ہیں۔ یہ راستہ عام طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

- **صحیح نظر**: چار عظیم سچائیوں اور وجود کی نوعیت کے بارے میں آگاہی۔
- **صحیح ارادہ**: نیک، ہمدرد اور تعلقات سے دستبردار ہونے کی سوچ۔
- **صحیح گفتگو**: جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، توہین آمیز گفتگو اور بیکار باتوں سے گریز۔
- **صحیح عمل**: اخلاقی طور پر برتاؤ کرنا، جیسے کہ قتل، چوری اور جنسی بدکرداری سے بچنا۔
- **صحیح روزگار**: ایسی پیشہ ورانہ زندگی کا انتخاب کرنا جو دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے۔
- **صحیح کوشش**: اچھے ذہنی حالتوں کو پیدا کرنا اور بری حالتوں کو روکنا۔
- **صحیح آگاہی**: جسم، ذہن اور احساسات کے بارے میں آگاہی پیدا کرنا اور مراقبہ میں مشغول ہونا۔
- **صحیح تمرکز**: گہری مراقبہ (سمادھی) میں مشغول ہونا تاکہ ذہنی توجہ اور بصیرت پیدا کی جا سکے۔

3. **کرمہ اور دوبارہ جنم**

- **کرمہ**: کرمہ اعمال اور ان کے نتائج ہیں۔ نیک اعمال اچھے نتائج پیدا کرتے ہیں، جب کہ منفی اعمال تکلیف پیدا کرتے ہیں۔ کرمہ موجودہ اور مستقبل کی زندگیوں کا تعین کرتا ہے۔
- **دوبارہ جنم (سامسارا)**: بدھ مت کے پیروکار پیدائش، موت اور دوبارہ جنم کے چکر پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ کرمہ سے جڑا ہوتا ہے۔ جب ایک شخص مر جاتا ہے، اس کا شعور ایک نئے روپ میں دوبارہ جنم لیتا ہے۔ یہ چکر اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ نروان حاصل نہ کر لے۔

4. **نروان** :نروان بدھ مت میں آخری مقصد ہے۔ یہ سامسارا(پیدائش، موت اور دوبارہ جنم) کے چکر کا خاتمہ اور تمام دکھوں کا خاتمہ ہے۔ نروان تعلقات، خواہشات اور جاہلیت کا خاتمہ ہے۔
5. **اناٹا(غیر نفس)** : بدھ مت کا عقیدہ ہے کہ کوئی دائمی اور غیر متغیر نفس یا روح (اتمان) نہیں ہے جیسا کہ دوسرے مذاہب میں کہا جاتا ہے۔ اس کے بجائے، جو ہم "نفس" سمجھتے ہیں وہ مسلسل بدلتے ہوئے جسمانی اور ذہنی اجزاء کا مجموعہ ہے۔ اناٹا کی تعلیم یہ ہے کہ دائمی نفس کے تصور سے جڑنا تکلیف کی ایک وجہ ہے۔
6. **عدم مستقل مزاجی (انیچا)** : دنیا میں تمام چیزیں مسلسل بدل رہی ہیں۔ کچھ بھی مستقل نہیں ہے، اور تمام چیزیں زوال پذیر ہیں۔ عدم مستقل مزاجی کو سمجھنا انسانوں کو تعلقات کو چھوڑنے اور تکلیف کو کم کرنے میں مدد دیتا ہے۔
7. **ہمدردی اور محبت بھری دوستی (میتا)** : ہمدردی (کرونا) اور محبت بھری دوستی (میتا) بدھ مت کی تعلیمات میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ بدھ مت کے پیروکاروں کو تمام جانداروں کے ساتھ ان خصوصیات کو فروغ دینے کی ترغیب دی جاتی ہے، کیونکہ یہ ہم آہنگی، امن اور تکلیف کے خاتمے کا باعث بنتی ہیں۔

بدھ مت کی مقدس کتابیں

بدھ مت کے پاس ایک وسیع مجموعہ ہے جو مختلف روایات میں تھوڑا فرق رکھتا ہے۔ ان میں اہم کتابیں شامل ہیں:

- **تری پٹاکا (پالی کینن)** : یہ تھراوادا بدھ مت کے پیروکاروں کے لیے مرکزی کتاب ہے اور اس میں بدھ کی تعلیمات، راہبوں کے ضوابط اور فلسفیانہ عقائد شامل ہیں۔
    - **وینیہ پٹاکا** :راہبوں کے لیے ضابطہ اخلاق۔
    - **سوتا پٹاکا** :بدھ کے خطبات۔
    - **ابھدھم پٹاکا** :تعلیمات پر فلسفیانہ اور doctrinal تبصرہ۔
- **مہیانا سوترا** : یہ مہیانا بدھ مت کے مرکزی کتاب ہیں اور بودھی ستوا کے راستے، خالی پن (شونیا تا) اور بدھیتا کی نوعیت پر تعلیمات شامل ہیں۔ مشہور مہیانا سوترا میں **لوٹس سوترا**، **ہارٹ سوترا** اور **ڈائمنڈ سوترا** شامل ہیں۔
- **تبت میں بدھ مت کی کتابیں** :واجریان بدھ مت کی اپنی کتابیں بھی ہیں، جیسے **تبت بدھ مت کا کینن**، جو **کانگیور** (بدھ کے الفاظ) اور **ٹینگیوور** (ہندوستانی اور تبت کے اسکالرز کے تبصرے) پر مشتمل ہیں۔

بدھ مت کے طریقے

1. **مراقبہ** : مراقبہ بدھ مت میں ایک اہم طریقہ ہے جو آگاہی اور بصیرت پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مراقبے کی دو اہم اقسام ہیں:
    - **ساماتھا** : تسکین دینے والا مراقبہ جو دھیان پیدا کرنے پر زور دیتا ہے۔
    - **ویپاسانہ** : بصیرت مراقبہ جو عدم مستقل مزاجی، دکھ اور غیر نفس کی نوعیت کو سمجھنے پر زور دیتا ہے۔

2. **رسومات اور عبادت** : اگرچہ مراقبہ انفرادی مشق ہے، بدھ مت میں کئی رسومات بھی شامل ہیں جیسے کہ تلاوت کرنااور بدھ کے مجسموں کے سامنے جھکنا۔ زیادہ تر بدھ مت ثقافتوں میں، مندر جانا، چڑھاوے پیش کرنا اور اجتماعی رسومات میں حصہ لینا روزمرہ کا حصہ ہے۔
3. **راہبیت** : کچھ بدھ مت کے پیروکار راہب یا راہبائیں بن کر اپنی زندگی کو بدھ کی تعلیمات کے مطالعہ اور سادگی اور نظم و ضبط کی زندگی کے لیے وقف کرتے ہیں۔ راہبیت بدھ کی تعلیمات کو محفوظ رکھنے اور پھیلانے میں مدد دیتی ہے۔
4. **اخلاقی رویہ** : بدھ مت کے پیروکار دنیا میں تکلیف کو کم کرنے کے لیے اخلاقی اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔ زیادہ تر عام بدھ مت کے پیروکار پانچ اصولوں پر عمل کرتے ہیں:
   - جانداروں کو قتل نہ کرنا۔
   - چوری نہ کرنا۔
   - جنسی بدکرداری سے بچنا۔
   - جھوٹ نہ بولنا۔
   - نشہ آور اشیاء سے گریز کرنا۔

3.5 **جین مت** (Jainism)

جین ازم ایک بہت قدیم مذہب ہے جو تقریباً 2500 سال قبل ہندوستان میں وجود میں آیا۔ جین ازم عدم تشدد، سچائی، اور خود پر قابو پانے پر ایمان رکھتا ہے، اور جین ازم کی تعلیمات روح کی پیدائش، موت اور دوبارہ جنم کے چکر سے نجات کے بارے میں ہیں۔ جین ازم ایک علیحدہ مذہب ہے جو کسی تخلیق کرنے والے خدا پر ایمان نہیں رکھتا، اور جین تعلیمات کے مطابق فرد اپنی کوششوں سے اپنی روحانیت کی تکمیل حاصل کر سکتا ہے۔

جین ازم کے بنیادی عقائد

1. اہمسہ (عدم تشدد) : جین ازم کا جوہر اہمسہ یعنی فکر، زبان اور عمل میں عدم تشدد ہے۔ جینوں کا ماننا ہے کہ ہر جاندار، انسانوں، جانوروں، حتیٰ کہ خوردبین جانداروں کی بھی روح ہوتی ہے اور ان کا احترام کرنا ضروری ہے۔ عدم تشدد کو زندگی کے تمام شعبوں میں اپنانا ضروری ہے، جس میں جسمانی تکلیف سے گریز کرنے سے لے کر ذہنی اور زبانی تشدد سے بچنا بھی شامل ہے۔
2. انیکانتواد (غیر مطلقیت) : یہ غیر مطلقیت اور نسبی سچائی کا عقیدہ ہے۔ جینوں کا کہنا ہے کہ حقیقت پیچیدہ اور کئی پہلوؤں والی ہوتی ہے، اور کوئی بھی نقطہ نظر پوری حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے وہ مختلف نقطہ نظر کی قدر کرنے، تحمل، اور مختلف آراء کو سمجھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ جینوں کی مشہور کہاوت ہے: "حقیقت کے مختلف زاویے ہوتے ہیں، جو کسی کے نقطہ نظر پر منحصر ہیں۔"

3. ستیہ (سچائی) : ستیہ سچائی ہے اور جینوں کو ہمیشہ سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی تعلیم دی جاتی ہے کیونکہ جھوٹ دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے اور روحانی بندش کا سبب بنتا ہے۔
4. استیہ (چوری نہ کرنا) : استیہ کا مطلب ہے کہ جو کچھ آپ کو نہیں دیا گیا، اسے نہ لیں۔ چوری، چاہے وہ چھوٹے انداز میں ہو جیسے اپنی ضرورت سے زیادہ لینا، جین اصولوں کی خلاف ورزی سمجھی جاتی ہے۔
5. برہمچریہ (عفت یا مجاہدہ) : برہمچریہ کا مطلب ہے کہ راہبوں اور ننوں کے لیے برہمنیت یا عفت، اور عام افراد کے لیے شادی شدہ وفاداری۔ جینوں کا ماننا ہے کہ خود پر قابو اور تمام خواہشات، خاص طور پر جنسی خواہشات پر قابو پانا ضروری ہے کیونکہ یہ بندش اور دکھ کا باعث بن سکتی ہیں۔
6. اپریگراہ : اپریگراہ کا مطلب ہے دنیاوی اشیاء سے غیر تعلق یا غیر ملکیت۔ جینوں کے مطابق، دنیاوی اشیاء اور خواہشات سے تعلق بندش کی طرف لے جاتا ہے اور روحانی نجات کے راستے سے ہٹاتا ہے۔ یہ اصول سادگی اور دنیاوی اشیاء سے غیر تعلق کی تعلیم دیتا ہے۔

کرم اور تناسخ

جین ازم میں کرم ایک اہم تصور ہے۔ ہر عمل، اچھا یا برا، روح پر اثر ڈالتا ہے اور اس کے مستقبل کو متاثر کرتا ہے۔ جینوں کا ماننا ہے کہ روح کرم کی وجہ سے دوبارہ جنم اور موت کے چکر میں پھنس جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ صحیح عمل کے راستے پر چل کر روح کو صاف کیا جائے، جس کا نتیجہ مکشہ (نجات) کی صورت میں نکلے۔

مکشہ (نجات)

جین ازم میں مکشہ کا مقصد روح کو دنیاوی چکر سے نجات دلانا ہے۔ مکشہ کو حاصل کرنے کے لیے روح کو تمام کرموں کی بندشوں سے آزاد کرنا ضروری ہے، جو خود پر قابو، حکمت اور دنیاوی خواہشات سے کنارہ کشی کے ذریعے ممکن ہے۔ جب کوئی روح مکشہ حاصل کر لیتی ہے تو وہ تمام مادی طور پر آزاد ہو جاتی ہے اور دائمی خوشی اور علم تک پہنچتی ہے۔

جین ازم کا راستہ

جین ازم کا راستہ نجات حاصل کرنے کے لیے تین اہم اجزاء پر مشتمل ہے:

1. صحیح ایمان : کائنات کی نوعیت، خود اور کرم کے قوانین کے بارے میں درست سمجھ ہونا۔ اس میں یہ سمجھنا بھی شامل ہے کہ کائنات کی تمام چیزیں آپس میں جڑی ہوئی ہیں اور عدم تشدد، غیر تعلق اور سچائی کے قوانین۔
2. صحیح علم : جین مقدس متون، فلسفہ اور طریقوں کا علم حاصل کرنا۔ اس میں ترتھنکروں کی تعلیمات کا مطالعہ اور روح، کرم، اور نجات کے راستے کی فہم شامل ہے۔
3. صحیح عمل : جین ازم کے اخلاقی اصولوں جیسے عدم تشدد، سچائی، چوری نہ کرنا، عفت اور غیر تعلق کی پیروی کرنا۔ یہ جین ازم کا عملی حصہ ہے جہاں پیروکار دوسروں کے ساتھ پرامن طریقے سے رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر عمل میں نقصان کو کم سے کم

کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ترِ تھنکر

ترِ تھنکر جین ازم کے مقدس رہنما ہیں اور دوسروں کو نجات کی راہ دکھاتے ہیں۔ موجودہ کائناتی دور میں 24 ترِ تھنکر ہیں، پہلا رشبھ ناتھ (جو آدی ناتھ کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں) اور آخری مہاویر ہیں۔

مہاویر: مہاویر (599–527 قبل مسیح) جین ازم میں سب سے زیادہ اثر و رسوخ رکھنے والی شخصیت ہیں۔ وہ موجودہ دور کے 24ویں ترِ تھنکر تھے۔ مہاویر کی تعلیمات نے آج کے جین مذہب کی بنیاد رکھی۔ ان کے مطابق روح کو صاف کرنے اور مکشہ حاصل کرنے کے طریقے میں تپسیا، ترک دنیا، اور خود پر قابو پانا شامل تھا۔

مقدس متون

جین ازم میں ایک وسیع مقدس ادب کا ذخیرہ ہے، جس میں بیشتر متون مختلف زبانوں میں ہیں جیسے پرکریت، سنسکرت، اور تمل۔

1. آگمز: آگمز جین ازم کے رسمی متون ہیں، جن میں ترِ تھنکروں کی تعلیمات شامل ہیں۔ یہ متون فلسفہ، اخلاقیات، کائنات شناسی اور جین راہبوں کی عبادات پر مشتمل ہیں۔
2. تتھور تھ سوتر: تتھور تھ سوتر (یا "حقیقت کی کتاب") ایک اہم جین کام ہے جو آچاریہ اُماسوتی نے تحریر کیا۔ یہ جین ازم کے بنیادی اصولوں کا خلاصہ پیش کرتا ہے، جیسے روح کی نوعیت، کرم، نجات، اور اخلاقیات۔
3. سوتر اور تبصرے: مختلف جین علماء جیسے آچاریہ ہیماشندرا کے تبصرے آگمز اور تتھور تھ سوتر کی تعلیمات پر وضاحت فراہم کرتے ہیں اور جین ازم کے فلسفیانہ اور اخلاقی پہلوؤں کی تفصیل دیتے ہیں۔

جین ازم کے طریقے

1. مراقبہ اور عبادت: مراقبہ جین ازم کا اہم حصہ ہے، خاص طور پر دھیان (مراقبتی غور و فکر) جو روح کی صفائی کے لیے کیا جاتا ہے۔ جین اپنے اندرونی سکون، خود پر قابو، اور توجہ مرکوز کرنے کے لیے مراقبہ کرتے ہیں۔ جین ازم میں عبادت میں عام طور پر منتر پڑھنا، ترِ تھنکروں کی پوجا کرنا، اور دیگر روحانی گیت شامل ہوتے ہیں۔
2. پوجا (عبادت): اگرچہ جین ازم دیگر مذاہب کی طرح رسوم پر زور نہیں دیتا، پھر بھی جین ترِ تھنکروں کی عزت کے لیے پوجا (عبادت) کرتے ہیں۔ یہ رسومات سادہ ہوتی ہیں اور ان میں خوراک، پھول، اور دھونی پیش کی جاتی ہیں۔
3. روزہ رکھنا: جین ازم میں روزہ رکھنا خود پر قابو پانے کا ایک طریقہ ہے۔ روزہ روح کی صفائی کے طور پر سمجھا جاتا ہے اور جسمانی خواہشات سے چھٹکارا پانے کا ایک ذریعہ ہے۔ سب سے مشہور روزہ کی شکل سلکھانا ہے، جو ایک مخصوص انداز میں موت تک روزہ رکھنا ہوتا ہے، عموماً روحانی مقاصد کے لیے جب ایک فرد اپنی زندگی کے آخری حصے میں ہوتا ہے۔
4. یاترا (یادگار مقامات کی زیارت): جین اکثر ان مقدس مقامات پر یاترا کرتے ہیں جو ترِ تھنکروں سے جڑے ہوتے ہیں، جیسے شراون بیلا گولا، پالیتانہ، اور ماؤنٹ ابو، جہاں وہ مندر جاتے ہیں اور مذہبی رسومات ادا کرتے ہیں۔

3.6 سکھ مت (Sikhism)

سکھ دھرم ایک واحد خدا پر ایمان رکھنے والا عقیدہ ہے جو پندرھویں صدی میں جنوبی ایشیا کے پنجاب کے علاقے میں شروع ہوا، جو آج کل بھارت اور پاکستان میں واقع ہے۔ سکھ مذہب کے بانی گرو نانک دیو جی ہیں، اور اس کے بعد ان کے نو جانشینوں نے اس کی تعلیمات کو آگے بڑھایا جنہیں دس سکھ گرو کہا جاتا ہے۔ سکھ دھرم کا مرکز ایک خدا کی عبادت، تمام افراد کی برابری، اور ایک سچے، ایماندار اور خدمت پر مبنی زندگی گزارنے پر ہے۔ یہ دنیا کے نسبتاً نئے مذاہب میں سے ایک ہے، تاہم اپنی نسبتاً نئی حیثیت کے باوجود یہ ایک بڑا مذہب بن چکا ہے جس کے دنیا بھر میں لاکھوں پیروکار ہیں۔

سکھ دھرم کے بنیادی عقائد

1. **توحید (ایک خدا)**: سکھ دھرم ایک خدا پر ایمان رکھتا ہے جو بے شکل، ازلی اور ہمہ گیر ہے۔ سکھوں کا خدا "واہگرو" کہلاتا ہے جس کا مطلب "عظیم خدا" ہے۔ سکھ فلسفہ یہ مانتا ہے کہ خدا انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہے اور وہ کائنات کا تخلیق کنندہ ہے۔ وہ نہ صرف ماوراء ہیں بلکہ ہر جگہ موجود بھی ہیں، یعنی خدا ہر جگہ پھیلا ہوا ہے لیکن اس کا پورا فہم انسان کے لیے ممکن نہیں۔
2. تمام انسانوں کی برابری: سکھ دھرم کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ تمام انسان برابر ہیں، چاہے ان کا ذات پات، مذہب، جنس یا سماجی حیثیت کچھ بھی ہو۔ سکھ دھرم کے بانی گرو نانک نے یہ بات زور دے کر کہی کہ خدا کی نظر میں ہر انسان برابر ہے۔ اس عقیدے کے نتیجے میں ہندوستان کے سماجی ڈھانچے میں موجود ذات پات کے نظام کو رد کیا گیا۔ سکھ لوگوں کو تمام افراد کے ساتھ عزت و انصاف سے پیش آنے کی تعلیم دیتے ہیں۔
3. انسانیت کی خدمت (سیوا): سکھ لوگوں کو انسانیت کی خدمت کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، خاص طور پر غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرنا۔ یہ خدمت خیرات، رضاکارانہ کام، اور کمیونٹی کی معاونت کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ خود غرضی سے پاک خدمت خدا کی عبادت کا ایک ذریعہ سمجھی جاتی ہے اور یہ معاشرتی بہتری کی طرف ایک قدم ہے۔
4. سچی زندگی گزارنا (ست): ست سکھ دھرم میں سچائی کو کہتے ہیں۔ سکھوں کو اپنی زندگی سچائی، ایمانداری اور پاکیزگی سے گزارنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ گرونانک نے سچ کو زندگی کا ستون سمجھا۔ جھوٹ اور بے ایمانی کو ایک سنگین اخلاقی کمزوری سمجھا جاتا ہے۔
5. پانچ کُسے (پانچ عقیدت کی علامتیں): سکھوں کو پانچ عقیدت کی علامتیں پہننا ضروری ہوتی ہیں جنہیں پانچ کُسے کہا جاتا ہے۔ یہ ہیں:
   - کیش (بے تراشے بال): سکھ اپنے بالوں کو غیر تراشیدہ رکھتے ہیں تاکہ خدا کی تخلیق کے لیے عزت ظاہر کر سکیں۔
   - کڑا (اسٹیل کا کڑا): یہ ایک فولادی کڑا ہوتا ہے جو خدا کی ابدیت کی علامت ہے۔
   - کنگا (چھڑے کا کنگا): یہ ایک چھوٹا کنگا ہے جس سے بالوں کو صاف رکھا جاتا ہے اور یہ صفائی اور نظم وضبط کی علامت ہے۔
   - کچھرا (کپاس کا زیر جامہ): یہ چستی اور خود پر قابو پانے کی علامت ہے۔
   - کرتھ (تشہیری تلوار): یہ ایک چھوٹی تلوار ہے جو انصاف کے تحفظ اور کمزوروں کا دفاع کرنے کی علامت ہے۔

6. کرم اور تناسخ کا تصور : سکھ دھرم، ہندو اور جین دھرم کی طرح کرم اور تناسخ (سمسرہ) پر ایمان رکھتا ہے۔ سکھوں کا ماننا ہے کہ انسان کے اعمال، چاہے وہ اچھے ہوں یا برے، ان کے مستقبل اور زندگی، موت اور دوبارہ جنم کے چکر پر اثر ڈالتے ہیں۔ سکھوں کا مقصد اس چکر سے آزادی حاصل کرنا ہے جسے مکاشا (نجات) کہا جاتا ہے، جو خدا کی عبادت، خود سے پاک خدمت، مراقبہ، اور صحیح زندگی گزارنے سے حاصل ہوتی ہے۔
7. سکھ دھرم کے تین ستون : گرونانک نے سچی زندگی گزارنے کے لیے تین بنیادی اصول مقرر کیے:

- نام جپنا (خدا کے نام کا ذکر کرنا) : خدا کے نام (واہگرو) کا ذکر یا اس پر دھیان کرنا تاکہ انسان روحانی طور پر خدا سے جڑا رہے۔
- کرت کرنی (ایمانداری سے روزی کمانا) : ایمانداری سے روزگار کمانا اور اسے دوسروں میں بانٹنا۔
- چکنا (دوسروں کو دینا) : غریبوں کو دینا اور معاشرتی بھلاہ کے لیے خیرات اور خدمت کرنا۔

گروگرنتھ صاحب

گروگرنتھ صاحب سکھ دھرم کی مرکزی مذہبی کتاب ہے اور سکھوں کے مطابق یہ ابدی رہنما ہے۔ یہ کتاب سکھ گروؤں، سنتوں اور دیگر روحانی رہنماؤں کی حمد و ثنا اور تصانیف پر مشتمل ہے۔ گروگرنتھ صاحب خدا کی نوعیت، انسانی روح، اخلاقی ضابطے اور روحانی نجات کے طریقوں پر مشتمل ہے۔

گروگرنتھ صاحب نہ صرف ایک مقدس کتاب ہے بلکہ سکھ معاشرے میں اس کی بے حد عزت کی جاتی ہے۔ یہ سکھوں کے لیے زندہ گرو کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ آخری گرو، گروگوبند سنگھ نے یہ اعلان کیا تھا کہ اب کوئی انسان گرو نہیں ہوگا اور گروگرنتھ صاحب ہی آخری اور ابدی گرو ہوگا۔

خالصہ

خالصہ سکھوں کا ایک گروہ ہے جو ایک سخت ضابطہ اخلاق پر عمل کرتا ہے۔ اس کی بنیاد گروگوبند سنگھ نے 1699 میں ویساکھی کے میلے پر رکھی، جب انہوں نے ابتدائی پانچ سکھوں کو پینج پیارے (پانچ محبوب) کہلایا اور ان پر سنگھ (شیر) اور کاؤر (شہزادی) کے لقب رکھے۔ خالصہ میں حوصلہ، نظم وضبط اور روحانیت کے اوصاف ہوتے ہیں، اور اس کے پیروکار پنچے کسے، گروؤں کی تعلیمات اور انصاف، برابری اور خدمت کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔

سکھ دھرم میں اعمال

1. امرت سنسکار (عتقاب) : امرت سنسکار سکھوں کا آغاز کرنے کی تقریب ہے جس میں ایک شخص خالصہ میں شامل ہونے کے لیے ایک تیز دھار تلوار سے شکر آلود پانی پیتا ہے اور دعائیں پڑھتا ہے۔ یہ سکھ راستے اور گرو کی تعلیمات کا عہد ہوتا ہے۔
2. گوردوارہ (سکھ مندر) : گوردوارہ سکھوں کا عبادت گاہ ہوتا ہے۔ گوردوارے کا مرکز گروگرنتھ صاحب ہے، اور عبادت میں کرتن (گانے) اور گروگرنتھ صاحب کی تلاوت شامل ہوتی ہے۔ سکھ افراد لنگر (کمیونٹی کچن) میں رضاکارانہ طور پر کھانا پکانے میں مدد کرتے ہیں۔

3. عبادت اور مراقبہ :سکھ "سمران" (خدا کے نام پر دھیان لگانا) کی مشق کرتے ہیں تا کہ ہمیشہ واہگرو کے ساتھ جڑے رہیں۔ اس عمل میں وہ گرو گرنتھ صاحب کی مقدس گانے سنتے یا پڑھتے ہیں۔ سکھ "نیتنم" کے طور پر روزانہ کی عبادات بھی کرتے ہیں۔
4. لنگر (کمیونٹی کچن) :لنگر ایک خود مختار کچن ہے جو تمام لوگوں کو بغیر کسی تفریق کے مفت کھانا فراہم کرتا ہے۔ یہ سکھوں کے برابری اور خدمت کے اصولوں کی عکاسی کرتا ہے۔

3.7 اسلام (Islam)

اسلام ایک عظیم عالمی مذہب ہے جو 7ویں صدی عیسوی میں جزیرہ نما عرب میں پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ قائم کیا گیا۔ اسلام ایک خدا، اللہ، پر ایمان کی بنیاد پر ہے اور مسلمانوں کے نزدیک یہ اللہ کی مرضی کا آخری اور مکمل پیغام ہے جو انسانوں تک پہنچا۔ اسلام کی تاریخ بڑی شاندار رہی ہے اور یہ ایک مکمل مذہبی، ثقافتی اور سماجی نظام پر مبنی ہے۔ آج کل یہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے، جس کے پیروکار ایک ارب سے زیادہ ہیں جنہیں مسلمان کہا جاتا ہے۔

اسلام کے اہم عقائد

1. توحید

اسلام کا بنیادی عقیدہ اللہ کی واحدیت پر ہے۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور نہ ہی اللہ کا کوئی شریک، بیٹا یا بیوی ہے۔ اس کو توحید کہا جاتا ہے۔ اللہ کو ازلی، تمام طاقتور اور تمام جاننے والا سمجھا جاتا ہے، اور وہ کائنات اور اس کی تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ اللہ کے سوا کسی بھی شخص یا چیز کی عبادت کرنا اسلام میں سب سے بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے (جو شرک کہلاتا ہے)۔

2. نبوت

مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ مختلف اوقات میں اللہ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے پیغمبروں کو بھیجا۔ یہ پیغمبر اللہ کے منتخب انسان تھے جو اس کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ اسلام کا آخری اور مکمل پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہیں "سیل آف دی پروفٹس" (پیغمبروں کا مہر) کہا جاتا ہے۔ ان کا پیغام اور پچھلے پیغمبروں (جیسے حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ) کا پیغام اسلام کے عقائد کی بنیاد ہیں۔ ان پیغمبروں کا پیغام ایک ہی تھا، لیکن قرآن جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا، وہ اللہ کا آخری اور مکمل پیغام سمجھا جاتا ہے۔

3. فرشتے

مسلمان فرشتوں کی حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں، جو اللہ کی طرف سے روشنی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ فرشتے اللہ کے پیغامات پہنچانے والے اور اس کے خدمت گزار ہیں اور ان میں آزاد ارادہ نہیں ہوتا۔ یہ فرشتے مختلف فرادی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں جیسے کہ

وحی کا پیغام پہنچانا، انسانوں کے اعمال کا حساب کتاب کرنا، اور موت کے وقت روحوں کو لے جانا۔

4. کتابیں

مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نے مختلف پیغمبروں کے ذریعے اپنی تعلیمات مختلف کتابوں کی صورت میں بھیجیں۔ ان کتابوں کو اسلام میں مقدس سمجھا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں سب سے اہم ہیں:

قرآن: آخری اور سب سے جامع کتاب، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر 23 سالوں کے دوران نازل ہوئی۔ یہ اللہ کا حرف بہ حرف کلام ہے اور تمام زندگی کے معاملات میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

- تورات: حضرت موسیٰ (موسی) پر نازل ہوئی۔
- زبور: حضرت داؤد (داؤد) پر نازل ہوئی۔
- انجیل: حضرت عیسیٰ (عیسی) پر نازل ہوئی۔
- صحائف: حضرت ابراہیم (ابراہم) اور دیگر پیغمبروں پر نازل ہوئے۔

5. یوم قیامت: (Day of Judgment) مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ ایک دن قیامت کا آنا ہے جب تمام انسانوں کو زندہ کیا جائے گا اور ان کے اعمال کی بنیاد پر ان کا حساب لیا جائے گا۔ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کی ہدایات کے مطابق عمل کیا، انہیں جنت میں دائمی سکونت ملے گی، اور جو اللہ کی ہدایات کو نظر انداز کریں گے، انہیں جہنم میں سزا دی جائے گی۔ قیامت کب آئے گی یہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

6. تقدیر

اسلام میں ایمان ہے کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اور جو کچھ بھی کائنات میں ہوتا ہے، وہ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے، چاہے وہ اچھا ہو یا برا۔ تاہم انسانوں کو اپنے عمل کرنے کی آزادی دی گئی ہے اور ان کے اعمال کا حساب قیامت کے دن لیا جائے گا۔

اسلام کے پانچ ارکان

اسلام کے پانچ ارکان عبادت کے ابتدائی اعمال اور وہ بنیادی اصول ہیں جو تمام مسلمانوں کی زندگی کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ پانچ ارکان ہیں:

1. شہادت

شہادت ایمان کا اعلان ہے اور اسلام کا سب سے بنیادی عقیدہ ہے۔ یہ اعلان کرتا ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور آخری پیغمبر ہیں۔" یہ گواہی ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد ہے اور اسلام قبول کرنے کا پہلا قدم ہے۔

2. نماز

نماز روزانہ پانچ بار فرض عبادت ہے جو مسلمانوں کو اللہ سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کا موقع دیتی ہے۔ نماز کے اوقات ہیں: فجر (صبح)، ظہر (دوپہر)، عصر (شام)، مغرب (غروب) اور عشاء (رات)۔

3. زکوٰۃ

زکوٰۃ مال کا ایک حصہ غریبوں اور مستحق افراد کو دینے کی فرض عبادت ہے۔ زکوٰۃ کا مقصد مال کی پاکیزگی اور فلاحی کاموں میں حصہ ڈالنا ہے۔ مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنی سالانہ دولت کا 2.5٪ زکوٰۃ میں دیں۔

4. روزہ

رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنا، جو اسلام کے پانچ ارکان میں شامل ہے، مسلمانوں کو روحانیت میں اضافہ کرنے اور ضرورت مندوں کے لیے ہمدردی پیدا کرنے کا موقع دیتا ہے۔ روزہ صبح سے شام تک رکھنا ہوتا ہے اور اس دوران کھانا، پینا، سگریٹ نوشی اور جنسی تعلقات سے پرہیز کرنا ہوتا ہے۔

5. حج

حج سعودی عرب کے شہر مکہ میں ایک دفعہ زندگی میں فرض عبادت ہے، جو ہر مسلمان پر فرض ہے اگر وہ جسمانی اور مالی طور پر اس کا اہل ہو۔ حج اسلامی مہینے ذوالحجہ میں منعقد ہوتا ہے اور اس دوران مسلمان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔

قرآن اور حدیث

- قرآن: قرآن اسلام کی مرکزی مقدس کتاب ہے، جسے اللہ کا کلام سمجھا جاتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر 23 سالوں میں نازل ہوا۔ قرآن ایک مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے اور اس میں 114 سورۃ اور متعدد آیات شامل ہیں۔
- حدیث: حدیث حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریریں ہیں، جو بعد میں صحابہ کرام نے جمع کیں۔ حدیث قرآن کی رہنمائی کو مکمل کرتی ہے۔

سنت

سنت وہ افعال اور اقوال ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسلک ہیں اور جنہیں مسلمانوں نے اپنی زندگی میں اپنانا ضروری سمجھا ہے۔

3.8 **عیسائیت** (Christianity)

عیسائیت دنیا کے اہم اور مشہور مذاہب میں سے ایک ہے، جو حضرت عیسیٰ مسیح کی زندگی، تعلیمات، اور تحریروں پر مبنی ہے۔ یہ ایک توحیدی مذہب ہے، یعنی عیسائیوں کا ایمان ہے کہ ایک ہی خدا تین افراد میں موجود ہے—خدا باپ، خدا بیٹا (حضرت عیسیٰ مسیح)، اور خدا روح القدس—جسے مقدس تثلیث بھی کہا جاتا ہے۔ عیسائیت کی ابتدا یہودیت سے ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کی بنیاد پر وقت کے ساتھ ایک الگ مذہبی روایت کی تشکیل ہوئی۔

عیسائیت کے بنیادی عقائد

تثلیث (خدا کے تین افراد): عیسائیت کا مرکزی عقیدہ مقدس تثلیث ہے—خدا باپ، خدا بیٹا (حضرت عیسیٰ مسیح)، اور خدا روح القدس۔

عیسائیوں کا ماننا ہے کہ یہ تینوں افراد مختلف ہیں، مگر سب کا مقام یکساں ہے، اور یہ سب ہمیشگی اور برابری میں شریک ہیں۔ یہ خدا کی پیچیدہ نوعیت کی وضاحت کرتا ہے اور عیسائیات کے فلسفہ کا آغاز ہے۔

حضرت عیسیٰ مسیح : حضرت عیسیٰ عیسائیت کی مرکزی شخصیت ہیں، جنہیں خدا کا بیٹا اور انسانوں کا مخلص سمجھا جاتا ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مکمل طور پر الہٰی اور مکمل طور پر انسانی تھے، جو انسانوں کی نجات کے لیے زمین پر آئے۔ ان کی موت، صلیب پر قربانی اور قیامت کو گناہوں کی معافی اور دائمی زندگی کی پیشکش کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

نجات : عیسائیت میں یہ مانا جاتا ہے کہ تمام انسان گناہگار ہیں کیونکہ حضرت آدم اور حوا کی خطا سے انسانوں کو خدا سے دوری ہوئی۔ نجات کو حضرت عیسیٰ کی صلیب پر موت اور ان کی قیامت کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے، جو گناہوں سے آزادی اور دائمی زندگی کا موقع فراہم کرتا ہے۔ نجات ایمان، گناہوں سے توبہ، اور خدا کے فضل کو قبول کرنے سے حاصل کی جاتی ہے۔

بائبل : بائبل عیسائیت کی مقدس کتاب ہے اور یہ دو حصوں میں تقسیم ہے:

- **عہد نامہ قدیم :** بائبل کا پہلا حصہ جو عبرانی بائبل کے مترادف ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ کی ولادت سے پہلے کے واقعات، تخلیق کا قصہ، یہودی تاریخ، قوانین اور مسیحا کی آمد سے متعلق نبوتیں شامل ہیں۔
- **عہد نامہ جدید :** بائبل کا دوسرا حصہ، جو حضرت عیسیٰ کی زندگی، ان کی وزارت، ان کے شاگردوں اور ابتدائی عیسائی کلیسیا کے بارے میں ہے۔ اس میں انجیلیں (متی، مرقس، لوقا، یوحنا)، اعمال الرسل، ابتدائی عیسائی رہنماؤں کے خطوط (رسالے)، اور مکاشفہ کی کتاب شامل ہے۔

خدا کی بادشاہی : عیسائیت کا عقیدہ ہے کہ خدا کی بادشاہی ایک موجودہ حقیقت ہے اور ایک وعدہ کی ہوئی مستقبل کی حالت ہے۔ حضرت عیسیٰ نے بادشاہی کو مومنوں کے دلوں میں روحانی حکومت اور ایک آنے والی مادی بادشاہی کے طور پر بیان کیا، جب خدا انصاف، امن، اور ہم آہنگی کے ساتھ دنیا کو بحال کرے گا۔ عیسائیوں کا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ کا دوسرا آنے والا وقت ہو گا جب خدا کی بادشاہی مکمل طور پر قائم ہو جائے گی۔

آخرت : عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کو قیامت کے دن فیصلہ کیا جائے گا۔ جو لوگ حضرت عیسیٰ کو اپنے نجات دہندہ کے طور پر قبول کرتے ہیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، وہ جنت میں جائیں گے، جو خدا کے ساتھ دائمی زندگی اور تعلق کا مقام ہے۔ جو لوگ خدا کا انکار کرتے ہیں، وہ ہمیشہ کے لیے خدا سے الگ ہو جائیں گے، جسے عموماً جہنم کہا جاتا ہے۔

مقدس رسوم : بیشتر عیسائی فرقے مقدس رسومات یا مذہبی عبادات کو اہمیت دیتے ہیں جنہیں خدا کے فضل کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ تسلیم شدہ رسومات یہ ہیں:

- **بپتسمہ :** عیسائی عقیدہ میں ایمان کی قبولیت کا نشان، جو گناہوں سے پاکیزگی اور حضرت عیسیٰ مسیح میں نئی زندگی کی علامت ہے۔ یہ عموماً پانی میں چھڑکاؤ یا غوطہ لگانے کے ذریعے ادا کیا جاتا ہے۔
- **عشاء ربانی (مقدس کمیونین) :** حضرت عیسیٰ اور ان کے شاگردوں کے آخری عشائیے کی یاد میں ایک رسم، جس میں عیسائی لوگ

روٹی اور شراب کو حضرت عیسیٰ کے جسم اور خون کی نمائندگی کے طور پر کھاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ مسیح کی زندگی

حضرت عیسیٰ مسیح، جن کی ولادت 4 قبل مسیح میں بیت اللحم، یہودیہ (جو اب اسرائیل ہے) میں ہوئی، عیسائیوں کے نزدیک خدا کے بیٹے اور انسانوں کے نجات دہندہ ہیں۔ عیسائیوں کے مطابق حضرت عیسیٰ کی زندگی معجزات، محبت، معافی اور نجات کی تعلیمات سے بھری ہوئی تھی، اور وہ خدا کی بادشاہی کے بارے میں انقلابی پیغامات دے رہے تھے۔

حضرت عیسیٰ کی وزارت تقریباً30 سال کی عمر میں شروع ہوئی، اور اس دوران انہوں نے معجزے کیے، تعلیم دی، اور اپنے پیروکاروں کا ایک حلقہ تیار کیا۔ انہیں تقریباً33 سال کی عمر میں رومی حکومت نے صلیب پر سزائے موت دی۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ موت انسانوں کے تمام گناہوں کا کفارہ تھی۔ تین دن بعد، عیسائیوں کے مطابق، حضرت عیسیٰ جسمانی طور پر زندہ ہوگئے (قیامت) اور اس طرح انہوں نے گناہ اور موت پر اپنی فتح کا اظہار کیا۔ یہ واقعہ ہر سال ایسٹر اتوار کو یاد کیا جاتا ہے۔

عیسائیت کی اہم شاخیں

عیسائیت ایک واحد اور یکساں مذہب نہیں ہے بلکہ اس کی کئی شاخیں ہیں، جن کی اپنی مختلف عبادات، کتابوں کی تشریحات اور روایات ہیں۔ عیسائیت کی تین بڑی شاخیں یہ ہیں:

- **رومن کیتھولک**: رومن کیتھولک چرچ دنیا میں سب سے بڑا عیسائی فرقہ ہے، اور اس کے ایک ارب سے زیادہ پیروکار ہیں۔ کیتھولک عقیدہ ہے کہ پاپا روحانی رہنما ہیں اور سینٹ پیٹر کے جانشین ہیں۔ کیتھولک چرچ روایت، سات مقدس رسومات اور خاص طور پر حضرت مریم کی عزت افزائی پر زور دیتا ہے۔
- **پروٹسٹنٹ**: پروٹسٹنٹیت 16ویں صدی میں کیتھولک چرچ میں اصلاحات کی تحریک کے طور پر شروع ہوئی تھی، جو اسے فاسد اور بدعنوان سمجھتے تھے۔ اس میں مختلف فرقے شامل ہیں جیسے بیپٹسٹس، لوتھرین، میتھوڈسٹ، انگلکین، اور پینٹی کوسٹلز۔ پروٹسٹنٹس کا ایمان ہے کہ کتاب مقدس ہی واحد اقتدار ہے (سولا اسکرپٹورا) اور وہ عام طور پر دو رسومات—بپتسمہ اور کمیونین—پر عمل کرتے ہیں۔
- **مشرقی آرتھوڈوکس**: مشرقی آرتھوڈوکس عیسائیت کا دوسرا سب سے بڑا فرقہ ہے، جس کے پیروکار زیادہ تر مشرقی یورپ، مشرق وسطیٰ، اور افریقہ میں ہیں۔ آرتھوڈوکس چرچ میں عبادات، روایات اور سات مقدس رسومات پر زور دیا جاتا ہے۔ کیتھولک کی طرح، وہ سنتوں اور حضرت مریم کی عزت کرتے ہیں، لیکن پاپائیت کو تسلیم نہیں کرتے اور ان کا نظام حکومت کونسلر پر مبنی ہے۔

عیسائی عبادات اور رسوم

عیسائی عبادات مختلف فرقوں میں مختلف ہوتی ہیں، تاہم کچھ چیزیں مشترک ہیں:

- **کلیسیائی خدمات**: عیسائی ہفتے کے دن عبادت کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں، عموماً اتوار کو، تاکہ بائبل سے پڑھ سکیں، گانے گا سکیں، اور دعا کر سکیں۔

- **دعا:** دعا عیسائیت کا ایک اہم جزو ہے، جس میں عیسائی خدا سے رہنمائی، قوت، اور معافی کے لیے دعا کرتے ہیں۔

3.9 اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے سے ہمیں ہندوستان کے اہم مذاہب جیسے کہ ہندو مت، سکھ مت، جین مت، بدھ مت، اسلام اور عیسائیت کے بارے میں تفصیل سے معلومات حاصل ہوئی۔

3.10 فرہنگ (Glossary)

ہندومت: یہ ایک قدیم عالمی مذہب ہے جو ہندوستانی برصغیر میں پیدا ہوا۔ یہ نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ روحانیت اور ثقافت کا ایک گہرا اور کثیر الجہتی نظام ہے۔

بدھ مت: یہ دنیا کے قدیم اور وسیع پیمانے پر پھیلنے والے مذاہب میں شامل ہے۔ یہ 5 ویں اور 4 ویں صدی قبل مسیح میں قدیم ہندوستان میں سدھارتھ گوتم کی تعلیمات کے ساتھ شروع ہوا، جنہیں عام طور پر بدھ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

عیسائیت: یہ دنیا کے اہم اور مشہور مذاہب میں سے ایک ہے، جو حضرت عیسیٰ مسیح کی زندگی، تعلیمات، اور تحریروں پر مبنی ہے۔

اسلام: یہ ایک عظیم عالمی مذہب ہے جو 7 ویں صدی عیسوی میں جزیرہ نما عرب میں پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ قائم کیا گیا۔

3.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سولات (Objective Answer Type Questions)

1۔ اپنشید کس مذہب کی مقدس کتاب ہے؟

(a) ہندومت　　(b) جین مت

(c) بدھ مت　　(d) عیسائیت

2۔ سکھ مذہب کے بانی درج ذیل میں سے کون ہیں؟

(a) سدھارتھ گوتم　　(b) گرونانک دیو جی

(c) دونوں　　(d) ان میں سے کوئی نہیں

3۔ اسلام کے کتنے ارکان ہیں؟

(a) سات　　(b) آٹھ

(c) دس　　(d) پانچ

4۔ تثلیث کاعقیدہ کس مذہب سے متعلق ہے؟

(a) عیسائیت سے (b)اسلام سے

(c)بدھ مت سے (d)جین مت سے

5۔ تِرتھنکر کا تعلق کس مذہب سے ہے؟

(a)جین مت سے (b)اسلام سے

(c)عیسائیت سے (d)بدھ مت سے

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. اسلام کے ارکان کے بارے میں مختصراً بیان کیجئے۔
2. سکھ مت پر ایک مختصر مضمون لکھئے۔
3. بدھ مت کے عقائد کو مختصراً بیان کیجئے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہندو مت پر ایک تفصیلی مضمون لکھئے۔
2. سکھ مت کے بارے میں تفصیل سے بتائیے۔

اکائی 4۔ لسانی کثرت اور ثقافت

(Linguistic Diversity and Culture)

اکائی کے اجزا

4.0	تمہید
4.1	مقاصد
4.2	ہندوستان کی لسانی کثرت
4.3	ثقافت کی تعریفیں
4.4	ثقافت کی خصوصیات
4.5	ثقافت کے افعال
4.6	ثقافت کی قسمیں
4.7	ثقافت اور سماج
4.8	ثقافتی اضافیت
4.9	اکتسابی نتائج
4.10	فرہنگ
4.11	نمونہ امتحانی سوالات

4.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان کئی اعتبار سے دنیا کے متنوع ممالک میں سے ایک ہے۔ اس کی ایک انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ اس ملک میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ایک مشہور کہاوت ہندوستانی لسانی تنوع کو ظاہر کرتی ہے۔"کوس کوس پر بدلے پانی، چار کوس پر بانی" یعنی ہندوستان میں بولی جانے والی زبان ہر چار میل پر بدلتی ہے اور ہر میل پر پانی کا مزہ بدلتا ہے۔ ہندوستان میں لسانی تنوع کی اہمیت کا اندازہ 2011 کی مردم

شماری کی رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے جس کے مطابق ہندوستان میں 121 اہم زبانیں اور 1599 دیگر زبانیں ہیں۔ ان میں سے 22 زبانوں کو دستور کے آٹھویں شیڈول کے مطابق شیڈول زبانوں کا درجہ دیا گیا ہے۔ ہر زبان کے بولنے والوں کی تعداد بھی بدلتی رہتی ہے۔ 14 زبانیں ایسی ہیں جن کے بولنے والوں کی تعداد دس ملین سے بھی زیادہ ہے۔ 32 زبانوں کے بولنے والے افراد ایک ملین سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ ان میں سے ایک زبان ایک مخصوص ریاست میں زیادہ بولی جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں ہر ریاست کی ایک اپنی سرکاری زبان بن گئی۔ اس اکائی میں ہم ہندوستان کے لسانی اور ثقافتی کثرت کو تفصیل سے جاننے کی کوشش کریں گے۔

4.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں؛

طلبہ کو ہندوستان کی لسانی کثرت سے متعارف کرانا۔

ان کو ثقافت کی تعریف اور اس کی خصوصیات سے واقف کرانا۔

انہیں ثقافت کے افعال اور اس کے اقسام کے بارے معلومات پہنچانا۔

نیز انہیں ثقافت اور سماج اور ثقافتی اضافیت کے بارے میں بنیادی سمجھ سے واقف کرانا۔

4.2 ہندوستان کی لسانی کثرت (Linguistic Diversity in India)

ہندوستان دنیا کا سب سے زیادہ لسانی اور ثقافتی کثرت رکھنے والا ملک ہے۔ ملک کے بڑے جغرافیائی رقبے، اس کی بھرپور تاریخ، اور کثیر الثقافتی آبادی نے زبانوں، رسم و رواج، روایات، فنون اور مذہبی طریقوں کا ایک منفرد امتزاج پیدا کیا ہے۔ یہ کثرت ہندوستان کی شناخت کا لازمی حصہ ہے اور اس نے اس کے سماجی، سیاسی، اور ثقافتی منظر نامے کو متاثر کیا ہے۔ یہاں چھ زبانوں کو کلاسیکی زبان کا درجہ دیا گیا ہے۔ ان میں کنڑا، ملیالی، اڑیا، سنسکرت، تامل اور تلگو زبانیں شامل ہیں۔ ان کا ایک ریکارڈ ہے کہ یہ زبانیں 1500 سال سے زیادہ عرصے تک بولی گئیں اور ان کا ایک ادبی سرمایہ بھی ہے۔ کسی عصری زبان کو کلاسیکی زبان کا درجہ حاصل کرنے کے لیے اس کا حقیقی زبان ہونا ضروری ہے اور وہ کسی دوسری زبانوں کا مرکب نہیں ہونا چاہیے جیسے بولی۔ کچھ لوگ اپنی مادری زبان کو سرکاری اور شیڈول زبان کا درجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستانی زبانوں کو کلاسیکی زبانوں کی فہرست میں شامل کرانا چاہتے ہیں۔ ایک بار جب کسی زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے تب وزارت تعلیم اس زبان سے وابستہ اسکالرس کو بین الاقوامی ایوارڈس عطا کرتی ہے۔ مطالعاتی مراکز (Study Centres) قائم کرتی ہے اور یونیورسٹیوں کو فنڈس دیتے ہوئے اس زبان کی ترقی اور ترویج کی ہدایت دیتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہندوستان کے دستور نے پورے ملک کے لیے کوئی قومی زبان کی نشاندہی نہیں کی۔ سرکاری شیڈول زبانوں میں ہندی کو مادری زبان کہنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ اس کے بولنے والوں کی تعداد 528 ملین ہے یعنی ہندوستان کی آبادی کا 44 فیصد حصہ ہندی زبان بولتا

ہے۔اس کے بعد بنگالی زبان کا نمبر آتا ہے۔اس کے بولنے والے افراد تقریباً97ملین ہے یعنی کل آبادی کا8فیصد۔ مراٹھی بولنے والوں کی تعداد 83ملین ہے جو اس ملک کی آبادی کا 7فیصد ہے۔ تلگوزبان بولنے والے افراد81ملین کے قریب ہیں یعنی ملک کی آبادی کا تقریباً6فیصد۔2011کی مردم شماری کے مطابق بقیہ سرکاری زبانوں کے بولنے والوں کی تعداد دوسے چار فیصد کے درمیان ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہندوستان کی کثیر آبادی کی وجہ سے ان ہندوستانی زبانوں کے بولنے والے افراد کی تعداد دنیا کی بڑی زبانوں کے بولنے والے افراد کی تعداد سے زیادہ ہے جیسے 2020میں 77.2ملین افراد کوریائی زبان(Korean Language) بولتے تھے اور 67ملین افراد اطالوی(Italian)زبان بولتے تھے۔

ہندوستان کی زبانوں کی ان کے مختلف لسانی ماخذوں کی بنیاد پر زمرہ بندی کی گئی ہے اور جن کا رسم الخط بھی الگ ہے۔ اہم لسانی خاندانوں میں دراوڑی، ہند آریائی اور سینو تبتی (چین تبت)شامل ہیں۔ بوڈو سینو تبتی زبان ہے جو شمال مشرقی ہندوستانی ریاستوں میں بولی جاتی ہے جن کے بولنے والوں کی تعداد1.4 ملین ہے۔ جنوبی ہندوستان کی علاقائی یامادری زبانوں کی قواعد اور رسم الخط کی جڑیں دراوڑی زبان میں پیوست ہیں۔ وسطی اور شمالی ہندوستان میں مستعمل زبانیں ہند آریائی خاندانوں کا حصہ ہیں۔ کئی وسطی اور شمالی ہندوستان کی زبانیں ہند آریائی رسم الخط استعمال کرتی ہیں جوناگری اسکرپٹ سے ماخوذ ہیں۔ عصری تبدیلیوں کے مطابق ہندی میں دیوناگری رسم الخط کااستعمال ہوتا ہے۔ گجراتی، پنجابی اور مراٹھی زبانیں ناگری ماخوذ رسم الخط یا دیوناگری کا استعمال کرتی ہیں۔ ان کے حروف میں فرق پایاجاتا ہے۔

اسی طرح جدید ہندی اوراردو قواعد کے اعتبار سے مشابہ ہیں لیکن یہ ذخیرۂ الفاظ اور رسم الخط کے اعتبار سے الگ الگ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اردو میں پرسو۔عربک(Perso-arabic)اسکرپٹ کے تبدیل شدہ رسم الخط کا استعمال ہوتا ہے۔ ہندی اور اردو کو اکثر ایک ہی زبان سمجھا جاتا ہے۔ جس کے دو رسم الخط ہیں۔ ایک عام سمجھ ہے کہ ہندی اور اردو بولنے اور لکھنے کا فرق ہندوؤں اور مسلمانوں میں مذہبی تقسیم کرتا ہے۔ مردم شماری یاسرکاری ریکارڈ میں ہندوؤں کو ہندی بولنے والوں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ اردو بولنے والوں کو مسلمانو ں کی فہرست میں شامل کرلیا گیا ہے۔ عملی طور پر ہندی اور اردو بولنے والوں میں فرق پیچیدہ نوعیت کا ہے۔لسانی حدود کا تعین زیادہ تر جغرافیائی محل وقوع اور ہم زبان لوگوں کی کمیونٹی پر ہوتا ہے۔

ہندوستان کے کثیر اللسان ہونے کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہر مادری زبان یا علاقائی زبان کا تعلق ایک یا زائد ریاستوں سے ہوتا ہے۔ ہندوستان کی28ریاستوں کی تشکیل لسانی بنیادوں پر کی گئی۔ آزادی کے بعد 1953ء میں آندھرا پردیش کی تشکیل تلگوزبان بولنے والے افراد کے لیے کی گئی۔ آندھرا پردیش کا قیام تلگو بولنے والوں کے کئی ہڑتالوں اور احتجاجی مظاہروں کے بعد عمل میں آیا۔ ان ہڑتال کرنے والوں میں مشہور جہدکار پوٹی سری راملو (Potti Sriramulu) کانام نمایاں ہے جنہوں نے تلگوریاست کے قیام کے لیے 1952ء میں بھوک ہڑتال شروع کی اور اپنی جان دے دی۔ آخر کار 1953ء میں تلگو اور تامل علاقوں کے درمیان تقسیم عمل میں آئی اور ایک نئی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ یہ علاقہ برطانوی دور میں مدراس پریسیڈنسی کہلاتا تھا۔ آزادی کے فوراً بعد ملک نے انہی سیاسی صوبوں کو برقرار رکھا جونوآبادیاتی حکمرانی میں تھے۔ آزاد ہندوستانیوں کے مطابق نئی حکومت میں اس سے صحیح نمائندگی نہیں ہوپائی۔ آندھرا پردیش کے لیے ریاستی تشکیل نو کی تحریک عروج پر تھی۔ دھار کمیشن کا قیام عمل میں آیا اور لسانی کمیونٹیاں اور گروہ جو ایک ہی زبان

بولتے ہیں ان کے لیے از سر نو ریاستی حدود کا جائزہ لینے کا حکم دیا گیا۔ کمیشن نے 1956ء میں دی اسٹیٹ ری آرگنائزیشن ایکٹ (The State Reorganization Act) کو مدون کیا جس کے مطابق ریاستوں کو لسانی گروہوں میں منظم کرنے کی ہدایت دی گئی اور ریاستوں کو برطانوی حکمرانی میں تقسیم کردہ طریقہ کار کو ترک کرنے کے لیے کہا گیا۔

ہندوستان کی عصری سیاست میں کثیر لسانی تصور نے اہم رول ادا کیا ہے۔ ریاستوں کی حد بندی زبان کے گروہوں کی بنیاد پر کی گئی کیوں کہ ہندوستان میں زبانیں کسی بھی انسان کی شناخت کا اہم ذریعے ہے۔ ہندوستان کے مختلف تمدنی اور مذہبی گروہوں کے افراد کی اپنی ایک شناخت ہے جو ان کو دوسرے گروہوں سے زبان کی بنیاد پر علاحدہ کرتی ہے۔ ہندوستان تمدنی، نسلی اور مذہبی اعتبار سے مختلف یا متنوع ہے۔ زبان کے ذریعے ہی لوگ اپنی گروہی شناخت کو برقرار رکھتے ہیں۔ شناخت کی سیاست نے مادری زبان کو سیاسی جدوجہد کا ذریعے بنایا ہے۔ اسٹیٹ ری آرگنائزیشن ایکٹ (State Reorganization Act) کے مصنفین نے محسوس کیا کہ جمہوری اشتراکیت میں اضافے کے لیے مقامی آبادی اپنی مادری زبان میں رسائی حاصل کرتے ہوئے سرکاری پروگراموں میں حصہ لے سکتی ہے۔ زبان شناخت کی بنیاد ہے۔ اسی لیے 1947ء میں آزادی کے بعد نئی ریاستوں کی حدود کو زبان کی بنیاد پر اہمیت دی گئی۔

ہندوستان کے آئین کے آٹھویں شیڈول میں 22 زبانوں کو باضابطہ طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ ملک کا لسانی کثرت بہت زیادہ ہے، یہاں 1,600 سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں۔ یہ زبانیں مختلف زبان خاندانوں میں آتی ہیں، جن میں سب سے اہم خاندان یہ ہیں:

1. **ہند آریائی زبانیں:**

- بیشتر ہندوستانی زبانیں ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، جو کہ انڈو یورپی زبان خاندان کا حصہ ہے۔
- مثالیں: ہندی، بنگالی، پنجابی، گجراتی، مراٹھی، اڑیہ، آسامیز، میتھلی، بھوجپوری وغیرہ۔
- ہندی، جو دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے، سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے اور ہندوستان کی سرکاری زبان ہے۔ انگریزی بھی سرکاری اور انتظامی کاموں میں بڑے پیمانے پر استعمال ہوتی ہے۔

2. **دروِیڈی زبانیں**

یہ زبانیں بنیادی طور پر ہندوستان کے جنوبی علاقے میں بولی جاتی ہیں، جن میں تمل، تیلگو، کنڑ اور ملیالم شامل ہیں۔ تمل دنیا کی سب سے قدیم زندہ زبانوں میں سے ایک ہے اور اسے ایک کلاسیکی زبان کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے، اور تمل ناڑو اور دیگر تمل بولنے والے علاقوں میں اس کا گہرا ثقافتی تعلق ہے۔

3۔ **تبتو برمن زبانیں**

یہ زبانیں ہندوستان کے شمال مشرقی حصوں میں بولی جاتی ہیں، جیسے آسام، اروناچل پردیش، ناگالینڈ، منی پور اور میزورم کے کچھ حصے۔ ان میں بدو، ناگا، خاسی وغیرہ شامل ہیں۔

4۔ آسٹر وریاسی زبانیں

یہ زبانیں ہندوستان کے وسطی اور مشرقی حصوں میں غالب ہیں۔ مثالیں: سانتالی، خاسی، مونڈ ہ وغیرہ۔

5۔ دیگر زبانیں

- ان اہم زبانوں کے علاوہ، ہندوستان میں بہت سی چھوٹی زبانوں کے گروہ بھی ہیں، خاص طور پر شمال مشرقی اور مرکزی ہندوستان کے حصوں میں، جو لسانی کثرت کو بڑھاتے ہیں۔
- ہندوستان کی کثیر لسانیت اس لیے مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے کیونکہ ہر زبان کے اندر مختلف بولیاں بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر، دہلی میں بولی جانے والی ہندی، راجستھان یا بہار کی ہندی سے مختلف ہو سکتی ہے۔

6۔ سرکاری زبانیں

- ہندی ہندوستان کی قومی زبان ہے، لیکن انگریزی انتظامی، قانونی، اور تعلیمی مقاصد کے لیے بڑے پیمانے پر استعمال ہوتی ہے۔
- ریاستوں اور علاقوں میں اپنی اپنی سرکاری زبانیں ہیں، جیسے بنگالی مغربی بنگال میں، تمل تمل ناڈو میں، تیلگو آندھرا پردیش میں وغیرہ۔
- **زبان کی سیاست** :زبان کا کثرت بعض اوقات سیاسی تحریکوں کا سبب بنتا ہے جو علاقائی زبانوں کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، مہاراشٹر میں مراٹھی کو سرکاری زبان تسلیم کرنے کا مطالبہ یا آئین کے آٹھویں شیڈول میں دیگر علاقائی زبانوں کو شامل کرنے کا مطالبہ۔

4.3 ثقافت کی تعریفیں (Definitions of Culture)

ہر سماج میں کسی نہ کسی قسم کی ثقافت ضرور پائی جاتی ہے۔ تمدن ہی انسان کو عام حیوانات سے ممتاز بناتی ہے۔ انسان کی انفرادی اور سماجی زندگی اس کے تمدن کا عکس ہوتی ہے۔ تمدن انسانی زندگی کی تشکیل کرتی ہے اور اس کی نوعیت اکتسابی ہوتی ہے۔

ثقافت کی اصطلاح لاطینی لفظ ' Colere ' سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی نشونما پانا، تربیت پانا یا پرورش پانا ہے۔ کسی بھی سماج کی ثقافت میں مشترک اقدار، فہم، خیالات وتصورات اور مقاصد شامل ہوتے ہیں جن کو پچھلی نسلوں سے حاصل کرتے ہوئے سماج کے موجودہ اراکین پر نافذ اور اگلی نسلوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔ بعض وقت ہم کسی فرد کو تمدن یافتہ یا مہذب انسان کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرد چند مخصوص خصوصیات کا حامل ہے جیسے اس کا انداز گفتگو، آداب، زبان وادب، موسیقی اور مصوری وغیرہ سے لگاؤ۔ ان خصوصیات کی بنا پر وہ دوسروں سے منفرد اور ممتاز ہو جاتا ہے۔ ان معنوں میں ثقافت سے مراد فرد کی چند شخصی صفات ہیں لیکن سماجی علوم میں ثقافت کی اصطلاح کا استعمال اس مفہوم میں نہیں کیا جاتا۔

بعض اوقات تمدن کا استعمال کسی تقریب، کسی پروگرام یا کسی کلچرل پروگرام کے لیے کیاجاتا ہے۔اس مفہوم میں تمدن کی شناخت، جمالیات یا فنون لطیفہ جیسے موسیقی،ڈرامہ یا رقص کے پروگراموں سے ہوتی ہے۔یہ بھی لفظ تمدن کے تکنیکی مفہوم سے بالکل الگ ہے۔

تمدن کا استعمال سماجیات اور انسانیات میں یکساں معنوں میں ہوتا ہے۔تمدن سے مراد انسانوں کی طرز زندگی، برتاؤ،عقائد،احساسات اور افکار ہیں۔اس کے علاوہ اس میں ہروہ چیز شامل ہیں جس کولوگوں نے سماجی افراد کے طورپر حاصل کیا ہو۔کئی ماہرین انسانیات نے تمدن کی تعریف مختلف طریقوں سے کی ہے جس کو ہم ذیل میں جاننے کی کوشش کریں گے۔

1۔ **ایڈورڈ بی ٹائیلر** نے تمدن کی تعریف اس طرح کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ” ثقافت وہ پیچیدہ نظام ہے جس میں علم،عقائد، اخلاق، قوانین، رسومات اورایسی دیگر صلاحیتیں اور عادات شامل ہیں جن کو انسان سماج کے رکن کی حیثیت سے حاصل کرتا ہے۔“

2۔ **میلی نوسکی** تمدن کوانسانی ضروریات کے رد عمل سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ تمدن کو ایک اہم حقیقت تصور کرتا ہے، اور اسے ایک حیاتیاتی(Biological) اور اخذ کردہ(Derived)ضروریات کی تسکین کے لیے اپیریٹس یا آلات(Apparatus) کے طور پر سمجھتاہے۔

3۔ **ڈیوڈ بڈنی** کہتا ہے کہ ثقافت زرعی حقائق (کاشت کاری)، مصنوعات(صنعتیں)، سماجی حقائق(سماجی تنظیم) اور ذہنی حقائق (زبان، مذہب، آرٹ وغیرہ) کی پیداوار یا حاصل ہے۔

4۔ **میک آئیور اور پیج** کے مطابق تمدن اسٹائیل(طرز)، اقدار، جذباتی وابستگیوں اور ذہنی کارناموں کا میدان ہے۔ یہ ہماری روز مرہ کی طرز زندگی اور طرز فکر کا اظہار ہے جو آرٹ، ادب، بین عمل اور لطف اندوزی کے طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

5۔ **رابرٹ برسٹیڈ** کا خیال ہے کہ ثقافت وہ سنجیدہ نظام ہے جو سماج کے رکن کی حیثیت سے ہمارے سوچنے اور کام کرنے کے طریقوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

6۔ **سنگر** کے مطابق تمدن کی موجودہ تعریفیں بہت زیادہ رسمی اور مجرد ہیں۔ تمدن کی تعریف عام طور پر برتاؤ یا کردار کے طور پر کی جاتی ہے جس کا سماجی تعلقات اور مادی مصنوعات کے ذریعے مشاہدہ کیاجاتا ہے۔

7۔ **پھاٹک، بھگت اور کشلک** نے تمدن کو ایسا تصور قرار دیا ہے جسے دنیا کے مختلف مقامات میں کئی سماجی علوم میں انسانی فکر کے طریقوں میں تبدیلی کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیاجاتا ہے۔

8۔ **جے پی لیڈرک(J.P Lederach)** کے مطابق ثقافت میں مشترکہ معلومات اوراسکیمیں شامل ہیں جسے افراد کے ایک گروہ نے سمجھنے، تشریح کرنے، اپنے اطراف کی سماجی حقیقتوں کے اظہار کرنے اور ان کے رد عمل کے لیے تشکیل دیا ہے۔

9۔ **آر لنٹن(R.Linton)** کے مطابق ثقافت اکتسابی برتاؤ اور برتاؤ کے نتائج کی شکل ہے۔ جس کے اجزا اور عناصر مشترک ہوتے ہیں اور مخصوص سماج کے اراکین کے ذریعے منتقل کیے جاتے ہیں۔

10۔ **جی ہاف اسٹیڈ(J. Hofstede)** کہتا ہے کہ ثقافت ذہن کی اجتماعی پروگرامنگ ہے جو ایک زمرہ کے لوگوں کو دوسروں سے الگ

کرتا ہے۔

11۔ **مجمدار** کے مطابق ثقافت انسان کے ماڈی اور غیر ماڈی کارناموں کا مجموعہ ہوتا ہے اور سماجیاتی اعتبار سے روایات اور مواصلات کے ذریعے عمودی اور افقی اقدار میں قابل منتقلی ہوتا ہے۔

اس طرح عام معنوں میں ثقافت سے مراد وہ برتاوی نمونے ہیں، جن کو علامات کے ذریعے سماجی اعتبار سے حاصل اور منتقل کیا جاتا ہے۔اس میں زبان،روایات،رسومات اورادارے شامل ہیں۔

4.4 ثقافت کی خصوصیات (Characteristics of Culture)

مندرجہ بالا تعریفات کی بنیاد پر ثقافت کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

i. **ثقافت اکتسابی ہوتی ہے :** ثقافت حیاتیاتی طریقے سے منتقل نہیں ہوتی بلکہ سماج کاری کے طریق کے ذریعے اس کو سیکھا جاتا ہے۔ ہرسکوٹز (Herskovits) نے ثقافتیت (Enculturation) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ثقافتیت کے ذریعے فرد سماج کے ابتدائی آداب اور طور طریقے سیکھتا ہے۔ ہاتھ ملانا، سلام کرنا، شکریہ ادا کرنا، برتن میں کھانا، اخبار بینی، کار چلانا وغیرہ۔ یہ سماج کے وہ طور طریقے ہیں جن کو فرد سماج میں رہتے ہوئے سیکھتا ہے۔ فرد کی یہ اکتسابی صلاحیت اس کو دوسرے حیوانات سے ممتاز بناتی ہے۔

ii. **ثقافت ترسیلی ہوتی ہے:** یعنی فرد کی ترسیلی صلاحیت کی وجہ سے ثقافتی خصوصیات اور ثقافتی اجزا ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتے ہیں جیسے رسومات، روایات، عقائد، خیالات، اقدار، اخلاق وغیرہ نسل در نسل منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

iii. **ثقافت سماجی ہوتی ہے :** ثقافت علاحدگی میں تشکیل نہیں پاتی۔ ثقافت سماج کی پیداوار ہے۔ فرد کے معیارات اور برتاؤ ایک مخصوص گروہی ثقافت کی نمائندگی کرتے ہیں جس میں وہ رہتا ہے۔ انسان سماجی ماحول میں رہتے ہوئے انسانی صفات اور طور طریقوں کو راست یا بالراست طور پر اپناتا ہے اور اس کے سیکھنے کے اقدار اور طور طریقے سماجی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اس طرح ثقافت بھی سماجی ہوتی ہے۔

iv. **ثقافت مجموعی اور جاری رہتی ہے:** ثقافتی طریق ایک مسلسل اور جاری رہنے والا عمل ہے جو تاریخی ترقی کے ذریعے مجموعی نوعیت اختیار کرتا ہے۔ ثقافت کی مثال ایک قسم کے نہر جیسی ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل میں آبیاری کرتی ہے۔ لنٹن جیسے ماہر سماجیات نے ثقافت کو انسانی سماج کا ورثہ کہا ہے۔

v. **ثقافت حرکی اور مطابقتی ہوتی ہے :** مختلف ثقافتی پہلو نئے ماحول یا طبعی اور سماجی ماحول کے چیلنجوں سے مطابقت پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح یہ حرکی ہوتی ہے۔ ثقافت طبعی دنیا کے بدلتے حالات سے مطابقت پیدا کرتی ہے اور یہ فطری ماحول میں مداخلت کرتے ہوئے افراد کو مطابقت پیدا کرنے میں مدد دیتی ہے۔

vi. **ثقافت تسکین دہ ہوتی ہے :** ثقافت مناسب مواقع فراہم کرتے ہوئے خواہشات کی تکمیل کے لیے ذرائع فراہم کرتی ہے۔ یہ ضروریات سماجی یا حیاتیاتی ہوتے ہیں۔ ایک جانب روٹی، کپڑا اور مکان کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسری جانب نام، شہرت اور دولت کی خواہش ہوتی ہے۔ ان کی تکمیل ثقافتی ذرائع اور ثقافتی طور طریقوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ یہ فرد کی مختلف سرگرمیوں کا تعین اور رہنمائی کرتی ہے۔ دراصل ثقافت ایک ایسا طریق ہے جس کے ذریعے فرد اپنی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔

vii. **ثقافت کی نوعیت ایک سماج سے دوسرے سماج میں مختلف ہوتی ہے :** ہر سماج کی اپنی ایک ثقافت ہوتا ہے جو دوسرے سماج سے علاحدہ ہوتی ہے۔ رسومات، روایات، اخلاق، عقائد وغیرہ جیسے ثقافتی اجزا ہر سماج میں یکساں نہیں ہوتے۔ وقت کے ساتھ ثقافت میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ کوئی ثقافت مستقل یا غیر تغیر پذیر نہیں ہوتی۔

viii. **ثقافت مجرد ہوتی ہے :** ثقافت افراد کے ذہنوں یا عادات واطوار میں موجود رہتی ہے۔ ثقافتی فکر اور عمل کے مشترک طریقے ہیں۔ ثقافتی برتاؤ کی نمو داری کے کچھ درجات ہوتے ہیں۔ افراد کی باقاعدہ سرگرمیوں سے لے کر ان سرگرمیوں کو انجام دینے کے اندرونی وجوہات ہیں۔ بہ الفاظ دیگر ہم ثقافت کو دیکھ نہیں سکتے صرف انسانی برتاؤ کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ برتاؤ باقاعدہ اور پیٹرن فیشن (Pattern Fashion) میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔

ix. **ثقافت برتاؤ کی پیداوار ہے :** فرد برتاؤ کے نمونوں کو ثقافت کے ذریعے سیکھتا ہے۔ فرد کے برتاؤ کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ وہ تیرنا سیکھتا ہے، دوسروں سے نفرت کرتا ہے، یا کسی کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتا ہے۔ یہ اس کے سابقہ برتاؤ کی نشانیاں ہیں۔ دونوں صورتوں میں انسانی برتاؤ اس کے برتاؤ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ دوسروں کے تجربات سے فرد متاثر ہوتا ہے اور اس کی کئی ثقافتی خصوصیات اور صلاحیتیں اس کے اپنے ماضی کے برتاؤ کی پیداوار ہوتی ہیں۔

x. **ثقافت میں رجحانات اقدار اور علم شامل ہیں:** لوگوں کی سوچ میں ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے خیالات، رجحانات اور تصورات کو اپنا ذاتی سمجھتے ہیں۔ کسی کے رویوں اور نظریات کی انفرادیت کا جائزہ لینا آسان ہوتا ہے۔ جب دوسرے لوگوں کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے تو اس میں کسی کے اختلافی نظریات پر بہت زیادہ دزور نہیں ہوتا مگر جب نااتفاقی یا اختلاف ہوتا ہے تو عام طور پر اسے اجاگر کیا جاتا ہے۔ تاہم، اختلافات ثقافتی بھی ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص کیتھولک ہے اور دوسرا شخص پروٹسٹنٹ، ایسے میں اختلافات ثقافتی ہوتے ہیں۔

xi. **ثقافت میں مادی اشیا بھی شامل ہوتی ہیں :** انسان کے برتاؤ کی وجہ سے اشیا کی تخلیق ہوتی ہے۔ اشیا کی تیاری میں بے شمار اور مختلف مہارتوں اور ہنر کی ضرورت ہوتی ہے جن کو افراد طویل عرصے سے حاصل کرتے آرہے ہیں۔ انسان کسی نہ کسی چیز کی تخلیق کرتا آرہا ہے۔ انسان کو یہ خیال آتا رہتا ہے کہ وہ حقیقتاً فولاد کو یا جنگی جہاز کو نہیں بناتا بلکہ یہ تمام اشیا اولاً فطری حالت میں پائی جاتی ہیں۔ انسان صرف ان کی ہیئت کو بدل دیتا ہے۔ یعنی ایک شکل سے دوسری شکل میں لاتا ہے جس کو وہ استعمال کرتا ہے۔

xii. **سماج کے افراد ثقافت کو اپناتے ہیں:** اکتسابی برتاؤ کے نمونے اور برتاؤ کے نتائج ایک یا دو افراد کے پاس نہیں ہوتے بلکہ ایک بڑا گروہ ان کا حامل ہوتا ہے۔ اس طرح کئی ملین افراد اس قسم کے برتاوی نمونوں کو شیئر کرتے ہیں جیسے عیسائیت، آٹوموبائیلس کا استعمال یا

کوئی زبان۔ افراد ثقافت کے کسی حصے کو غیر مساوی طور پر اپناتے ہیں۔ مثال کے طور پر امریکی عیسائیت کے معتقد ہیں۔ بعض افراد کے لیے عیسائیت بہت اہم ہے اوران کی زندگی میں غالب وبرتر ہے۔ دیگر افراد کے لیے یہ کم اہمیت کی حامل ہے۔ جب کہ بعض دوسرے افراد کے لیے اس کی معمولی اہمیت ہے۔ بعض افراد ثقافت کے مختلف پہلوؤں کو ساجھا کرتے ہیں مثلاً عیسائیوں میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ آزاد خیال یا قدامت پسند، پادری یا عام افراد۔

xiii. **ثقافت فوق نامیاتی ہوتی ہے:** بعض اوقات ثقافت فوق نامیاتی کہلاتی ہے یعنی ثقافت فطرت سے بالاتر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک ماہر نباتات جو ایک درخت کامشاہدہ کرتا ہے اس کے لیے وہ کئی مفہوم کا حامل ہوتا ہے۔ ایک بوڑھی عورت درخت کو دوپہر کے وقت سایہ کے لیے استعمال کرتی ہے، ایک کسان اس کے پھل توڑتا ہے، ایک موٹر نشین اس سے ٹکراتا ہے اور نوجوان عاشق اپنے نام کندہ کرتے ہیں۔ یکساں طبعی اشیا اور طبعی خصوصیات دوسرے معنوں میں بالکل مختلف قسم کی ثقافتی اشیا اور ثقافتی خصوصیات کی تشکیل کرتے ہیں۔

xiv. **ثقافت ایک انسانی پیداوار ہے :** ثقافت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو خود کار یا انسانی کارندوں سے آزاد ہو۔ یہ ثقافت کے مزاحمت کے لیے ایک غیر شعوری رجحان ہے تاکہ اس کو زندگی عطا کرتے ہوئے ایک شئے تصور کیا جائے۔ ثقافت پر عمل کے ذریعے سماج کی تخلیق ہوتی ہے اور اپنی بقا کے لیے اس کا سماج پر انحصار ہوتا ہے۔ واضح مفہوم میں ثقافت اپنے طور پر کچھ نہیں کرتی۔ یہ فرد کو مخصوص انداز میں عمل پیرا ہونے کے لیے نہیں کہتی اور نہ ہی ایک عام فرد کو بے ترتیب اور بے آہنگ فرد بناتی ہے۔ مختصر یہ کہ ثقافت ایک انسانی پیداوار ہے۔ اس کا آزادانہ طور پر زندگی سے تعلق نہیں ہوتا۔

4.5 ثقافت کے افعال (Functions of Culture)

ذیل میں ثقافت کے افعال درج ہیں۔

i. **ثقافت حالات کی وضاحت کرتا ہے :** ہر ثقافت میں بہت سے لطیف اشارے ہوتے ہیں جو صورت حال کی وضاحت کرتے ہیں۔ ثقافت بتاتی ہے کہ کس کو لڑائی کرنی چاہیے، کس کو دوڑ لگانا چاہیے، ہنسنا چاہیے یا محبت سے پیش آنا چاہیے۔ مثلاً فرض کرو کہ اگر کوئی آدمی آپ سے ملنے آتا ہے جس کا دایاں ہاتھ کمر کی سطح سے کھینچا ہوا ہوتو اس کا کیا مطلب ہے۔ ظاہر ہے وہ چاہتا ہے کہ آپ اس سے دوستانہ انداز میں ہاتھ ملائیں۔ اس ثقافت سے ہر کوئی واقف ہوتا ہے۔ لیکن کسی دوسرے مقام پر یا وقت پر یہ کھینچا ہوا ہاتھ دشمنی یا وارننگ کی علامت ہے۔ کوئی یہ نہیں جانتا کہ اسے اس صورت میں کیا کرنا چاہیے جب تک کہ وہ صوتحال سے واقف نہ ہوں۔ ہر سماج کے تضحیک آمیز اور لڑائی کے مخصوص کلمات ہوتے ہیں۔ صورت حال کی وضاحت کرنے والے اشارے لامحدود اقسام کے ہوتے ہیں جو شخص ایک سماج سے دوسرے سماج میں جاتا ہے اس کے اشاروں کو سمجھنے کے لیے برسوں لگ جاتے ہیں۔

ii. **ثقافت رجحانات،اقدار اورمقاصد کی توضیح کرتی ہے :** ہر فرد ثقافت سیکھتا ہے۔ثقافت فرد کے رجحانات،اقدار اور مقاصد کی صراحت کرتی ہے۔ فرد ثقافت کو بھی زبان کی طرح غیر شعوری طور پر سیکھتا ہے۔وہ رجحانات کو محسوس کرتے ہوئے مخصوص انداز میں عمل پیرا ہوتا ہے۔اقدار اچھائی اور خواہشات کے پیمانے ہوتے ہیں۔

مقاصد ہماری وہ کامیابیاں اور کارنامے ہیں جن کو ہمارے اقدار قابل قدر سمجھتے ہیں مثلاً دوڑ میں جیتنا،یاکسی فرم کا صدر بننا۔مقاصد کی تصدیق کرتے ہوئے اور دوسروں کو مضحکہ آمیز قراردیتے ہوئے ثقافت انفرادی خواہشات کوپارلگاتا ہے۔اس طرح ثقافت مقاصد زندگی کا تعین کرتی ہے۔

iii. **ثقافت اوہام، داستانوں اور مافوق الفطری عقائد کی تفہیم کرتی ہے :** اوہام اور داستانیں ثقافت کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔یہ حوصلہ افزائی کے ذریعے غیروں کے دوبارہ نفاذ اور ایثاروقربانی کے ذریعے مصیبتوں میں دلاسہ دیتے ہیں۔اس طرح کے سوالات کہ کیا بھوتوں کا وجود حقیقت میں ہے۔سماجیاتی اعتبار سے غیر اہم ہے۔جو لوگ اس میں یقین رکھتے ہیں وہ اپنے عقیدے کے مطابق کام کرتے ہیں۔ہم کسی بھی گروہ کے برتاؤ کوان کے اوہام،داستانوں اور مافوق الفطری عقائد کی جانکاری کے بغیر سمجھ نہیں سکتے۔اوہام اور داستانیں کسی بھی گروہی برتاؤ کی بڑی طاقتیں ہوتی ہیں۔

الغرض ثقافت فرد کو کائنات کا تیار شدہ منظر فراہم کرتی ہے۔الہیاتی طاقت اور اہم اخلاقی مسائل کی نوعیت ثقافت کی صراحت کردہ ہوتی ہے۔ ایک فردعام طور پر کسی کا انتخاب نہیں کرتا لیکن وہ عیسائی،بدھ مت،ہندو، مسلمان یا کسی اورمذہبی روایات کے زیرتربیت ہوتا ہے۔یہ روایات زندگی کے اہم سوالوں کا جواب دیتی ہیں اور زندگی کے بحران کو حل کرنے میں فرد میں پختگی پیدا کرتی ہیں۔

iv. **ثقافت برتاوی رجحانات فراہم کرتی ہے :** ایک فردکوکون سی غذا کا استعمال کرناچاہیے یا لوگوں کے درمیان بلاخوف کیسے جیا جاتا ہے یہ جاننے کے لیے ایک فرد کو آزمائش اور غلطی (Trial and Error)کے مرحلے سے گزرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے لیے تیار شدہ نمونوں کا ایک سیٹ موجود ہے۔ اس کو صرف سیکھنے اور عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ثقافت زندگی کے جملہ معاملات میں انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔

اگر افراد اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے ثقافت کا استعمال کرتے ہیں تو یہ واضح ہے کہ ثقافت انسان کی سرگرمیوں پر تحدیدات عائد کرتی ہے۔منظم برتاؤ کوفروغ دیتا ہےاور بد نظمی والے برتاؤ پرپابندی لگاتی ہے۔بغیراصولوں اور بغیرمعیارات والا سماج جس میں صحیح اورغلط کی نشاندہی کی جاتی ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسے بغیر ٹریفک سگنلس والی سڑک پر پرہجوم ٹریفک۔اس سے افراتفری پھیلنے کااندیشہ ہوتا ہے۔سماجی نظم اس مفروضے پر قائم نہیں ہوتاہے کہ افراد کا برتاؤسماجی ہم آہنگی کے لیے سازگارہوگا۔

4.6 ثقافت کی قسمیں (Types of Culture)

ثقافت کے مطالعے میں انسانی برتاؤ کے نمونوں کو سمجھنا ایک بہت بڑا کام ہے جب کہ کچھ غیر محدود طریقے ہیں جن کے ذریعے لوگ اپنے ثقافت کا اظہار کرتے ہیں۔ سماجی سائنس دانوں نے ثقافت کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ مادی ثقافت اور غیر مادی ثقافت۔

ماڈی ثقافت(Material Culture) : مادی ثقافت سے مراد اشیا، وسائل اور وہ مقامات ہیں جن کو لوگ اپنے ثقافت کی وضاحت کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ان میں مکانات، مدارس، چرچ، مساجد، دفاتر، منادر، فیکٹریاں، کپڑے، برتن، سڑکیں، زیوارات، ٹی وی، ریڈیو، مشین، اوزار، مصنوعات، اسٹورس اور دیگر اشیا شامل ہیں۔ یہ تمام اشیا انسان کی بنائی ہوئی ہیں۔ عرصہ دراز سے انسان کی بہتری اور آرام کے لیے ان کا ارتقا کیا جارہا ہے۔ غرض یہ کہ ماڈی ثقافت سے مراد خرید وفروخت کی اشیا نہیں ہے بلکہ یہ وہ اشیا ہیں جن کو ہم بناتے ہیں اور جس کا کوئی جسمانی وجود ہو۔

غیر ماڈی ثقافت (Non Material Culture) : ثقافت کی دوسری قسم غیرمادی ثقافت ہے جسے چھوا یا محسوس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسے چکھا یا پکڑا جاسکتا ہے۔ غیر ماڈی ثقافت کا تعلق افراد کے غیر طبعی خیالات یعنی عقائد، اقدار، اصول، معیارات، اخلاق، زبان، سماجی رول، اصول اخلاق، موسیقی، ادب، رسم ورواج، روایات، تنظیموں اور اداروں سے ہے، جو ان کے ثقافت میں شامل ہیں۔ غیر ماڈی ثقافت کا اثر ہماری زندگیوں میں ماڈی ثقافت کی طرح بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جب ہم غیر ماڈی ثقافت کا تصور کرتے ہیں تب ماہرین سماجیات ہم کو ثقافت کے مختلف طریقوں کا حوالہ دیتے ہیں جو افراد کے افکار، احساسات اور برتاؤ کی صورت گری کرتے ہیں۔ ان میں چار اہم یہ ہیں۔

(1)علامات (2)زبان (3)اقدار (4)معیارات

4.7 ثقافت اور سماج (Culture and Society)

رالف لنٹن (Ralph Linton)نے سماج، ثقافت اور شخصیت کے آپسی تعلق پر بہت زور دیا ہے۔ سماج افراد کا ایک منظم گروہ ہوتا ہے اور ثقافت ایک منظم گروہ کا اکتسابی رد عمل ہوتا ہے۔ فرد ایک جاندار عضویہ ہے جس میں فکر، احساتات اوراعمال کی آزادی ہوتی ہے، لیکن اس کی آزادی محدود ہوتی ہے اور اس کے وسائل سماج اور ثقافت جس میں وہ رہتا ہے، کے آپسی ربط کی وجہ سے تبدیل پذیر ہوتی ہے۔

ثقافت کے بغیر کوئی بھی سماج وجود میں نہیں آتا۔ سماج اورافراد انسانی گروہوں کی وجہ سے تشکیل پاتے ہیں۔ لوگ ثقافت کو اپناتے ہیں اور اس کو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرتے ہیں۔ کوئی ثقافت انسانی سماج کے بغیر نشوونما نہیں پاسکتی اور کوئی سماج ثقافتی ہدایات کے بغیر کارکرد نہیں ہوسکتا۔ یہ مادہ اور توانائی کی طرح جسم اوردماغ ہیں جو ایک دوسرے

پر منحصر ہوتے ہیں اور ان میں باہمی عمل جاری رہتا ہے حالاں کہ یہ انسانی حالات کے مختلف پہلوؤں کا اظہار کرتے ہیں۔سماج اور فرد کا بہت گہرا تعلق ہے۔اسی طرح ثقافت اور سماج کے باہمی تعلق اور باہمی انحصار کو بھی ذہن نشین کرلینا چاہیے۔

4.8 ثقافتی اضافیت (Cultural Relativism)

یہ ایک طریقہ ہے جس کے مطابق ایک ثقافت کے اقدار کا استعمال کیے بغیر دوسرے ثقافت کی اہمیت کی جانچ کی جاتی ہے اور مختلف سماجوں اور ثقافتوں کا تجزیہ کیاجاتا ہے۔ہم کودوسرے گروہوں کے رد عمل اور برتاؤ کا اندازہ نہیں بالکل ہوسکتا۔ ہم اپنے محرکات اوراقدار کے مطابق ان کے ثقافت کا تجزیہ کرتے ہیں۔اگرہم کوان کے برتاؤ کو سمجھنا ہے تو ان کے محرکات،عادات اور اقدار کی روشنی میں ان کے برتاؤ کی تشریح کرنی چاہیے۔

ثقافتی اضافیت سے مراد ثقافتی خاصہ (Cultural Trait)کے فرائض اورمفہوم ہیں جو اس کی ثقافتی ترتیب (Setting)سے جڑے ہوتے ہیں۔خاصہ اپنے آپ میں نہ تو اچھا ہوتا ہے اورنہ ہی برا۔یہ اچھا اوربرا اس کے متعلقہ ثقافت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔فر(Fur) کا لباس آرکٹک علاقوں میں مناسب ہوتا ہے۔ٹراپیکی علاقوں میں مناسب نہیں ہوتا۔بعض شکاری سماجوں میں جہاں طویل اوقات تک بھوکا رہنا پڑتاہے موٹاپن اچھا ہوتا ہے۔یہ حقیقی معنو ں میں ایک بقائی قدر (Survival Value)ہے۔ ایسے سماج میں موٹے لوگوں کی تعریف ہوتی ہے۔ہمارے سماج میں موٹاہونا نہ صرف غیرضروری ہے بلکہ یہ غیرصحت مندانہ نشانی ہے اورموٹے لوگوں کی تعریف نہیں کی جاتی۔

ثقافتی اضافیت کایہ مطلب نہیں ہے کہ تمام رسومات مساوی طورپراہم ہیں۔ثقافت کے بعض نمونے ہرجگہ نقصاندہ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ نمونے ثقافت اورسماج کے چند مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔یہ اس وقت تک نقصاندہ ہوتے ہیں جب تک کہ ان کا کوئی متبادل نہ فراہم کیاجائے۔ثقافتی اضافیت میں مرکزی نقطہ مخصوص ثقافتی ترتیب میں ہوتا ہے۔بعض خاصے (Traits) صحیح ہوتے ہیں کیوں کہ وہ اس ترتیب یا سیٹنگ میں اچھی طرح کام کرتے ہیں جب کہ دوسرے خاصے غلط ہوتے ہیں کیوں کہ ثقافت کے دیگراجزاسے متصادم ہوتے ہیں۔

4.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

ہندوستان دنیاکاسب سے زیادہ لسانی اور ثقافتی کثرت رکھنے والاملک ہے۔ملک کے بڑے جغرافیائی رقبے،اس کی بھرپور تاریخ،اور کثیر الثقافتی آبادی نے زبانوں، رسم ورواج، روایات، فنون اور مذہبی طریقوں کا ایک منفرد امتزاج پیدا کیاہے۔ یہ کثرت ہندوستان کی شناخت کالازمی حصہ ہےاور اس نے اس کے سماجی، سیاسی، اور ثقافتی منظرنامے کومتاثر کیاہے۔

ثقافت ایک ایسا تصور ہے جس میں ہمارے اطراف واکناف کی تمام اشیا شامل ہوتی ہیں اوریہ فرد کے برتاؤ اور

فکری طریق پر اثرانداز ہوتی ہے۔ثقافت میں مشترکہ اقدار، عقل وفراست، مفروضات اور وہ مقاصد شامل ہیں جن کو ہم پچھلی نسلوں سے سیکھ چکے ہیں اور موجوہ سماج کے اراکین پر اس کا اطلاق کرتے ہوئے اگلی نسلوں میں منتقل کرتے ہیں۔ سماجیات اورانسانیات میں ثقافت کا استعمال مخصوص معنوں میں ہوتا ہے۔اس میں انسانوں کی طرز زندگی، برتاؤ، عقائد، احساسات اورافکار شامل ہیں۔اس میں ہروہ چیز شامل ہے جن کو سماجی رکن کی حیثیت سے حاصل کیاجاتا ہے۔

4.10 فرہنگ (Glossary)

- **ثقافت:** سماج کے مشترک عادات، اطوار، اقدار اور زندگی کے طریقے کو کہتے ہیں، جو انسان سماج سے سیکھتا ہے اور دوسری نسل تک منتقل کرتا ہے۔
- **نسلی مرکزیت:** جب کسی سماج میں لوگ اپنے ثقافتی نمونوں کو مرکزیت دینے کا رجحان رکھتے ہیں تو اسے نسلی مرکزیے کہاجاتا ہے۔
- **ٹراپیکی علاقہ:** خط سرطان (Cancer Line) کی گزرگاہ میں پڑنے والا علاقہ

4.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل (Objective Answer Type Questions)

1۔ ثقافت کی اصطلاح کس لاطینی لفظ سے ماخوذ ہے؟

(a) Colere (b) Socius (c) Collair (d) Contra

2۔ "ثقافت وہ پیچیدہ نظام ہے جس میں علم، عقائد، اخلاق، قوانین، رسومات اور ایسی دیگر صلاحیتیں اورعادات شامل ہیں جن کو انسان سماج کے رکن کی حیثیت سے حاصل کرتا ہے"۔یہ تعریف کس کی ہے؟

(a) ای.بی ٹائلر (b) رابرٹ برسٹیڈ (c) میلی نوسکی (d) میک آئیور اور پیج

3۔ "ثقافت زرعی حقائق، مصنوعات، سماجی حقائق اور ذہنی حقائق کی پیداوار یا حاصل ہے"۔یہ کس نے کہا؟

(a) ای.بی ٹائلر (b) رابرٹ برسٹیڈ (c) میلی نوسکی (d) ڈیوڈ بڈنی

4۔ "ثقافت میں مشترکہ معلومات اوراسکیمیں شامل ہیں جسے افراد کے گروہ نے سمجھنے، تشریح کرنے، اظہار کرنے اوراپنے اطراف کی سماجی حقیقتوں کے رد عمل کے لیے تشکیل دیا ہے"۔یہ کس کی تعریف ہے؟

(a) ای.بی ٹائلر (b) رابرٹ برسٹیڈ (c) میلی نوسکی (d) جی.پی لیڈراک

5۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سی مادی ثقافت کی مثال نہیں ہے؟

(a) اسکول (b) مسجد (c) چرچ (d) عقیدہ

6۔ ان میں کون سی غیر مادی ثقافت کی مثال نہیں ہے؟

(a) آئیڈیالوجی (b) فکری طریق (c) معیارات (d) برتن

7۔ ....کے بغیر سماج کا وجود نہیں ہے۔

(a)ثقافت (b) معیارات (c) ادارے (d) انجمن

8۔ ....ایک ایسا عمل ہے جو دیگر ثقافتی اعمال سے موازانہ کرتے ہوئے اپنے ثقافتی نمونوں کو دوسروں کے ثقافتی نمونوں پر فوقیت دیتا ہے اور دیگر ثقافتی نمونوں کو کمتر سمجھاجاتا ہے۔

(a) ثقافتی نسلی مرکزیت (b) ثقافتی اضافیت

(c) ثقافتی اجنبی مرکزیت (d) ثقافتی خود مرکزیت

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ لسانی کثرت پر ایک مختصر مضمون لکھئے۔

2۔ ثقافت کے تصور کو سمجھایئے۔

3۔ ثقافت کے افعال لکھیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ ثقافت کی تعریف کرتے ہوئے اس کی اہم خصوصیات بیان کیجیے۔

2۔ ثقافتی اضافیت کو سمجھایئے۔

اکائی 5۔ ذات: معنی، خصوصیات اور افعال

(Caste: Definitions, Features and Functions)

اکائی کے اجزا

5.0 تمہید
5.1 مقاصد
5.2 ذات پات کے نظام کا تصور
5.3 لفظ 'کاسٹ' کی ابتدا
5.4 ذات کی تعریف
5.5 ذات پات کے نظام کی بنیادی خصوصیات
5.6 ذات کے ارتقا کے چند اسباب
5.7 نظام ذات کی ابتدا کے متعلق مختلف نظریات
5.8 نظام ذات اور ایم۔ این۔ سری نواس
5.9 ذات پات کے مثبت اور منفی افعال
5.10 نظام ذات میں تبدیلیاں
5.11 اکتسابی نتائج
5.12 فرہنگ
5.13 نمونہ امتحانی سوالات

5.0 تمہید (Introduction)

انسانی سماج میں ہمیشہ سے کچھ ایسے اسباب رہے ہیں جس کی وجہ سے کچھ لوگوں کو دوسروں پر فوقیت حاصل رہی ہے۔ انسانوں کے

درمیان درجہ بندی کہیں رنگ کی بنیاد پر، تو کہیں نسل کی بنیاد پر رہی ہے۔ اس کے علاوہ کسی سماج میں جنس کی بنیاد پر مردوں کو عورتوں پر سماجی برتری دی جاتی ہے، تو کبھی ذات اور برادری کی بنیاد پر کچھ لوگوں کو دوسروں سے برتر اور اعلیٰ سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس اکائی میں ہم ذات پات کا مطالعہ کریں گے جو ہندوستانی سماج میں لوگوں کی درجہ بندی کا بہت قدیم اور بہت اہم نظام ہے۔

ذات پات کا نظام ہندوستانی سماج میں زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ ذات پات کے اس نظام نے انسانی زندگی کے ہر شعبے پر بہت گہرے اثرات ڈالے ہیں اس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ذات پات کا نظام (Caste System) ایک پیچیدہ سماجی ادارہ ہے جس کے کچھ بنیادی اور امتیازی خصوصیات ہیں۔ ہم یہاں ہندوستانی اور مغربی دونوں مفکرین کے نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے ذات (Caste) کی تعریف اور اس کی بنیادی خصوصیات (Characteristics) کو تفصیل سے جاننے کی کوشش کریں گے۔ نیز اس کی ابتدا کے متعلق بہت سے نظریات ہیں جن کی بھی وضاحت اس اکائی میں کی جائے گی۔

5.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی میں ہم ذات پات کے نظام پر روشنی ڈالیں گے اور اس کے مطالعے سے آپ کو درج ذیل چیزوں کے متعلق معلومات حاصل ہو گی۔

- ذات پات کے نظام کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہوں گی۔
- ذات پات کے نظام کی اصل بنیاد کے تعلق سے واقفیت حاصل ہو گی۔
- ہندو سماج کی مختلف درجہ بندی کا علم ہو گا۔
- ذات پات کا نظام سماج میں کون سے مثبت اور کون سے منفی کردار ادا کرتا ہے اس سے بھی واقفیت حاصل ہو گی۔

5.2 ذات پات کے نظام کا تصور (Concept of Caste System)

ہندوستانی سماج میں بہت سی ذاتیں (Castes) پائی جاتی ہیں اور ان ذاتوں کا اصل ماخذ اور منبع ورن کا نظام (Varna System) ہے۔ اس نظام کے مطابق تمام ہی ہندو سماج چار درجات میں منقسم ہے۔ جسے ہم برہمن، چھتریہ، ویش، اور شودر کے نام سے جانتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ چار ورن اولین انسان کے چار جسمانی حصوں سے نکلی ہیں۔ برہمن اس کے منہ سے، چھتریہ اس کے بازوؤں سے، ویش اس کی رانوں سے اور شودر ان کے پیروں سے نکلے ہیں۔ وہ جسم کے جن اعضا سے نکلے ہیں ان کے کچھ علامتی معنی ہیں اور اسی بنیاد پر سماجی درجہ بندی عمل میں آتی ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بعنوان 'ورن کا نظام'، کے تحت آئے گی۔

ماہرین سماجیات کے مطابق سماجی درجہ بندی کے تین بنیادی اقسام ہیں: ذات (Caste)، زمینداری کا نظام Estate (System) اور سماجی رتبہ (Social Class)۔ ان تینوں میں ذات پات کا نظام وہ واحد نظام ہے جو صرف اور صرف ہندوستان میں پایا جاتا ہے، جبکہ زمینداری کا نظام عہد وسطیٰ میں یوروپی سماج کا خاصا رہا ہے اور سماجی رتبہ دنیا کے تقریباً تمام صنعتی، مہذب، اور تعلیم یافتہ سماج میں موجود ہے۔ سماجی درجہ بندی کے یہ دونوں نظام یعنی ذات اور سماجی رتبہ سماج میں ایک انسان کی حیثیت کو متعین کرتے ہیں۔ لوگوں کی سماجی

نقل پذیری (Social Mobility) اور ان کے آپسی تعلقات و روابط اور ان کے جملہ طرز زندگی کو بہت حد تک یہی دونوں نظام طے کرتے ہیں۔

ذات پات کا نظام (Caste System) سماجی درجہ بندی کی ایک ایسی صورت ہے جو صرف ہندوستانی سماج میں پائی جاتی ہے۔ اس کا آغاز و ارتقا اسی ہندوستانی سماج میں ہوا ہے۔ پوری دنیا میں کوئی ایسا سماجی ادارہ نہیں ہے جس کو ذات پات کے نظام سے مماثل قرار دیا جا سکتا ہو۔ یہ نظام صرف اور صرف ہندوستانی سماج کا خاصہ ہے۔

5.3 لفظ 'کاسٹ' کی ابتدا (Origin of the Word 'Caste')

لفظ کاسٹ (Caste) کی ابتدا کے تعلق سے بہت سی آرا ہیں۔ ڈی۔ این۔ مجمدار (D.N.Majumdar) کا کہنا ہے کہ اس کی اصل اور ابتدا کے متعلق کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی، کیونکہ اس تعلق سے بہت سے شکوک اور ابہام پائے جاتے ہیں۔ آج اس موضوع پر جتنے بھی مفکر ہیں ہر ایک کی اپنی الگ رائے ہے۔ ان تمام میں ایس۔ وی۔ کیتکار (S.V. Ketkar) کا نظریہ کافی مناسب اور مستند معلوم ہوتا ہے۔ کیتکار کے مطابق 'Caste' کا لفظ ہسپانوی (Spanish) اور پرتگالی (Portuguese) زبان سے نکلا ہے۔ اس کا آغاز ہسپانوی لفظ کاسٹا (Casta) سے ماخوذ ہے جس کے معنی نسب (Lineage) اور نسل (Race) کے آتے ہیں۔ اور لفظ کاسٹا (Casta) لاطینی لفظ کاسٹس (Castus) سے لیا گیا ہے جس کے معنی خالص (Pure) کے آتے ہیں۔

ہم لفظ 'کاسٹ' بمعنی ذات کو آج جن معنوں میں استعمال کرتے ہیں، ہندوستان میں ان معنوں میں اس لفظ کا استعمال تقریباً 17 ویں صدی تک نہیں کیا گیا تھا۔ ان معنوں میں اس لفظ کا استعمال سب پہلے پرتگالیوں نے کیا۔ ان کے مطابق اس نظام کا بنیادی مقصد نسب کے تقدس کو برقرار رکھنا تھا۔ اسی لیے اس انسانی عمل کو انہوں نے لفظ 'Caste' سے تعبیر کیا جس کے معنی خالص (Pure) کے آتے ہیں اور آج بھی اسی مفہوم میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔

5.4 ذات کی تعریف (Definition of Caste)

ذات ایک بہت ہی پیچیدہ سماجی مظہر (Social Phenomenon) ہے جس کی ایک متفقہ تعریف بیان کرنا مشکل ہے۔ مختلف ماہرین سماجیات نے الگ الگ طرح سے اس کی تعریف بیان کیا ہے۔ درج ذیل میں اس کی چند تعریفات بیان کی جا رہی ہیں۔

ڈی۔ این۔ مجمدار (D.N.Majumdar) اور ٹی۔ این۔ مدن (T.N.Madan) کے مطابق ذ ات (کاسٹ) ایک 'بند گروہ' (Closed Group) ہے۔

سی۔ ایچ۔ کولے۔ (C.H.Cooley) نے ذات کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے، "جب کوئی کلاس کسی حد تک موروثی ہو جائے، تو ہم اسے ذات (Caste) کا نام دے سکتے ہیں"۔

کیتکار (S.V. Ketkar) کے مطابق "ذات ایک ایسا گروہ ہے جس کی دو خصوصیات ہیں (1) گروہ کی رکنیت اسی گروہ میں پیدا ہونے کی

وجہ سے ہوتی ہے، دوسرے گروہ میں پیدا ہونے والا شخص کسی دوسرے گروہ کا رکن نہیں بن سکتا، (2) گروہ کے ارکان اپنے گروہ کے باہر کسی دوسرے گروہ میں شادی نہیں کر سکتے۔"

5.5 ذات پات کے نظام کی بنیادی خصوصیات (Basic Characteristics of Caste System)

ذات پات کے نظام کی تعریف بیان کرنا بہت مشکل کام ہے کیونکہ اس کے اندر اس قدر پیچیدگی ہے کہ آج تک کوئی بھی ماہر سماجیات اس کی ایک جامع تعریف پیش نہیں کر سکا ہے۔ اسی لیے اس کے جملہ خصوصیات کے ذریعے ہم اسے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ ڈاکٹر جی۔ ایس۔ گھورے (Dr.G.S.Ghurye) نے ذات پات کے نظام کی چھ بنیادی خصوصیات بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(1) ذات: سماج کی طبقہ تقسیم

ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ذات پات ہندو سماج کا ایک اہم حصہ ہے۔ اسی لیے ہندو سماج قدیم زمانے سے ہی مختلف طبقات میں منقسم رہا ہے۔ اور ان طبقات کو "ذات" (Caste) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ذات انسانوں کے ایک ایسے مجموعے کا نام ہے جس کے اپنے کچھ متعین حدود اور دائرے ہیں۔ اس میں فرد کے درجات اور مراتب اس کی کامیابی پر منحصر نہیں ہوتے بلکہ یہ سب اس کے پیدا ہوتے ہی طے ہو جاتے ہیں۔ یعنی ایک شخص کی پیدائش کس ذات میں ہوتی ہے اسی اعتبار سے سماج میں اس کی حیثیت طے ہوتی ہے۔ اگر وہ برہمن ذات میں پیدا ہوتا ہے تو اسے بہت سی سماجی اور مذہبی مراعات حاصل ہوتی ہیں، اور اگر وہ شودر ذات میں پیدا ہوا ہے تو سماج کے سب سے نچلے طبقے میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ذات پر مبنی انسان کی اس پیدائشی حیثیت کو دنیوی کامیابیوں کے ذریعے کبھی بدلا نہیں جا سکتا اور نہ ہی کوئی اپنی ذات تبدیل کرنے کا مجاز ہے۔

اس کے علاوہ ہر ذات کی کچھ مخصوص رسم و رواج اور ایک خاص طریقہ زندگی ہوتی ہے جس کے مطابق وہ اپنی زندگی کے معاملات طے کرتی ہے۔ ہر ذات کی اپنی ایک پنچایت (Caste Panchayat) ہوتی ہے جو اپنے لوگوں کے اخلاق و کردار کو منضبط کرتی ہے۔

(2) ذات: سماج کی ترتیب وار تقسیم

ہندو سماج ایک ایسا سماج ہے جو مختلف طبقات میں منقسم ہے اور طبقات کی یہ تقسیم شرافت اور رذالت (Highness and Lowness) پر مبنی ہے۔ ذات سماجی درجہ بندی کا ایک اہم نظام ہے، اس لیے اس میں لوگوں کو مختلف سماجی درجات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ذاتوں کی ان طبقاتی تقسیم میں ایک طبقے کو برتری اور فضیلت حاصل ہوتی ہے تو دوسرے طبقے کو رذیل اور کم تر سمجھا جاتا ہے۔ ذاتوں کی ان ترتیب وار تقسیم میں "برہمن" کو سب سے اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے۔ اس کے برعکس "شودر" کو سب سے رذیل اور کم تر مرتبہ دیا گیا ہے۔ ایم۔ این۔ سری نواس اور جی۔ ایس۔ گھورے نے ترتیب وار تقسیم (Hierarchy) کو ذات پات کے نظام کا بنیادی عنصر قرار دیا ہے۔

(3) سماجی تعلقات اور ایک ساتھ کھانا کھانے پر پابندی

اس نظام کے تحت انسانوں پر کھانے پینے کے طور طریقوں اور کھانے کی اقسام پر مختلف طرح کی پابندیاں نافذ ہوتی ہیں جن کے مطابق کون سی ذات کس طرح کا کھانا کھا سکتی اور کون سا کھانا کس ذات کے لیے ممنوع ہے، اور کس کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھا سکتی، یہ سب

ذات پات کے نظام میں طے شدہ ہیں۔ مثال کے طور پر شمالی ہندوستان کے برہمن اپنے سے کم تر چند ذاتوں سے صرف اور صرف پکا کھانا (وہ کھانا جو گھی میں بنایا گیا ہو) ہی قبول کرتے تھے، اور کچا کھانا (وہ کھانا جو پانی کے استعمال سے تیار کیا گیا ہو) صرف اور صرف اپنی ذات کے لوگوں کا ہی لے سکتے ہیں۔ اس روایت کے مطابق کوئی بھی شخص اپنے سے نیچی ذات والوں کا تیار کیا ہوا کچا کھانا (وہ کھانا جو پانی استعمال سے تیار کیا گیا ہو) نہیں کھا سکتا ہے۔ اس کے برعکس برہمن کے یہاں کا ہر طرح کا کھانا چاہے وہ کچا ہو یا پکا ہر ذات کے لوگوں کے لیے قابل قبول ہوتا تھا۔

اس کے علاوہ سماجی تعلقات اور سماجی میل ملاپ پر بھی مختلف نوعیت کی پابندیاں ہوتی تھیں۔ چونکہ اس نظام میں "پاکی" (Purity) اور "ناپاکی" (Impurity) جیسا تصور ہے جس کے مطابق نہ صرف یہ کہ کچھ طبقات ناپاک مانے جاتے ہیں بلکہ ان سے متعلق ہر چیز اچھوت اور ناپاک سمجھی جاتی ہے۔ یعنی چھوٹی ذات مثلاً دلت کا ہلکا سا لمس بھی اعلیٰ ذات مثلاً برہمن کو گندا اور ناپاک کر دیتا ہے۔ چونکہ اس نظام کے مطابق دلت / ہریجن بذات خود ناپاک اور اچھوت طبقات کے لوگ ہیں اسی لیے ان کا لمس اور ان سے متعلق ہر چیز بڑی ذات کے لوگوں کو ناپاک کر دیتی ہے، یہاں تک کہ ان کا سایہ بھی اعلیٰ ذات کے لوگوں کے لیے ناپاک ہوتا ہے۔

(4) معاشرتی اور مذہبی بے اختیاری اور کچھ طبقے کے لیے خصوصی مراعات

ہندوستانی سماج ہمیشہ سے ذات پات پر مبنی سماج رہا ہے۔ اسی لیے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اس کے اثرات دکھائی پڑتے ہیں۔ زمانۂ قدیم سے کچھ پسماندہ طبقات بالخصوص دلت سماج کو ہر طرح کا ظلم اور ناانصافیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اور یہ سب ظلم اور ناانصافی ذات پات کے نظام کے تحت روا رکھا جاتا ہے۔ اسی نظام کی وجہ سے انہیں بہت سے معاشرتی اور مذہبی حقوق سے آج بھی محروم رکھا گیا ہے۔

دلت جنہیں اچھوت (Untouchables) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، انہیں ہمیشہ سے سماج میں دوسروں سے بالکل الگ رہنے پر مجبور کیا جاتا رہا ہے، ان کی بستیاں اعلیٰ ذات والوں سے الگ ہوا کرتی تھیں، کسی غیر دلت سے میل جول خاص طور سے سماج میں بڑی سمجھی جانے والی ذات والوں سے ملنا ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتا تھا۔ غرض یہ کہ دلتوں کا سایہ بھی ان کے لیے ناپاکی کا باعث تھا۔ آج بھی بہت سے ایسے علاقے موجود ہیں جہاں نچلی ذات والوں (Lower Caste People) کے ساتھ بہیمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ ماضی میں ان پر عام جگہوں میں نقل و حرکت کی مکمل پابندی تھی، وہ عبادت کے لیے مندروں میں نہیں جا سکتے تھے، عمومی کنویں (Public Well) سے پانی نہیں لے سکتے تھے، اسکولوں و کالجوں میں ان کا داخلہ ممنوع تھا، ہوٹلوں، سنیما ہال اور اس طرح کے تمام ہی عمومی مقامات تک ان کی رسائی نہیں تھی۔ سیاسی نمائندگی اور کسی بھی طرح کے قانونی اختیارات ان کو حاصل نہیں تھے۔ ان کے ساتھ یہ تمام سماجی بھید بھاؤ صرف اس وجہ سے ہوتا تھا کہ یہ ذات پات کے نظام میں سب سے نچلے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔

ایک طرف جہاں نچلی ذات والوں کے ساتھ ہر طرح کا سماجی بھید بھاؤ کیا جاتا رہا ہے، تو وہیں دوسری طرف اعلیٰ ذات کے لوگوں بالخصوص برہمنوں کو بہت سی خصوصی مراعات حاصل رہی ہیں۔ سماج میں ان کو ہر طرح کی مکمل آزادی دی گئی۔ علم اور تعلیم پر ان کی ہمیشہ سے اجارہ داری تھی۔ چونکہ وہ برہمن تھے اسی لیے ویدوں کی تعلیم حاصل کرنا انہیں کا حق سمجھا جاتا رہا ہے۔ غرض یہ کہ نچلی ذات والے

افراد کے بر عکس، تمام ہی اعلیٰ ذاتوں کے افراد کو ہر طرح کی سماجی، سیاسی، معاشی، مذہبی، اور قانونی مراعات حاصل رہی ہیں۔

(5) روز گار کے انتخاب پر پابندی

"روز گار / پیشے کا مختلف درجات میں تقسیم " (Occupational Hierarchy) نظام ذات پات کے بنیادی خدوخال میں سے ہے۔ اسی لیے ہمارے سماج میں ہمیشہ سے کچھ پیشوں (Occupations) کو اچھا، اعلیٰ اور دوسرے پیشوں کے مقابلے میں برتر سمجھا جاتا رہا ہے اور انہیں پاک روز گار / پیشہ (Pure Occupations) تصور کیا جاتا ہے اور کچھ پیشوں کو حقیر، کم تر اور ناپاک (Impure and Degrading) مانا جاتا ہے۔ ان پیشوں سے وابستہ ہونا سماج میں باعث ننگ و عار سمجھا جاتا ہے۔ علم و تعلیم اور مذہبی رسم رواج کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور اس سے وابستہ افراد کی ہمیشہ عزت و توقیر کی گئی۔ اعلیٰ ذات (برہمن) کی اس پر اجارہ داری رہی ہے۔ چونکہ ذات پات کے نظام کے مطابق برہمن سب سے افضل اور برتر لوگ مانے جاتے ہیں اسی لیے سب سے پاک اور مقدس پیشے سے وابستگی ان کا حق قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح گندگی اور میل صاف کرنے کا کام، بال بنانے، کپڑا صاف کرنے، جوتے اور چپل بنانے، سبزی بیچنے کے کام کو سماج میں حقیر، کم تر اور باعث ذلت سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح کے پیشوں سے وابستہ افراد کو سماج میں قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا ہے۔ چونکہ " روز گار / پیشے کے کا مختلف درجات میں تقسیم " (Occupational Hierarchy) میں اسے کمتر درجہ حاصل ہے، اسی لیے نچلی ذات اور پسماندہ طبقے کے افراد اس طرح کے پیشے سے وابستہ رہتے تھے۔ یہ اگر چاہیں بھی تو کوئی دوسرا پیشہ اختیار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ہر ذات کا اپنا ایک مخصوص اور متعین پیشہ ہوتا تھا جس کو اپنانا اس کے لیے لازم ہوا کرتا تھا، اور اسی پیشے کی نسبت سے اسے موسوم کیا جاتا تھا۔

(6) شادی بیاہ کے انتخاب پر پابندی

ذات پات کے نظام نے انسانوں کو مضبوط بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے جس کے سبب زندگی کے مختلف شعبوں میں یہ آزادانہ فیصلہ نہیں کر سکتے یہاں تک کہ اپنی جان اور اپنے مستقبل کے تعلق سے بھی ان کے فیصلے نظام ذات کے اصول و قوانین کے مطابق ہوتے ہیں۔ ذات پات کے نظام نے شادی بیاہ کے متعلق کچھ رہنما اصول وضع کیے ہیں جس کی اتباع ہندو سماج کے ہر فرد پر لازم ہے اور کوئی بھی شخص اس سے سر مو انحراف نہیں کر سکتا۔ یہ اصول ہر ذات کے لوگوں پر نافذ ہوتے ہیں خواہ اعلیٰ ذات (Upper Caste) کے لوگ ہوں یا اچھوت / دلت طبقات (Untouchable Caste) سے تعلق رکھنے والے لوگ ہوں۔

ذات ایک درون ازدواجی گروہ (Endogamous Group) ہے۔ درون ازدواجی (Endogamy) ایک ایسا قاعدہ اور اصول ہے جس کے مطابق ہر فرد کو اپنی ہی ذات کے لوگوں میں شادی بیاہ کرنا لازمی ہے اور اس کی خلاف ورزی قابل سزا جرم ہے۔ ہر ذات کے اندر مختلف ذیلی ذات اور گروہ ہوتے ہیں جو اپنے آپ میں درون ازدواجی گروہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ یعنی ایک ذات کے اندر بہت سی ذاتیں ہیں اور سب درون ازدواجی گروہ ہیں۔ یعنی ہر کوئی صرف اپنے گروہ کے لوگوں سے ہی شادی کرنے کا حق رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر سمارتھا(Smartha)، مادھو (Madhav)، کوٹا (Kota) ، شولی ،(Shivalli) ایر(Iyer)، اینگر(Iyengar) ، وغیرہ تمام ہی برہمن کی ذیلی ذات ہیں اور سب درون ازدواجی گروہ ہیں۔

درون ازدواجی کے قاعدے کے مطابق ایک اینگر (Iyengar) برہمن لڑکے کی شادی صرف اینگر برہمن لڑکی سے ہی ہو سکتی ہے، مادھو (Madhav) برہمن صرف مادھو برہمن میں ہی شادی کرسکتے ہیں اسی طرح کا معاملہ ہر ذات کے ساتھ ہے۔

5.6 ذات کے ارتقا کے چند اسباب (Reasons for the Growth of Caste)

پچھلے صفحات میں ذات کی تعریف اور اس کی چند بنیادی خصوصیات کی تفصیل سے وضاحت کی جاچکی ہے۔ اب ہم ان اسباب وعلت کو جاننے کی کوشش کریں گے جو ہندوستانی سماج میں ذات پات کو برقرار رکھنے، اس کو فروغ دینے اور اس کی جڑوں کو مضبوط کرنے میں معاون ہیں۔

(1) مذہبی اثرات (Religious Impacts)

ذات پات کے فروغ میں سب سے بنیادی وجہ ہندو مذہب ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ذات پات کا نظام ہندو سماج کا لازمی عنصر ہے۔ اس نظام کی بنیاد ہندو مذہب کی مقدس کتابوں میں پیوست ہے۔ اسی لیے نظام ذات پات کو خدائی سمجھا جاتا ہے۔ یہ مانا جاتا ہے کہ انسانوں کے مابین رائج ذات پات کا یہ تفریقی نظام دراصل ایشور / خدا کی طرف سے عائد کردہ نظام ہے۔ اس عقیدے کی وجہ سے پسماندہ اور مظلوم طبقات اپنے خلاف ہو رہے ظلم اور ناانصافی کو خدائی فیصلہ سمجھتے ہوئے بے چوں چرا قبول کرتے رہے، اور برہمن بشمول دیگر اعلیٰ ذات کے لوگ دلت اور دیگر کمزور طبقات پر ظلم و تشدد کو اپنا مذہبی حق سمجھتے رہے۔ مذہب کے اس تصور نے ذات پات کے نظام کو غیر معمولی تقویت بخشی اور اس کے فروغ میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہندو مذہب میں دوسرے جنم اور کرما کے تصور (فلسفہ عمل) نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

(2) جغرافیائی علاحدگی (Geographical Impacts)

ذات پات کے ارتقامیں دوسرا سبب ہندوستانی جزیرہ نما (Indian Peninsula) کا ایک لمبی مدت تک جغرافیائی علاحدگی ہے جس کی وجہ سے ہندوستان کے لوگ تمام دنیا سے کٹ کر رہتے رہے۔ دنیا کے دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ہندوستان کے باشندے نئے افکار و خیالات، نئی اقدار اور انسانی حقوق سے یکسر نابلد رہے۔ اور ایک زمانے تک اپنے قدیم رسم و رواج، اور قدامت پرستانہ عقائد پر عمل کرتے رہے۔ اس طرز زندگی نے ذات پات کے نظام کو ہندوستانی سماج میں بہت قوت اور مضبوطی عطا کی ہے۔

(3) سماج پر دیہی مزاج کے اثرات (Impacts of Village Tendeny on Society)

ملک کی زیادہ تر آبادی دیہی علاقوں میں بستی ہے۔ دیہات کا اپنا مخصوص کلچر ہوتا ہے، جس میں قدامت پرستی، روایت پسندی، عقلیت سے بعد، سماجی تبدیلی کے مخالف وغیرہ اس طرح کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ ایسے ماحول میں اس نظام کا بڑھنا اور مضبوط ہونا لازمی ہے۔ یعنی اس تفریقی نظام کو پروان چڑھانے میں دیہات کے سماجی ساخت کا نمایاں کردار رہا ہے۔

(4) حکومتوں کا غیر سنجیدہ رویہ (Non-Serious Attitude of Governments)

آزادی کے بعد سے اب تک بہت سی سیاسی پارٹیوں نے ملک پر حکومت کی لیکن کسی نے اس مسئلے کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ آئے دن دلت سماج کے لوگوں پر ظلم و زیادتی کی خبریں اخباروں میں شائع ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ ہو رہے سماجی بھید بھاؤ کو ہم اپنی آنکھوں سے

دیکھتے ہیں، لیکن بہت کم ایسے سیاسی لیڈران ہیں جو اس مسئلے کے تعلق سے سنجیدہ ہیں۔ البتہ یہ سیاسی رہنما ان کمزوروں، مظلوم طبقات اور دلتوں کے خلاف ہو رہی زیادتی کو اپنے سیاسی مفادات کے لیے استعمال تو کرتے ہیں، لیکن کبھی بھی ذات پات پر مبنی امتیازی سلوک کے ازالہ کی سنجیدہ کوشش نہیں کرتے۔

(5) علم کی کمی (Lack of Education)

جدید تعلیم عقلیت پر مبنی تعلیم ہے اور عقلیت پر مبنی علوم کو فروغ دیتی ہے۔ یہ تعلیم انسانی عزت، مساوات اور آزادی کی تعلیم دیتی ہے۔ یہ اس بات کا درس دیتی ہے کہ ہر انسان آزاد ہے، ذات، نسل، جنس اور مذہب کی بنیاد پر کوئی کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد جدید اقدار (Modern Values) پر مبنی دستور کو ملک میں نافذ کیا گیا، جس میں چھوا چھوت کو آئینی طور پر ممنوع قرار دیا گیا اور ملک کے تمام شہریوں کے ساتھ یکساں اور مساویانہ سلوک کی بات کی گئی۔ ان اقدامات کے ذریعے کچھ حد تک تو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ مگر یہ کامیابی اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ آج بھی ملک کی بہت بڑی آبادی کا علم اور تعلیم سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے اور وہ جہالت کے اندھیرے میں اپنی زندگیاں گزار رہے ہیں۔ علم سے اس قدر دوری اور جہالت کا ذات پات کو بڑھاوا دینے میں بہت بڑا دخل رہا ہے۔ مذکورہ اسباب کے علاوہ اور بھی بہت سے سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشی اور جغرافیائی اسباب ہیں جن کی وجہ سے یہ نظام آج بھی برقرار ہے۔

5.7 ذات کی ارتقا کے مختلف نظریات (Theories for the Origin of Caste)

ماہرین سماجیات کے درمیان ذات کی ابتدا کو لے کر ہمیشہ سے بحث رہی ہے۔ مختلف مفکرین نے اپنی اپنی تحقیقات کے مطابق اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ ان تمام نظریات کا یہاں احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔ ہم یہاں پانچ مشہور نظریات کا ذکر کریں گے:

روایتی نظریہ (Traditional Theory)

اس نظریے کے مطابق ذات پات کا نظام برہما (ایشور) کی طرف سے دیا گیا نظام ہے۔ اور یہ ورن نظام (Varna System) کی توسیعی شکل ہے۔ ورن کی کل تعداد چار (4) ہے۔ برہمن، چھتریہ، ویش، اور شودر۔ کہا جاتا ہے کہ یہ چاروں ورن برہما (Brahma) کے جسم کے مختلف اعضا سے نکلی ہوئی ہیں۔ جسم کے اعضا کے مطابق ان کی سماجی درجہ بندی کی گئی ہے۔ اس درجہ بندی میں برہمن ذات کو سب سے بڑا قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ قرار دی جاتی ہے کہ برہمن کو برہما کے سر سے پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا پڑھنے لکھنے، ویدوں کی تعلیم حاصل کرنے اور تمام ہی مذہبی رسومات کی ادائیگی کا حق صرف اور صرف برہمن کو ہی حاصل ہے، اور انہیں سماج میں بہت سی مراعات کے ساتھ ساتھ سب سے اعلیٰ، اشرف اور معزز قرار دیا گیا ہے۔

ورن کی اس ترتیب میں چھتریہ کو دوسرا درجہ حاصل ہے کیونکہ انہیں برہما کے بازوؤں سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے جنگیں لڑنا، حکومت و اقتدار سنبھالنا ان کا کام ہے۔ ویش چونکہ انہیں برہما نے اپنی تھائی / ران سے بنایا ہے، اسی لیے سماجی درجہ بندی میں اس ذات کے لوگوں کو تیسرا مقام دیا گیا ہے، اور تجارت کو ان کا کام متعین کیا گیا ہے۔ چوتھا اور آخری نمبر شودر کا آتا ہے جو برہما کے پیروں سے پیدا

ہوئے ہیں، اور ان چاروں میں سب سے نچلا درجہ انہیں یعنی شودر کو دیا گیا ہے۔ چونکہ انہیں پیروں سے پیدا کیا گیا ہے، لہٰذا جس طرح سے پیر جسم کے تمام ہی اعضا کی خدمت میں لگا رہتا ہے اسی طرح شودر کی بھی یہ ذمے داری قرار دی گئی کہ وہ مذکورہ بالا تینوں ذات کے لوگوں کی خدمت کرے۔ اس نظریہ کے ماننے والے منوسمرتی اور رِگوید سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

پیشہ جاتی نظریہ (Occupational Theory)

ذات پات کی سماجی درجہ بندی میں پیشے (Occupation) کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔ سماج میں ہمیشہ سے کچھ پیشے ایسے رہے ہیں جسے اچھا، پاک اور باوقار مانا جاتا رہا ہے، اور کچھ کام کاج کو لوگ غلیظ، کم تر اور قابل تحقیر سمجھتے تھے۔ وہ لوگ جو پاک اور عزت والے کاروبار سے وابستہ تھے انہیں سماج میں عزت دار اور اعلیٰ سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کے برعکس جو لوگ ناپاک اور غلیظ کاروبار کے ذریعے اپنی روزی روٹی کماتے تھے انہیں سماجی درجہ بندی میں سب سے نچلی سطح پر رکھا گیا، اور انہیں سب سے کمتر اور ادنٰی مانا گیا۔

اس نظریے کا سب سے بڑا حامی رابرٹ نیسفیلڈ (Robert Nesfield) ہے۔ نیسفیلڈ کا کہنا ہے کہ ذات کی ابتدا کا بنیادی محرک پیشے کا سماجی کردار (Function) ہے۔ سماج کو منظم انداز میں چلنے کے لیے کچھ کام کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اور جس کام کی اہمیت زیادہ ہے اس سے وابستہ لوگوں کی اہمیت دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے مطابق اس نظام سے پہلے مذہبی علم کے حصول اور مذہبی رسومات کی ادائیگی پر برہمن ذات کی اجارہ داری نہیں تھی۔ لیکن کچھ وقت کے بعد جب مذہبی عقائد ورسومات میں پیچیدگی بڑھی تو لوگوں کے ایک گروہ نے اس کو سیکھنے اور مہارت حاصل کرنے کو اپنا پیشہ بنا لیا، جسے برہمن کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ اسی طرح دوسرے پیشوں کے ساتھ معاملہ ہوا۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ پیشوں کو موروثی (Hereditary) قرار دیا گیا۔

نسلی نظریہ (Racial Theory)

اس نظریے کو پیش کرنے والے کا نام ہربرٹ رسلے (Herbert Risley) ہے۔ اس نے The People of India میں اس نظریے کی پر زور حمایت کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ نسلی اختلافات اور درون ازدواجی شادی ہی در اصل ذات پات کے نظام کی اصل ہے۔ اس کے مطابق ہندوستان میں آریوں کی آمد نے ذات پات کو جنم دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایرانی سماج چار بڑے طبقات میں بنٹا ہوا تھا؛ مذہبی طبقہ (Priests)، جنگجوؤں کا طبقہ (Warriors)، کاشت کار (Cultivators) اور دستکار کا طبقہ (Artisans)۔ ان لوگوں نے ہندوستان آنے کے بعد بھی درجہ بندی کے اس طریقے کو برقرار رکھا، جس کے نتیجے میں یہاں اس نظام کی ابتدا ہوئی۔ آرین اور غیر آرین میں رہن سہن، رسم ورواج اور دیگر تہذیبی عناصر میں بہت فرق پایا جاتا تھا۔ اپنی تہذیب اور نسل کے تحفظ کے لیے آرین طبقے کے لوگوں نے غیر آرین لوگوں سے دوری بنائی اور ان پر بہت سی پابندیاں عائد کر دیں تاکہ ان کے درمیان فرق برقرار رہے۔ رِگ وید میں آریوں اور غیر آریوں میں فرق اور امتیازات کو برقرار رکھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ اور امتیازات کا محرک نہ صرف جسمانی رنگ کو بتایا گیا ہے بلکہ زبان اور مذہبی عقائد کا مختلف ہونا بھی وجہ امتیاز قرار دیا گیا ہے۔ رسلے کے مطابق ذات کے نظام کی ابتدا اسی نسلی امتیاز سے ہوئی ہے۔ نسل پر مبنی اس نظریہ کا ذکر رِگ وید میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔

سیاسی نظریہ (Political Theory)

اس نظریے کے مطابق ذات پات کا نظام برہمنوں کا پیدا کردہ ہے جسے انہوں نے سیاسی اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے ایجاد کیا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ذات پات برہمنوں کو سماجی درجہ بندی میں اعلیٰ واشرف مقام دینے کا ایک سیاسی آلہ ہے۔ اس نظام کے متعلق جو مذہبی جواز پیش کیا جاتا ہے وہ بھی برہمنوں نے ہی اپنی سیاسی بالادستی کو قائم ودائم رکھنے کے لیے ہی وضع کیا ہے۔

ارتقائی نظریہ (Evolutionary Theory)

نظریہ ارتقا کا کہنا ہے کہ سماج میں ذات پات کے نظام کا وجود اچانک نہیں ہوا ہے، بلکہ یہ تاریخی تسلسل اور سماجی ارتقا کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ آج ہم ذات پات کی جو شکل دیکھ رہے ہیں اس کی ارتقا میں بہت سے اسباب ہیں۔ مثلاً موروثی پیشہ ، براہمنوں کا اپنے حسب ونسب کو پاک رکھنے کی کوشش، ایک مضبوط سیاسی اقتدار کا فقدان جو اسے ختم کرنے کا عزم رکھتی ہو، کرما کا فلسفہ اور دیہی علاقوں کا سماجی ساخت وغیرہ وغیرہ۔ نظریہ ارتقا کے مطابق یہ تمام ہی اسباب ہیں جس نے آہستہ آہستہ اس نظام کو جنم دیا۔

5.8 ذات پات کا نظام اور ایم۔ این۔ سری نواس (Caste System and M.N.Srinivas)

ایم۔ این۔ سری نواس (M.N.Srinivas) نے ذات پات کے نظام میں تسلسل اور تبدیلی کے تعلق سے کئی تصورات دئے ہیں۔ سماجیات میں ڈامننٹ کاسٹ (Dominant Caste) کا تصور سب سے پہلے سری نواس نے ہی استعمال کیا تھا۔ ڈامننٹ کاسٹ (بااثر ذات) سے مراد وہ ذات ہے جسے کسی علاقے میں معاشی یا سیاسی قوت حاصل ہو اور ذات کی درجہ بندی میں دوسرے ذات کے نسبت میں اعلیٰ مقام کی مالک ہو۔ اس طرح کی ذاتیں سماجی زندگی کے تمام ہی میدانوں میں بااثر اور اعلیٰ حیثیت کی مالک ہوتی ہیں۔ دوسری ذات کے لوگ ان کو حوالہ گروہ (Reference Group) کی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور ان کے رہن سہن، عادات واطوار اور رسم ورواج کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح اگر دیکھا جائے تو کوئی بھی ڈامننٹ کاسٹ اپنے علاقے میں تہذیب کی ترسیل اور فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ سری نواس کے مطابق ڈامننٹ کاسٹ کی درج ذیل خصوصیات ہیں۔

معاشی اور سیاسی قوت (Economic and Political Strength)

سری نواس کا کہنا ہے کہ کسی بھی ذات کی قوت کا احساس اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ اس کے پاس کس قدر زمینیں ہیں۔ جو ذات جتنی زیادہ زمینوں کی مالک ہوتی ہے، وہ اس علاقے میں اتنی ہی زیادہ بااثر اور طاقتور سمجھی جاتی ہے۔ زیادہ زمینوں کی ملکیت کی وجہ سے اس میں بڑے پیمانے پر کاشت کاری ہوتی ہے جس کے ذریعے ان کی آمدنی میں خوب اضافہ ہوتا ہے۔ نیز جو زمین کی ملکیت سے محروم رہتے ہیں وہ ان کے کھیتوں میں ملازمت کرتے ہیں اور ان پر زمین کے مالک کا سیاسی رعب اور اثر قائم رہتا ہے۔ الغرض معاشی خوش حالی اور سیاسی بالادستی کسی بھی ذات کی مجموعی قوت اور غلبے کی اصل بنیاد ہوتی ہے۔ اور کسی بھی ذات کو ڈامننٹ کاسٹ بننے کے لیے یہ پہلی شرط ہے۔

تعداد کی قوت (Numerical Strength)

ملک میں جمہوریت کے قیام سے پہلے کسی بھی ذات کا تعداد میں زیادہ ہونا ان کی طاقت اور قوت کی ضمانت نہیں ہوا کرتا تھا۔ لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جمہوریت میں تعداد کی اہمیت ہوتی ہے۔ جس کی آبادی زیادہ ہوتی ہے، اس کے یہاں ووٹ دینے والوں کی تعداد بھی

لازماً زیادہ ہوگی۔ اس طرح ووٹ کی زیادہ تعداد کی وجہ سے ان کی سیاسی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ نیز وہ اپنی ذات کے کسی فرد کو منتخب کر کے اپنی سیاسی اور سماجی حیثیت کو بڑھاتے ہیں۔

مقامی سطح پر بہتر سماجی حیثیت (High Place in Local Hierarchy)

نظام ذات میں ہر ذات کی ایک سماجی حیثیت متعین ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ ایک علاقے میں ایک ذات مضبوط ہو اور دوسرے علاقے میں دوسری ذات۔ اسی لیے کسی ذات کا ڈامننٹ کاسٹ کا درجہ ملنے کے لیے یہ لازمی شرط ہے کہ وہ مقامی علاقے میں دوسرے کے مقابلے میں بہتر سماجی حیثیت کی مالک ہو۔ اس ذات کو اس علاقے میں تمام ہی ذاتوں میں فضیلت اور برتری دی جاتی ہو۔ اس طرح کسی علاقے میں چھتری یہ ڈامننٹ کاسٹ ہو سکتی ہے، تو کسی میں ویش اور کسی میں شودر وغیرہ۔

تعلیم (Education)

معاشی اور سیاسی قوت، تعداد کی قوت، مقامی سطح پر بہتر سماجی حیثیت کے علاوہ تعلیمی لحاظ سے بہتر کارکردگی بھی ڈامننٹ کاسٹ (Dominant Caste) ہونے کے لیے ایک اہم شرط ہے۔ تعلیم کی حیثیت ہم سب کے سامنے مسلم ہے۔ جو ذات تعلیمی میدان میں اس علاقے میں رہنے والے دوسری ذات سے آگے ہو، اسے سماج میں اعلیٰ مقام دیا جاتا ہے۔ جب یہ شرائط کسی ذات میں پائی جائیں تو سری نواس کے مطابق اس ذات کو ڈامننٹ کاسٹ (Dominant Caste) کہا جاتا ہے۔

5.9 ذات پات کے مثبت اور منفی افعال (Functions and Dysfunctions of Caste)

ذات پات کے مثبت افعال (Functions) کو دو طرح سے سمجھا گیا ہے؛ ایک انفرادی نقطہ نظر سے اور دوسرا اجتماعی نقطہ نظر سے۔ انفرادی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو ذات پات کا نظام فرد کو سماجی ترقی کے لیے بہت سے مواقع فراہم کرتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں؛

(1) ذات فرد کو سماجی شناخت فراہم کرتی ہے

(2) فرد کو سماجی تحفظ مہیا کرتی ہے

(3) یہ (ذات) انسان کے معاشی مسائل کا حل پیش کرتی ہے

(4) اور فرد کی سماج کاری (Socialization) کرتی ہے۔

اجتماعی نقطہ نظر سے اگر تجزیہ کریں تو ذات پات کے درج ذیل افعال (Functions) ہیں؛

(1) ذات پات کا نظام سماجی استحکام میں اہم رول ادا کرتا ہے

(2) تہذیب کو تحفظ فراہم کرتا ہے

(3) یہ تقسیم کار (Division of Labour) کا بہت ہی اہم نظام ہے

(4) یہ نظام سیاست کو استحکام بخشتا ہے

(5) نسلی پاکیزگی (Racial Purity) کو برقرار رکھتا ہے

(6) معاشی ترقی کا ضامن ہے۔

نظام ذات کے مثبت افعال کے ساتھ ساتھ اس کے بہت سے منفی افعال (Dysfunctions of Caste) بھی ہیں جس کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے۔

(1) ذات پات کا نظام سماجی تبدیلی میں رکاوٹ ہے

(2) اس سے سماجی تبدیلی کا عمل سست اور آہستہ ہوتا ہے

(3) نظام ذات معاشی ترقی میں رکاوٹ ہے

(4) یہ سماجی بد نظمی کا باعث ہے

(5) ذات پات سیاسی ٹکراؤ کو جنم دیتی ہے

(6) سماج میں خواتین کو کمتر اور حقیر سمجھنا ذات پات کی رہین منت ہے

(7) اور ذات پات کے نظام نے چھوا چھوت (Untouchability) کے تصور کو جنم دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت منفی افعال (Dysfunctions of Caste) ہیں جن کا مشاہدہ ہم ہر روز اپنے سماج میں کرتے ہیں۔

5.10 ذات پات کے نظام میں تبدیلیاں (Changes in Caste System)

ذات پات کا نظام ہندوستانی سماج کی امتیازی شناخت ہے اور اس کا جواز ہندو مذہب کی مقدس کتابیں پیش کرتی ہیں۔ یہ نظام صدیوں سے یہاں کے باشندوں کے اخلاق و کردار کو منضبط کرتا رہا ہے۔ لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی ساخت کے اندر بہت تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ خاص طور پر انگریزوں کے دور حکمرانی میں اس میں بہت بنیادی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ عدالتی اداروں کا قیام، صنعتیانا کا طریق، جدید اور جمہوری اصولوں پر بنائے گئے قوانین وغیرہ سے معاشی میدان میں ججمانی نظام کا خاتمہ ہوا، سیاست میں ذات پنچائت بالکل کمزور ہو گئی اور تہذیبی معاملات میں بہت سے غیر عقلی رسم ورواج کی اہمیت کمزور ہو گئی۔ اس کے علاوہ بہت سی تبدیلیاں ہیں جنہیں ہم یہاں مختصراً بیان کر رہے ہیں:

(1) نظام ذات کی مذہبی بنیاد بہت حد تک کمزور ہوئی

ذات پات کے نظام کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو مذہبی جواز حاصل ہے۔ ہندو مذہب کی مقدس کتابیں اس کی شاہد ہیں۔ لیکن جدید ہندوستان جو سیکولر اصولوں پر بنا ہے اس میں ہر فرد کو برابر شہری کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ہر ایک کو یکساں حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ ذات کی مذہبی جواز بہت کمزور ہوئی ہے جو کہ بہت اہم تبدیلی ہے۔

(2) ذات پات کی بنیاد پر اب کوئی بھی شخص کسی دوسرے کی انفرادی آزادی سلب نہیں کر سکتا

چونکہ ملک کا آئین ایک سیکولر آئین ہے جو تمام ہی شہریوں کو برابر کے حقوق دیتا ہے، اور ذات، جنس، مذہب اور علاقے کی بنیاد پر تفریق کو جائز نہیں قرار دیتا۔ اسی لیے کسی بھی فرد یا قوم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی انفرادی آزادی کو سلب کرے، جو ایسا کرتا ہے

اسے قانون کی نگاہ میں مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

(3) کاروبار / پیشے کے انتخاب میں اب ذات کا کوئی کردار نہیں رہا

پیشے کے انتخاب میں ہمیشہ سے ذات کا دخل رہا ہے۔ فرد کو آزادانہ طور پر کسی بھی پیشے کو اختیار کرنے کا حق حاصل نہیں تھا۔ لیکن سیکولر ہندوستان میں اب اس کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ ایک شخص خواہ کسی بھی ذات میں پیدا ہوا ہو، وہ اپنی قابلیت کے مطابق اپنے پیشے کا انتخاب کر سکتا ہے۔

(4) پسماندہ طبقات کے اندر اپنے حقوق کی لڑائی لڑنے کا احساس پیدا ہوا

ذات پات کے نظام میں ہمیشہ نچلی ذات کے لوگوں کا استحصال اور ان پر ظلم ہوتا رہا ہے۔ لیکن سیکولر آئین کے تحت سب کو علم حاصل کرنے کے یکساں مواقع میسر آئے ہیں جس کی وجہ لوگوں میں اپنے حقوق کے تئیں بیداری پیدا ہوئی ہے، اور وہ انہیں حاصل کرنے کے لیے تمام ہی جمہوری راستے اپنا رہے ہیں۔

(5) آزاد ہندوستان کی جمہوری سیاست میں ذات پات کی سیاسی معنویت بڑھی ہے

چونکہ جمہوریت میں تعداد کی اہمیت ہوتی ہے، جس گروہ کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اس کی سیاسی معنویت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ملک میں نچلی ذات سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد زیادہ ہے، اس لیے یہ لوگ یا ان کے مسائل انتخابات کے وقت سیاسی لیڈران کے لیے توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں، اور ذات پر مبنی مسائل اٹھائے جاتے ہیں جس سے لوگوں میں ذات کا شعور پیدا ہوا ہے اور ان کی سیاسی معنویت بڑھتی ہے۔

(6) ایک فرد یا گروہ کی سماجی اور معاشی ترقی کی راہ میں نظام ذات اب بڑی رکاوٹ نہیں رہا ہے

ذات پات کے نظام میں فرد اور گروہ کی سماجی حیثیت متعین ہوتی تھی، کوئی بھی فرد یا گروہ خواہ کتنی بھی کوششیں کر لے وہ اسے بدل نہیں سکتا تھا۔ لیکن آج کا سماج ایک کھلا سماج ہے، جہاں کوئی اپنی محنت اور قابلیت کی بنیاد پر ترقی کر سکتا ہے اور سماجی نقل پذیری کے ذریعے بہتر سے بہتر سماجی حیثیت حاصل کر سکتا ہے۔

ذات پات کے نظام میں مذکورہ بالا تبدیلیوں کے علاوہ اور بھی بہت سی تہذیبی و ثقافتی تبدیلیاں ہوئی ہیں جو صنعتیانا اور شہریانا کے نتیجے میں واقع ہوئی ہیں۔

5.11 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

ذات پات کا نظام ہندوستانی سماج کا لازمی حصہ ہے۔ اس نظام کے مطابق ہندو سماج مختلف طبقات میں منقسم ہے۔ اس اکائی کے مطالعے سے ہمیں نظام ذات اور اس کی بنیادی خصوصیات کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی۔ اور ہمیں اس بات کا بھی علم ہوا کہ ہندو مذہب کی مقدس کتابوں میں نہ صرف اس کا جواز ملتا ہے، بلکہ ان کے ذریعے اس کو تقویت بھی دی گئی ہے۔ اس اکائی کو بغور پڑھنے کے بعد ہم نے یہ بھی سیکھا کہ ہندوستانی سماج میں ذات کے ارتقا کے کیا اسباب و علل ہیں، نیز ذات پات کے مثبت اور منفی افعال کے بارے میں قیمتی

معلومات حاصل ہوئی۔ ہم نے یہ بھی جانا کہ جدید دنیا میں بہت ساری تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ذات پات کے نظام میں بھی چند بنیادی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔

5.12 فرہنگ (Glossary)

ذات پات کا نظام (Caste System): یہ انسانوں کی سماجی درجہ بندی کا نظام ہے جو انسانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرتا ہے، اور اسے ہندوؤں کی مقدس کتابوں کی حمایت حاصل ہے۔

درون ازدواجی(Endogamy): ایک ایسا اصول ہے جسکے مطابق ہر فرد کو اپنی ہی ذات یا قبیلے کے لوگوں میں شادی بیاہ کرنا لازمی ہے۔

سماجی نقل پذیری(Social Mobility): کسی بھی فرد، خاندان یا گروہ کا سماجی مرتبے میں حرکت اور تبدیلی کو سماجی نقل پذیری کہتے ہیں، یہ تبدیلی ترقی والی بھی ہو سکتی ہے اور زوال والی بھی۔

5.13 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

(1) ذات پات کا اصل ماخذ کیا ہے؟

(a)ورن کا نظام (b)قوم پرستی (c)نسل پرستی (d)ان میں سے کوئی نہیں

(2) ورن نظام میں کتنی ورن ہیں؟

(a)تین (b) چار (c) دو (d)پانچ

(3) درج ذیل میں سے کون ورن نظام کی درجہ بندی کے حساب سے تیسرے نمبر پر ہے؟

(a)برہمن (b)شودر (c)ویش (d) چھتریہ

(4) ماہرین سماجیات کے مطابق سماجی درجہ بندی کے کتنے اقسام ہیں؟

(a)تین (b) چار (c)دو (d) پانچ

(5)لفظ'Caste' درج ذیل میں سے کس زبان سے ماخوذ ہے؟

(a)ہسپانوی (b)انگلش (c) اردو (d) ہندی

(6) ہسپانوی زبان کے کون سے لفظ سے 'Caste'لفظ ماخوذ ہے؟

(a) Casta (b) Castast (c) Caste (d) Castees

(7) 'Castus'لفظ کس زبان کا ہے؟

(a)لاطینی (b) یونانی (c)سنسکرت (d) ہندی

(8)لفظ'Castus' کے کیا معنی ہے؟

(a)خالص (Pure) (b)نسب (Lineage) (c)نسل (Race) (d) ان میں سے کوئی نہیں

(9) درج ذیل میں سے کس کے مطابق ذات ایک بند گروہ (Closed Group)؟

(a)مدن اور مجمدار (b) ٹی۔کے۔اومین (c)ایم۔این۔سری نواس (d) ایس۔سی۔دوبے

(10)کس نظریے کا کہنا ہے کہ 'ذات پات کا نظام برہمنوں کا پیدا کردہ ہے جسے انہوں نے اپنا سیاسی اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے ایجاد کیا ہے'؟

(a)سیاست پر مبنی نظریہ (b) ارتقائی نظریہ (c)پیشہ پر مبنی نظریہ (d) معاش پر مبنی نظریہ

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ ذات پات میں موجودہ تبدیلیوں کا تذکرہ کیجیے۔

2۔ نظام ذات کی ابتدا سے متعلق ارتقائی نظریہ کو بیان کیجیے۔

3۔ نظام ذات کی ابتدا سے متعلق پیشہ پر مبنی نظریہ کی وضاحت کیجیے۔

4۔ نظام ذات کی ابتدا سے متعلق ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

5۔ نظام ذات کی کسی ایک خصوصیت کی وضاحت کیجیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ ذات کی تعریف بیان کیجیے۔ نیز اس کے ارتقا کے اسباب کی وضاحت کیجیے۔

2۔ ذات پات کی بنیادی خصوصیات کو بیان کیجیے۔

3۔ ذات پات کی ابتدا سے متعلق نظریات کی وضاحت کیجیے۔

اکائی 6۔ قبائلی سماج : ساخت اور تبدیلی

(Tribal Societies: Structure and Change)

اکائی کے اجزا

6.0 تمہید

6.1 مقاصد

6.2 قبیلہ: معنی و مفہوم

6.3 قبائلی سماج کی ساخت

6.4 قبیلہ کی بنیادی خصوصیات

6.5 قبائلی سماج اور سماجی درجہ بندی

6.6 ملک کے چند بڑے قبائل

6.7 قبائلی سماج میں تبدیلیاں

6.8 قبائلی سماج میں تبدیلی کے اسباب

6.9 اکتسابی نتائج

6.10 فرہنگ

6.11 نمونہ امتحانی سوالات

6.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان میں لوگ تین طرح کے علاقوں میں رہائش پذیر ہیں؛ دیہی علاقوں میں، شہروں میں، اور قبائلی گاؤں میں۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ دیہات اور شہروں کی طرز معاشرت، طرز معیشت، اور سیاسی ماحول سے واقف ہوتے ہیں لیکن بہت کم ایسے لوگ ہیں جو قبائلی سماج (Tribal Society)، یہاں کی طرز زندگی، اور معاشرت و معیشت کے اصولوں اور ان کی سیاسی و مذہبی حالات سے واقف ہوں۔ اس اکائی میں ہم قبائلی سماج پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے تاکہ اس کے بارے میں ہمیں صحیح معلومات ہو سکے۔

قبائلی سماج اور دیہی علاقے مختلف معاملات میں ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہیں۔ چونکہ ان دونوں کی آبادکاری اور ڈھانچے میں کچھ مشترکہ خصوصیات ہیں جس کی وجہ سے ان کے درمیان فرق کرنا آسان نہیں ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ملک کے مختلف علاقوں میں بہت سے ایسے گاؤں ہیں جس میں بڑے بڑے قبائل آباد ہیں اور قبائل پر مشتمل یہ گاؤں دیہی علاقوں اور غیر قبائلی بستیوں سے مختلف نہیں ہیں۔ قبائلی اور غیر قبائلی سماج میں ہم رشتوں، دولت و ثروت اور سیاسی اقتدار کی بنیاد پر پہچان کر سکتے ہیں۔ قبائلی لوگوں کی بنیادی شناخت یہ ہے کہ وہ عام آبادی سے دور بالکل پہاڑی مقامات میں رہتے ہیں۔ یعنی جغرافیائی علاحدگی ان لوگوں کی بنیادی پہچان ہے۔ چونکہ وہ شہری آبادی سے کٹ کر رہتے ہیں اسی لیے تہذیبی لحاظ سے یہ بہت پسماندہ ہوتے ہیں۔

ملک میں انگریزی حکومت سے پہلے قبائلی لوگوں کی زندگی بہت ہی پر امن زندگی ہوا کرتی تھی۔ جنگل ہی ان کی اصل دنیا اور معیشت کی بنیاد تھی، اسی میں وہ اپنی قبائلی روایات کے مطابق گزر بسر کرتے تھے۔ لیکن انگریزوں کی آمد نے نہ صرف ان کی قبائلی طرز معاشرت کو متاثر کیا بلکہ ان کے رہائشی علاقے انگریزی حکومت کے معاشی مفادات کی نذر ہونے لگے اور یہ سلسلہ ملک کی آزادی کے بعد بھی نہیں رکا۔ بڑی بڑی کمپنیوں کے قیام نے ان کو ان کے جنگلات اور دیگر قدرتی وسائل سے محروم کر دیا ہے جس کی وجہ سے ان کے اندر عدم تحفظ اور بغاوت کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ آزادی کے بعد جتنی بھی حکومتیں آئیں کسی نے بھی ان کے مسائل کو سنجیدگی سے حل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اسی لیے ان کی معاشی ترقی اور تہذیبی تحفظ کے تعلق سے ہمیں کوئی واضح اور مستحکم پالیسی نہیں ملتی۔ حالیہ دنوں میں قبائلی علاقوں میں جنگلوں کو ختم کرنے اور معدنی ذخائر کی تلاش کے اقدامات نے سماجی کارکنوں اور علمی حلقوں میں بے چینی پیدا کر دی ہے۔ نتیجتاً اس تعلق سے عوامی مظاہرے، اخبار و رسائل میں مضامین اور ریسرچ و تحقیق کے ذریعے ان کے مسائل کو اٹھانے کی کوششوں میں تیزی آئی ہے اور ملک کی ایک بڑی آبادی ان کے مسائل کو حقیقی ماننے لگی ہے اور اس کے حل کے لیے کوشاں ہے۔

قبائلی سماج میں تبدیلی سے مراد سماجی تبدیلی ہے، یعنی وہ کیا تبدیلیاں ہیں جس سے قبائلی سماج کی پرانی شکل متاثر ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر قبائل کی آپسی میل ملاپ میں تبدیلی، شادی بیاہ، اور دوسرے خوشی و غم کے طریقوں میں تبدیلی، سیاست، معاشرت اور معیشت میں تبدیلی، الغرض قبائلی سماج میں تبدیلی سے مراد قبائلی ساخت میں تبدیلی ہے۔ اس اکائی میں ہم قبائلی سماج میں تبدیلی کے موضوع پر گفتگو سے پہلے، سماجی تبدیلی کے معنی و مفہوم پر روشنی ڈالیں گے اور یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ سماجی تبدیلی کسے کہتے ہیں، اور اس کے اسباب و عوامل کیا ہیں۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب ہم قبائلی سماج کی تعریف، اس کی خصوصیات اور اس میں ہونے والی تبدیلیوں کا تفصیلی ذکر کریں گے اور ان تبدیلیوں کے اسباب کو جاننے کی کوشش کریں گے۔

6.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی میں قبائلی سماج (Tribal Society) پر بحث کی جائے گی۔ اور اس اکائی کے مطالعے سے آپ کو درج ذیل چیزوں کے متعلق معلومات حاصل ہوں گی۔

- قبائلی سماج کے متعلق آپ کو تفصیلی معلومات حاصل ہوں گی۔
- قبائلی سماج کی بنیادی خصوصیات کے بارے آپ کو خاطر خواہ معلومات حاصل ہوں گی۔
- قبائلی سماج کی ساخت اور اس میں واقع ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہی حاصل ہوگی۔
- قبائلی سماج میں تبدیلی کے اسباب کے بارے میں بھی ضروری معلومات حاصل ہوگی۔
- اس اکائی کے مطالعے سے قبائلی سماج میں لوگوں کی درجہ بندی کی بنیادوں کے بارے میں واقفیت حاصل ہوگی۔

6.2 قبیلہ: معنی تعریف (Tribe: Meaning and Definition)

لفظ قبیلہ کی تعریف متعین کرنے میں ماہرین سماجیات اور عمرانیات کے درمیان اختلاف ہے۔ اس لیے اس کی بہت سی تعریفیں بیان کی جاتی ہیں۔ کچھ مفکرین نے لوگوں کی سماجی، معاشی اور ثقافتی بنیادوں پر قبائل کی تعریف متعین کی ہے، تو بعض کے نزدیک قبائل کی تعریف متعین کرنے میں جغرافیائی علاحدگی، لوگوں کا خود کفیل (Self-sufficient) ہونا، ان کی ظاہری شکل وصورت اور زبان کافی اہم پہلو ہیں۔ ان خصائص کی بنیاد پر قبائلی سماج کی تعریف وضع کی گئی ہے۔ درج ذیل میں ہم چند اہم تعریفات کا تذکرہ کریں گے:

آکسفورڈ ڈکشنری آف سوشیالوجی (Oxford Dictionary of Sociology) میں یہ منقول ہے کہ "قبیلہ (Tribe) ایک ایسا سماجی گروہ ہے جو باہمی رشتوں سے مربوط اور ایک خاص علاقے تک محدود ہے؛ قبیلہ کے افراد میں باہمی لگاؤ پایا جاتا ہے، اور وہ سیاسی خود مختاری کے احساس کے ساتھ آپس میں ایک خاندان کے افراد کی طرح متحد رہتے ہیں"۔

دی امپیریل گزیٹیر آف انڈیا (The Imperial Gazetter of India) کے مطابق "قبیلہ مختلف خاندانوں کے مجموعے کا نام ہے، جن کے نام اور مقامی زبان ایک جیسی ہو، جن کے رہائشی علاقے مشترک، اور جو حقیقی طور پر درون ازدواج (Endogamous) ہوں لیکن ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ درون ازدواج ہی ہو"۔ مذکورہ تعریف کے مطابق کسی بھی قبیلہ کی درج ذیل چار اجزا ہیں:
(1) قبیلہ کا ایک مشترک نام ہو، (2) قبیلے کے تمام ہی افراد ایک جیسی زبان بولتے ہوں، (3) مشترک رہائشی علاقوں کے مالک ہوں، (4) اور وہ درون ازدواج ہوں۔

مجمدار (Majumdar) نے قبیلہ کی جو تعریف بیان کی ہے وہ اس مذکورہ بالا تعریف سے بہت مشابہ ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ "قبیلہ ایسے خاندانوں (Families) کے مجموعے کا نام ہے جن کے نام مشترک ہوں، افراد قبیلہ ایک ہی علاقے میں رہائش پذیر ہوں، ایک جیسی زبان بولتے ہوں، اور شادی و روزگار کے متعلق کچھ مشترکہ ممنوعات پر عمل کرتے ہوں، اور باہمی لین دین اور آپسی ذمے داریوں سے متعلق ان کے یہاں ایک مضبوط نظام قائم ہو"۔ مجمدار کی بیان کردہ تعریف میں پہلی تعریف کے مقابلے میں مزید دو خصوصیات کا اضافہ ہے۔ پہلا اضافہ شادی بیاہ اور پیشہ سے متعلق کچھ ممنوعات کا ہونا، اور دوسری اضافی خصوصیت یہ ہے کہ باہمی لین دین اور آپسی ذمے داریوں سے متعلق ان کے یہاں ایک مضبوط نظام کا پایا جانا ہے۔ اس طرح مجمدار نے قبیلے کے تصور کو واضح کرنے کے لیے ان دو نکات کا مزید اضافہ کیا ہے جو سماجیاتی نقطہ نظر سے کافی اہم ہیں۔

قبیلہ کی ایک تیسری تعریف ہے جسے جارج مرڈاک نے پیش کیا ہے۔ مرڈاک کے مطابق "قبیلہ ایک سماجی گروہ ہے جو بہت سے کنبوں (Clans)، خانہ بدوش گروہوں، گاؤں یا دوسرے ذیلی گروہوں پر مشتمل ہوتا ہے، ان کا ایک متعین جغرافیائی علاقہ ہوتا ہے، ان کی اپنی زبان اور مخصوص تہذیب ہوتی ہے، ان کی یا تو ایک مشترکہ سیاسی تنظیم ہوتی ہے یا کم از کم ان کے اندر غیروں کے خلاف مشترکہ عزم کا احساس پایا جاتا ہے۔"

مرڈاک (Murdock) کا کہنا ہے کہ "قبیلہ وہ ہوتا ہے جہاں بہت سارے سماجی گروہ ہوں۔ مثلاً خیل (Clan)، خانہ بدوش گروہ (Nomadic Bands)، اور دوسرے چھوٹے چھوٹے سماجی گروہ (Sub-groups)"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لفظ قبیلہ کا اطلاق ایک مخصوص سماجی گروہ پر نہیں بلکہ مختلف سماجی گروہ پر ہوتا ہے۔ مرڈاک کی بیان کردہ اس تعریف میں بہت وسعت پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق ملک کے تمام طرح کے قبائل کا مطالعہ کرنے کے لیے کیا جا سکتا ہے جو کہ آپس میں سماجی اور تہذیبی لحاظ سے بہت مختلف ہیں۔

6.3 قبائلی سماج کی ساخت (Structure of Tribal Society)

سماجی ساخت کسے کہتے ہیں؟ قبائلی سماج کی بنیادی ساخت کیا ہے؟ سماجی ساخت ایک ایسا تصور ہے جس کی بہت سی تعریفیں اور تشریحات بیان کی گئی ہیں لیکن ماہرین سماجیات آج بھی اس سلسلے میں مختلف آراء رکھتے ہیں۔ ہربرٹ اسپینسر (Herbert Spencer) نے سماجی ساخت کو انسان کے جسمانی ساخت (Organic Structure) کے مماثل قرار دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ جس طرح انسان کے جسم کا ہر عضو اہم ہے اور ہر کوئی اپنا مطلوبہ کردار ادا کرنے کے لیے دوسرے پر منحصر ہے اور تمام اعضا مل کر فرد کے جسم کو مضبوط اور طاقتور بناتے ہیں، بالکل اسی طرح انسانی سماج کے تمام ہی ادارے باہم ایک دوسرے سے مربوط اور پیوست ہیں اور سب مل کر انسانوں کے میل ملاپ کے طریقے کو منضبط کرتے ہیں اور سماج کو مضبوط اور مستحکم کرتے ہیں۔

سماجی ساخت کے بنیادی اجزا معاشرتی روایات (Mores)، سماجی مرتبہ (Social Status)، سماجی رول (Social Role) اور سماجی ادارے (Social Institutions) ہیں۔ یہ تمام ہی اجزا مل کر کسی سماج کی ساخت بنتے ہیں جو پورے سماج پر اپنا اثر قائم رکھتے ہیں۔

قبائلی سماج کی ساخت کو بھی اسی پر قیاس کیجیے۔ یعنی ہم اس میں یہ دیکھیں گے کہ قبائلی لوگوں کے باہمی تعلقات اور طور طریقے، شادی بیاہ کے اصول، معیشت اور سیاست کے قوانین، اور مذہب و روحانیت کی بنیادیں کیا ہیں، اور ان کے باہمی ارتباط کے نتیجے میں قبائلی سماج کی نوعیت کیسی ہے۔ اس حوالے سے ذیل میں قبائل کی بنیادی خصوصیات، اس کی مختلف اقسام، قبائلی لوگوں کے ذرائع معاش، اور ان کے درمیان سماجی درجہ بندی پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی، جس سے قبائل کی سماجی ساخت کے بارے میں ایک اچھی سمجھ پیدا ہو گی۔

6.4 قبیلہ کی بنیادی خصوصیات (Basic Characteristics of Tribe)

قبیلہ کی تعریفات کے متعلق پچھلے صفحے میں کی گئی گفتگو سے ہم قبیلہ کی درج ذیل خصوصیات اخذ کر سکتے ہیں:

1) ایک مشترکہ رہائشی علاقہ (Common Area of Residence)

کسی بھی قبیلے کی اپنی ایک رہائشی کمیونٹی ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قبیلے کا اپنا ایک متعین رہائشی علاقہ ہوتا ہے جہاں اس قبیلے کے افراد رہتے ہیں۔ مثلاً، ناگا، رِنگمانا گا، سیمانا گا وغیرہ ناگالینڈ میں رہائش پذیر ہیں۔ اسی طرح گارو، کھاسی، کھاسا وغیرہ آسام میں رہتے ہیں۔ بھیل قبیلہ مدھیہ پردیش میں اور سولیگا قبیلہ میسور میں آباد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر قبائل کا اپنا کوئی مشترکہ رہائشی علاقہ نہ ہو تو وہ اپنی انفرادیت کھو دیتے ہیں۔ اس لیے ہر قبیلے کے افراد اپنے لوگوں کے ساتھ ہی رہنا پسند کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی تہذیب اور معاشرت کو باہری عناصر سے محفوظ رکھ سکیں۔

2) خاندانوں کا مجموعہ (Collection of Families)

قبیلے کی تعریفات کے ضمن میں یہ بات آئی تھی کہ قبیلہ بہت سارے خاندان کے مجموعے کا نام ہے۔ یعنی ایک قبیلہ بہت سارے خاندانوں سے مل کر بنتا ہے۔ خاندانوں کا یہ مجموعہ عام طور سے خونی رشتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ چونکہ قبیلہ خاندان کے مجموعے کا نام ہے، لہٰذا خاندان کی تعداد قبیلے کی سائز (Size) متعین کرتی ہے۔ یعنی بڑا خاندان بڑے قبیلے کا باعث ہے اور چھوٹے خاندان سے چھوٹا قبیلہ وجود میں آتا ہے۔

3) مشترک نام (Common Name)

ہر قبیلے کا اپنا ایک مخصوص نام ہوتا ہے اور یہ نام اس قبیلے کی اصل شناخت ہوتا ہے۔ دوسرے لوگوں سے میل جول کے دوران یہ نام اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ کون سا شخص کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ کچھ ہندوستانی قبائل جیسے کہ گارو، کھاسی، کوٹا، منڈا، سنتھل، ناگا وغیرہ۔

4) مشترک زبان (Common Language)

ہر قبیلے کی اپنی خاص زبان ہوتی ہے اور قبیلے کے تمام ہی افراد اسی زبان میں گفتگو اور بات چیت کرتے ہیں۔ یعنی بہت سے قبائل ہیں اور سب کی زبان دوسرے قبیلے سے مختلف ہوتی ہے۔ افراد قبیلہ کی مشترک زبان کی وجہ سے ان کے درمیان باہمی محبت و اتحاد قائم رہتا

ہے اور ان کے آپسی رشتے مضبوط ہوتے ہیں۔

5) مشترک مورث اعلیٰ (Common Descent)

قبائلی لوگوں کے دعوے کے مطابق ان سب کا ایک مشترک مورث اعلیٰ ہے اور یہ احساس کہ ان سب کا ایک مشترک مورث اعلیٰ ہے، ان کے آپسی تعلقات کو بہت مضبوطی عطا کرتا ہے۔ اور یہ قبائلی سماج میں افراد کے مابین اتحاد کی ایک بڑی وجہ ہے۔ چونکہ قبائلی سماج خونی رشتے داروں پر مشتمل ہوتا ہے، اور یہ تمام رشتے مشترکہ مورث اعلیٰ سے ہی نکل کر آتے ہیں۔

6) مشترک مذہب کا ہونا (Common Religion)

قبائلی لوگوں کی زندگی میں نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے مذہب کا بہت بڑا کردار ہے۔ قبائل میں مذہب کا تصور غیر قبائل علاقوں کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں عام طور سے یا تو کسی ایک مشترک مورث اعلیٰ کی پوجا ہوتی ہے یا پھر فطرت (Nature) کی۔ مذہب کی ان دو شکلوں کے علاوہ قبائلی لوگ کچھ دوسرے قسم کے عقائد بھی مانتے ہیں جیسے اشیاپرستی (Fetishism)، ٹوٹم پرستی (Totemism) روح پرستی (Animism) اور جادو ٹونا کا عمل بھی ان کے یہاں بہت عام ہے۔ قبائل کی سماجی و معاشی نظم وضبط کی بنیاد اسی مذہب پر ہے۔ اخلاقیات، مقدس (Sacred) اور غیر متبرک (Profane) کے اصولوں کا ماخذ یہی مذہب ہے۔ مشترکہ مذہبی تقریبات اور تیوہاروں میں شرکت قبیلے میں اتحاد و محبت کی فضا پروان چڑھاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ قبائلی سماج کی بنیادی خدوخال میں سے ہے۔

7) مشترک ثقافت (Common Culture)

ہر قبیلے کے پاس زندگی کا اپنا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ اس کے اپنے رسم ورواج، خوشی و غم کے طور طریقے اور اخلاقی وروحانی اقدار وغیرہ ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ جو چیز ایک قبیلے کو دوسرے قبیلے سے الگ کرتی ہے وہ اس کی اپنی ایک مخصوص تہذیب ہے۔

8) مشترک سیاسی تنظیم (Common Political Organization)

جس طرح ہر قبیلے کی اپنی ایک تہذیب ہوتی ہے، اسی طرح ہر قبیلے کا اپنا ایک مخصوص سیاسی نظام بھی ہوتا ہے۔ اس نظام میں اقتدار قبیلے کے سردار کے پاس ہوتا ہے۔ قبیلے کے تمام افراد پر اسی کی حکومت چلتی ہے اور یہاں سرداری عموماً موروثی (Hereditary) ہوتی ہے۔ بذریعے الیکشن سردار منتخب کرنے کا رواج قبائلی سماج میں نہیں پایا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے یہاں جدید دور کے مطابق حکومت کا تصور ہی موجود ہے۔ ان کی اپنی حکومت ہوتی ہے، اپنی قبائلی کونسل اور قبائلی اخلاقیات پر مبنی انصاف کا نظام ہوتا ہے۔

9) اتحاد باہمی کا احساس (Sense of Unity)

قبائلی سماج کی ایک اہم خصوصیت ان کا باہمی اتحاد ہے۔ قبیلے کے تمام ہی افراد میں ہمیشہ ایک جسم ایک جان کی سی کیفیت پائی جاتی ہے اور یہی اتحاد باہمی کا احساس ان کی امتیازی شناخت ہوتی ہے۔ قبائلی لوگ ہمیشہ سے مل جل کر رہتے ہیں، اور قبیلے کے کسی ایک فرد پر حملہ یا دشمنی کو وہ پورے قبیلے پر حملہ اور دشمنی تصور کرتے ہیں۔

10) کاشت کاری بطور ذریعے معاش (Agriculture as a Source of Income)

ہندوستانی سماج میں بہت سی تبدیلیوں کے باوجود آج بھی یہاں رہنے والوں کی اکثریت کا ذریعے معاش زراعت اور کاشت کاری ہے۔اسی طرح قبائلی سماج کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ یہاں کے زیادہ تر لوگوں کا ذریعے آمدنی کھیتی باڑی اور کاشت کاری پر منحصر ہے۔یہ لوگ بہت غریب اور پسماندہ ہوتے ہیں۔

11) خیلوں کی تنظیم (Organization of Clans)

خیل یعنی کنبہ (Clan) قبائلی تنظیم کا بہت ہی اہم حصہ ہے۔اس کا اطلاق ماں یا باپ کی طرف سے جو رشتے دار ہوتے ہیں ان پر ہوتا ہے، اور یہی تمام لوگ اپنی نسبت ایک مشترکہ مورث اعلیٰ کی طرف کرتے ہیں۔یعنی ایک خیل کے تمام افراد اپنی اصل (Origin) ایک مشترکہ مورث اعلیٰ سے جوڑتے ہیں۔ایک قبیلہ مختلف خیلوں سے مل کر بنتا ہے اور ایک خیل کے افراد دوسرے خیل کے لوگوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق اور باہمی اعتماد کے ساتھ رہتے ہیں۔

12) سادگی اور خود کفیل ہونا (Simple and Self-Sufficient)

فطرتاً قبائلی سماج ایک غیر پیچیدہ اور سادگی والا سماج ہے۔ ان لوگوں کی گزر بسر شکار بازی، ماہی گیری، پھل، میوہ جات اور دوسرے جنگلی پیداوار پر ہوتا ہے اور بہت سے قبائلی لوگ کاشت کاری کے ذریعے اپنی زندگی گزارتے ہیں۔انسانی سماج میں برق رفتار تبدیلی نے قبائلی ساخت کو بھی متاثر کیا ہے۔اس نے اپنی خود مختاریت کھو دیا ہے اور دوسری مہذب کمیونٹی اور حکومت پر انحصار کرنے لگے۔

13) تحفظ کی ضرورت (Need of Security)

قبائلی سماج ہمیشہ سے عدم تحفظ کا شکار رہا ہے۔اسی عدم تحفظ کے احساس نے انہیں باہم متحد اور باہم پیوست کر رکھا ہے۔سیاسی، مذہبی، معاشرتی اور معاشی یکسانیت کی وجہ سے ان کے اندر غیر قبائل کے مقابلے میں اعتماد و اتحاد پیدا ہوتا رہا ہے۔اسی اتحاد کی وجہ سے ہر طرح کے معاملات خواہ سماجی، سیاسی، معاشی اور مذہبی ہوں، باآسانی حل ہو جاتے ہیں۔

14) درون ازدواجی گروہ (Endogamous Group)

عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک قبیلے کے لوگ ایک ہی قبیلے میں شادی بیاہ کرتے ہیں ۔ اسی لیے اسے درون ازدواجی گروہ (Endogamous Group) کہا جاتا ہے۔ ہر قبیلے کے بہت سے خیل (Clan) ہوتے ہیں اور ایک خیل کے لوگ دوسرے خیل میں شادی بیاہ کرتے ہیں لیکن ایک قبیلے کے کسی فرد کی شادی دوسرے قبیلے میں بہ مشکل ہی ہوتی ہے۔

6.5 قبائلی سماج اور سماجی درجہ بندی (Tribal Society and Social Stratification)

سماج میں لوگوں کے درمیان تفریق و امتیاز ہمیشہ سے موجود رہا ہے اگرچہ اس کی بنیادیں مختلف رہی ہیں۔ہندوستانی سماج میں ذات پات کی بنیاد پر یہ تفریق آج بھی جاری ہے۔ہندوستان کا قبائلی سماج بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔درج ذیل میں ہم قبائلی سماج کی درجہ

بندی (Social Stratification) پر گفتگو کریں گے:

این۔کے۔بوس (N.K.Bose) نے قبائلی لوگوں کی درجہ بندی تین اقسام میں کی ہے۔1) شکاری(Hunter) ، ماہی گیر (Fishers)، اور جمع کرنے والے (Gatherers)،2) کاشت کار (Shifting Cultivators) ، 3) پرمانٹ کاشت کار جو ہل اور جانوروں کی مدد سے کاشت کاری کرتے ہیں(Settled agriculturalists)۔

سنتھال (Santhal) ، گونڈ (Gond) ، بھیل (Bhill) ،اوراوں (Oraon)،اور منڈا (Munda) یہ تمام ہی قبائل آخری زمرے میں یعنی، پرمانٹ کاشت کار جو ہل اور جانوروں کی مدد سے کاشت کاری کرتے ہیں(Settled Agriculturalists) میں آتے ہیں۔انکی کاشت کاری غیر قبائلی کاشت کار وں سے مختلف نہیں ہے ۔ یہ قبائل کاشت کار (Cultivators) ، کاشت کاری مزدور (Agricultural Labourers)،اور عام مزدور (Workers) میں منقسم ہیں۔ان قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ جھار کھنڈ،بنگال، اوڑیسہ،اور چھتیس گڑھ کے کارخانوں میں مزدوری کرتے ہیں،اس کے علاوہ آسام اور بنگال کے کھیتوں میں بھی یہ لوگ کام کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بہت سے ماہرین انسانیات ہیں جنہوں نے کچھ مخصوص قبائل کی درجہ بندی پر تفصیل سے لکھا ہے ۔ ایس۔سی۔رائے (S.C.Roy) نے اوراوں گاؤں کے مختلف گروہوں کی درجہ بندی ان کے پیشے کی بنیاد پر کی ہے ۔ رائے نے اوراوں میں بہت سے درون ازدواجی گروہ (Endogamous Groups) کا ذکر کیا ہے، جیسے مہالی (Mahali)، گھاسی(Ghasi) ، اور لوہار(Lobar) ۔

6.6 ملک کے چند بڑے قبائل (Some Major Tribes in India)

دستور ہند کی دفعہ 342 کے شیڈول کے مطابق 533 قبائل ہیں جو مختلف صوبوں میں رہائش پذیر ہیں۔ جس میں سے صرف 63 قبائل اڑیسہ میں پائے جاتے ہیں۔ذیل میں مختلف صوبوں میں بسنے والے بڑے بڑے قبائل کی نشاندہی کی جارہی ہے کہ کون سا قبیلہ کہاں پایا جاتا ہے؛

مدھیہ پردیش	بھیل، گونڈ، کورکو، کوآل، دھاریہ ،بارگا،اوراوں، کویا، بیگا
اڑیسہ	گونڈ، ساورا، کونڈ، منڈے، بھومج، سنتھال، کھاریہ، کولہا، لودھا
بہار	بھیل، اوراوں، منڈا(Munda)، ہو، بھومج
گجرات	بھیل، نیکڈا، دھانکہ، دبلہ(Dubla)، کوکنا، رنتھاوا، کولی
راجستھان	مینا، بھیل، دھودیا،

مہاراسٹر	گونڈ، بھِل، کتکاری، کولی مہادیو، پرادھانس
مغربی بنگال	سنتھال، اوراوں، منڈا، بھومج
آسام	لوشائی، کچاری، میری
میگھالیہ	کھاسی، گارو قبیلہ
ناگالینڈ	ناگا قبیلہ
آندھرا پردیش	گویا، چینچو، گداباس، گونڈ، راج گونڈ، ہِل رڈیس(Hill Reddis)، جاتاپوس، کمارا، کونڈادھوراس، پوتیا، نایاکس، پردھان، ریڈی، دھوراس، لمبادیس، ینادیس، یروکولاس
انڈمان اور نیکوبار	انڈمانیس، چاریار، چاری، کورا، بلاوا، بوجی گیاب، کول، جراواس، نیکوباریس، اور شوم پینس

6.7 قبائلی سماج میں تبدیلیاں (Changes in Tribal Societies)

ہندوستان میں سماجی تبدیلی (Social Change) پر تحقیق کا کام بیسویں صدی میں شروع ہوا، اور ڈی۔ این۔ مجمدار (D.N.Majumdar) وہ پہلے ماہر انسانیات ہیں جنہوں نے 'ہو قبیلہ' (Ho Tribe) پر ریسرچ کرتے ہوئے اس کے اندر ہو رہی تبدیلی (Change) کا ذکر کیا تھا۔ قبائل میں سماجی تبدیلی پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیں اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ملک میں اکثریت ہندو مذہب کے ماننے والوں کی ہے، جو ملک کے تمام ہی علاقوں میں پائے جاتے ہیں ان کی اپنی مخصوص طرز زندگی ہے جس کے اثرات قبائلی لوگوں پر پڑے ہیں۔ ان اثرات کے نتیجے میں قبائلی لوگوں کے علم، رویے، افکار وخیالات، عادات واطوار، مذہبی عقائد، اور اخلاقی اصولوں میں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ قبائل اور ذات کے باہمی ربط اور تعلق کے نتیجے میں مختلف قبائل کے اندر بہت سی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ مختلف تحقیقات میں یہ پایا گیا ہے کہ قبائلی لوگوں کو اب یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ عیسائیت اور ہندومت کی تحریکوں سے ان کے قبائلی اقدار وروایات ختم ہو رہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں تحریکیں قبائلی علاقوں میں بہت سرگرم عمل ہیں جس کی وجہ سے ان کے یہاں نئے طور طریقے متعارف عام ہو رہے ہیں، اور جس کی وجہ سے یہ اپنی قبائلی شناخت کھو رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی قبائلی شناخت کو لے کے اس قدر حساس ہیں کہ اس کا اظہار ان کے سیاسی مطالبات میں اور تحریکوں کی شکل میں ہوتا رہتا ہے، مثلاً ان کے یہاں "قبائلی مذہب کی طرف پلٹو (Return To Tribal Religion) جیسی تحریک کے ذریعے وہ اپنی تہذیب اور شناخت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس ابتدائی گفتگو کے بعد اب ہم قبائلی سماج کی تبدیلی پر بحث کریں گے، اور یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ یہاں تبدیلی کی کیا نوعیت ہے۔ وِنے کمار پٹنائک نے سباراس قبیلہ (Sabaras Tribe) جو اڑیسہ کے گھورابار گاؤں میں رہائش پذیر ہے، پر اپنی ریسرچ میں

کچھ اہم تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے جسے یہاں بیان کیا جارہا ہے۔

ساختیاتی تبدیلی (Structural Change)

قبائل کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تمام انسانوں کو برابر تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے افراد میں عقیدہ مساوات انسانی کا اصول (Notion of Egalitarianism) پایا جاتا ہے لیکن حالیہ دنوں میں قبائل پر کی گئی ریسرچ و تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ قبائل کی سماجی درجہ بندی میں اب آہستہ آہستہ بدلاؤ اور تبدیلی واقع ہورہی ہے۔ مثال کے طور پر سابارا س قبیلہ (Sabaras Tribe) میں ذات پات کا نظام بھی اپنی جگہ بنارہا ہے۔ اس طرح اس کمیونٹی میں سماجی درجہ بندی کا یہ نظام متعارف ہو چکا ہے جو کہ ایک بنیادی ساختیاتی تبدیلی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ قبائل میں طبقہ (Class) کا تصور بھی جگہ پانے لگا ہے۔ مثال کے طور پر، منڈا (Mundas) میں کلاس یعنی طبقہ کا تصور رائج ہو رہا ہے۔ اسی نوعیت کی تبدیلی جنوبی گجرات کے علاقے میں رہنے والے چودھری قبیلے میں بھی دیکھنے کو مل رہی ہے۔ غرض یہ کہ قبائل کے درمیان درجہ بندی کی سطح پر بڑی تبدیلی ہوئی ہے۔

ثقافتی تبدیلی (Cultural Change)

اگر ثقافتی نقطہ نظر سے قبائلی سماج میں تبدیلیوں پر غور کیا جائے تو ہمیں درجہ ذیل پانچ (5) بڑی تبدیلیاں دیکھنے کو ملتی ہیں:

(1) قبائل کی طرز معاشرت میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ خاص طور پر وہ قبائل جو شہروں کے قریب آباد ہیں، یا جو غیر قبائلی گروہ کے درمیان اقلیت میں ہیں انہوں نے ہندوؤں کے بہت سی عادات و اطوار اور رسم ورواج کو اپنایا ہے۔ بہت سی روایتی عادات اور اقدار کو چھوڑ کر نئی اخلاقی اقدار کو قبول کیا۔ اس طرح قبائلی سماج میں معاشرت کی سطح پر بہت سی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔

(2) ثقافتی تبدیلیاں ایسی نہیں تھیں جس سے وہ اپنی شناخت کھو بیٹھیں اور مکمل طور سے ہندو ہو جائیں، بلکہ تبدیلی کے اس دورانیہ میں انہوں نے اپنی پہچان کو بچائے رکھا، اور اپنے آپ کو قبائل کی حیثیت سے ہی متعارف کراتے رہے، کبھی ہندو کی حیثیت سے نہیں۔

(3) بہت سے قبائل نے ہندوؤں کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کے بھی رہن سہن اور بہت سی رسم ورواج کو اپنایا ہے۔ مثلاً، ناگا قبیلہ، میزو، سنتھال، منڈا، اور کھاریہ وغیرہ۔ یہ وہ قبائل ہیں جو ملک کے شمال مشرقی اور شمال مغربی حصے میں رہتے ہیں جہاں عیسائی مذہب کے اچھے خاصے اثرات ہیں۔

(4) چھوٹا ناگپور سے تعلق رکھنے والے قبائلی لوگ جو آسام اور بنگال کے چائے کے باغیچے میں مزدوری کرتے ہیں، ان کے مذہبی افکار اور رسوم کے مقابلے میں ان کی مادی زندگی میں زیادہ تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ چونکہ وہ بڑی بڑی فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں اور معاشی اعتبار سے خود کفیل ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے اندر انفرادیت پسندانہ رویہ پیدا ہوا اور اس رویے کے باعث انہوں نے قبائلی رسم ورواج کو خیر آباد کر دیا۔

(5) زرعی صنعت کاری (Agro-industrialisaion) نے قبائلی لوگوں کی سماجی اور ثقافتی زندگی کو اس قدر متاثر کیا ہے کہ خاندان کا ادارہ، شادی کا ادرہ، سیاسی ساخت، اور آپس کے لین دین میں غیر معمولی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ تجارتی انجمنوں (Trade Unions) کی وجہ سے بھی قبائلی مزدوروں کی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اب قبائلی مزدور متحد اور منظم ہو کر اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کر

رہے ہیں۔ اس طرح ان کے لیے سیاست میں حصہ داری کے مواقع بھی پیدا ہوئے ہیں۔

قبائلی پیشے میں تبدیلی (Change in Tribal Occupation)

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان کے قبائلی لوگوں کا روزگار اور پیشہ کھیتی باڑی اور کسانی سے جڑا ہوا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ انگریزی حکومت کے ابتدائی زمانے تک یہ لوگ زراعت پر ہی منحصر تھے۔ لیکن انگریزی حکومت کی مداخلت اور جنگل سے متعلق قوانین قبائلی زندگی میں غیر معمولی تبدیلی کا باعث ثابت ہوئی۔ انگریزی حکومت کی اس پالیسی کی وجہ سے ذات پات پر یقین رکھنے والے لوگ وہاں جاکر بسنے لگے جس کے نتیجے میں قبائلی لوگ آہستہ آہستہ اپنی زمینوں سے محروم ہوتے گئے اور ان پر غیر قبائلی کا قبضہ ہو گیا۔ ایک طرف تو ان کی آبادی میں اضافہ ہوتا رہا اور دوسری طرف وہ اپنی زمینوں سے محروم ہوتے گئے۔ ایسی حالت میں قبائلی لوگوں کو روزگار کی تلاش میں دوسرے علاقوں میں ہجرت کرنا پڑا۔ مثال کے طور پر اڑیسہ، مدھیہ پردیش اور بہار کے بہت سے قبائل اپنے آبائی وطن سے ہجرت کر کے دوسرے علاقوں میں جاکر بس گئے، اور وہاں مزدوری اور دیگر دوسرے کام کرنے لگے۔ قبائلی معیشت میں یہ ایک بنیادی تبدیلی ہے۔

سیاسی بیداری (Political Awakening)

قبائلی سماج میں تبدیلی جہاں بہت سے اسباب کام کرتے ہیں، وہیں ان میں سے ایک اہم سبب سیاسی شعور کی بیداری ہے۔ اس حوالے سے رجنی کوٹھاری (Rajani Kothari) کا کہنا ہے کہ سب کو ووٹ ڈالنے کا حق، سیاسی پارٹیوں کی سرگرمیاں اور مختلف قسم کے سماجی عوامل نے قبائل میں سیاسی سماج کاری (Political Socialization) کا کام کیا ہے۔ اس طرح ان کے اندر سیاسی سمجھ پیدا ہوئی ہے اور انسانی زندگی میں سیاست کی کیا اہمیت ہے، اس کا ادراک انہیں ہونے لگا ہے۔ لہٰذا اب مختلف انتخابات میں خواہ یہ علاقائی ہو، یا صوبائی وہ اپنے مفادات کے لحاظ سے اتحاد بنانے لگے ہیں۔ قبائلی سماج میں یہ غیر معمولی تبدیلی کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ چونکہ سیاسی شعور اپنے ساتھ بہت سی تبدیلیاں لے کر آتا ہے اور جس سماجی گروہ کے اندر سیاسی بیداری ہے اس کے یہاں مختلف نوعیت کی تبدیلی کا آنا لازمی ہے۔

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ قبائلی سماج میں سماجی، ثقافتی، اور معاشی سطح پر بہت سی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ اس تبدیلی کے نتیجے میں قبائلی لوگوں کو بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اور یہ اپنے بے شمار حقوق سے محروم بھی ہوئے ہیں۔ مثلاً، بڑے بڑے سرمایہ داروں کی وجہ سے انہیں اپنی زمین اور جنگلات سے نکلنا پڑ رہا ہے۔ الغرض قبائل میں مثبت اور منفی دونوں قسم کی تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں اور اس کے بہت سے اسباب و علل ہیں جس پر ہم آئندہ صفحات میں تبصرہ کریں گے۔ ان مذکورہ تبدیلیوں کے علاوہ قبائلی سماج میں کچھ اور بھی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں جنہیں ہم ذیل میں ذکر کر رہے ہیں:

سماجی درجہ بندی میں تبدیلی (Change in Social Stratification)

سماجیات اور انسانیات میں یہ بات اکثر موضوع بحث رہی ہے کہ کیا قبائل میں حیثیت (Status) کے حوالے سے تبدیلی آرہی ہے؟ کیا ان کے یہاں انتسابی حیثیت کے مقابلے میں اب اکتسابی حیثیت کو فوقیت دی جا رہی ہے؟ اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ایس۔ڈی۔ بدگیان (S.D. Badgaiyan) کہتے ہیں کہ چھوٹا ناگپور میں قبائلی درجہ بندی کافی پیچیدہ ہو گئی ہے۔ اب قبائلی درجہ بندی میں طبقے کی حیثیت کو اہم سمجھا جانے لگا ہے۔ مثلاً، اس علاقے میں رہنے والے منڈا قبیلے کے لوگ اپنے آپ کو طبقہ (Class) کی حیثیت

دے رکھی ہے۔

اسی طرح قبائلی سماج میں تبدیلی کے پس منظر میں گھنشیام شاہ (Ghanshyam Shah) نے ایک بہت ہی لطیف نکتے کی وضاحت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مادی اشیا کی ملکیت نے انسان کی سماجی حیثیت میں اضافہ کیا ہے۔ جن لوگوں کے پاس مادی اشیا جتنی زیادہ ہوتی ہے، ان کے یہاں چیزوں کا استعمال، خرچ کرنے کا مزاج، کھان پان، کپڑوں کا انتخاب، گھروں کی ڈیزائن، تعلیم کا رجحان اور اس کا معیار، مذہبی اور سیاسی رجحان وغیرہ میں ان لوگوں کے مقابلے میں بہت تفاوت ہوتا ہے جن کے پاس مادی اشیا کی کمی ہوتی ہے اور اسی سے کسی گروہ کی سماجی حیثیت کی تعیین ہوتی ہے۔ قبائلی درجہ بندی میں طبقہ (کلاس) کو اسی بنیاد پر اہمیت حاصل ہے۔ جنوبی گجرات میں رہنے والے قبائل کی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے جان بری من (Jan Breman) کہتے ہیں کہ چودھری قبیلہ میں اب نسل (Ethnicity) کی بنیاد پر لوگوں کی درجہ بندی نہیں ہوتی بلکہ سماجی درجہ بندی کا معیار اب طبقہ قرار پایا ہے۔

غیر زرعی معیشت کا فروغ (Growth of Non-agricultural Economy)

قبائل کی معیشت زراعت پر مبنی رہی ہے بیسویں صدی کے ابتدائی زمانوں میں ان کے پاس بہت زمین ہوا کرتی تھیں جن پر وہ کاشت کاری کیا کرتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ جب ہندو اعلیٰ ذات کے لوگ یہاں آئے تو قبائلی لوگوں کی زمینیں ان کی ملکیت سے نکل کر غیر قبائلی ہندو اعلیٰ ذات کی ملکیت میں چلی گئیں۔ چنانچہ ایک طرف تو آبادی میں اضافہ ہوتا رہا، اور دوسری طرف قبائلی لوگوں کی ملکیت سے ان کی زمینیں جاتی رہیں جس سے بہت سارے نئے مسائل سے یہ دوچار ہوئے۔ اس کے نتیجے میں قبائل کی ایک اچھی تعداد جو بہار، مدھیہ پردیش اور ملک کے دوسرے علاقوں میں سکونت اختیار کر چکے تھے وہ لوٹ کر اپنے وطن آئے اور غیر زرعی معیشت میں ملازمت اختیار کرنے لگے۔

ہجرت (Migration)

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ قبائلی لوگ مجموعی طور پر عام آبادی سے کٹ کر صرف اپنے ہی علاقوں میں محدود رہتے ہیں۔ ان کا کہیں آنا جانا نہیں ہوتا ہے، وہ بمشکل ہی اپنے گاؤں اور علاقوں سے باہر جایا کرتے ہیں۔ لیکن وقت اور حالات کی تبدیلی نے ان کے اس رویے میں تبدیلی پیدا کر دی۔ تعلیم اور روزگار کی غرض سے ان میں سے بہت لوگوں نے شہروں کی طرف ہجرت کی اور کچھ لوگوں نے خلیجی ممالک کا رخ کیا۔ لوگوں کا یہ عمل قبائلی سماج میں حیرت انگیز تبدیلی کا موجب ثابت ہوئی۔ وہ لوگ جو کسی غرض سے شہروں اور خلیجی ممالک میں عارضی طور پر گئے تھے جب وہ اپنے آبائی وطن واپس ہوئے تو ان کے گفتگو کا انداز، رہن سہن، ان کی سوچ و فکر اور مقاصد زندگی میں تبدیلی پورے سماج میں تبدیلی کا باعث ہوئی۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنے خاندان، ہم عمر گروہ اور قریبی رشتے داروں کو متاثر کرنا شروع کیا، پھر آہستہ آہستہ اس کے اثرات سے دوسرے لوگ متاثر ہوئے۔ مختصر یہ کہ ہجرت قبائل میں سماجی تبدیلی کا بہت اہم سبب ہے۔

عالم کاری کا اثر (Impact of Globalization)

عالم کاری (Globalization) کے اثرات اس قدر ہمہ گیر ہیں کہ شاید ہی کوئی سماجی گروہ اس سے بچا ہو۔ سماجی انسانیات کے حوالے سے ارکسن (Eriksen) کا کہنا ہے کہ سماجی انسانیات میں چھوٹے مقامات اور بڑے مسائل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس کے مطابق آج کے دور

میں جب کہ عالم کاری کے اثرات اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ انسانی زندگی کا ہر شعبہ اس سے متاثر ہے۔ قبائلی سماج پر اس کا بڑا اثر ہوا ہے وہ یہ کہ اب یہ سماج عام انسانوں سے کٹ کر علاحدگی میں نہیں رہ سکتا ہے۔ باہر کے اثرات اس کو متاثر کر رہے ہیں۔ یعنی قبائل کے چھوٹے سے علاقے کا تعلق باہر کے بڑے علاقے جیسے کہ صوبہ، ملک اور پورے عالم سے بنا ہے۔ دنیا کے وہ تمام مسائل جنہیں عالمی مسائل کے طور پر تصور کیا جاتا ہے، وہ قبائلی لوگوں کے لیے بھی اہم مسائل بن گئے ہیں اور دنیا کے اور لوگوں کی طرح یہ بھی ان سے ویسے ہی متاثر ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر، ماحولیاتی بحران کا مسئلہ، کینسر کی بڑھتی ہوئی بیماری، ایڈس کے مسائل اور عصر حاضر کی سب سے بڑی بیماری کورونا۔ یہ مسائل دنیا کے الگ الگ حصوں میں رہنے والوں کے لیے جتنے مہلک اور پریشان کن ہیں ویسے ہی قبائلی لوگوں کے لیے بھی یہ ہلاکت کا باعث ہیں۔ غرض یہ کہ ترسیل عامہ (Mass Media) کی برق رفتار ترقی نے پوری دنیا کو ایک سی جگہ بنا دیا ہے۔ قبائل بھی ترسیل عامہ کے اثرات سے بچ نہ سکے اور عالم کاری کے طریق میں وہ بھی شامل ہو گئے جس کے اثرات ان کی زندگیوں میں نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

6.8 قبائلی سماج میں تبدیلی کے اسباب (Causes of Changes in Tribal Society)

سماج میں تبدیلی مسلسل، ہمہ گیر اور مختلف نوعیت کی ہوتی ہے جس کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں۔ جدید ہندوستان میں تبدیلیاں بہت تیز رفتار اور مختلف جہات میں واقع ہوئی ہیں۔ خاص طور پر ملک کی آزادی سے ساختیاتی سطح (Structural Level) پر مختلف قسم کی تبدیلیاں ہوئی ہیں جس نے قبائلی سماج کی امتیازی شناخت کو بہت متاثر کیا۔ ایک طرف عیسائی مبلغین تھے، تو دوسری طرف ہندو تنظیموں کا بڑھتا ہوا اثر تھا جس کی وجہ سے قبائلی لوگوں اپنی تہذیب و روایات اور اپنی قبائلی شناخت کے حوالے سے غیر محفوظ محسوس کر رہے تھے۔ اپنی تہذہب اور شناخت کو بچانے کی خاطر قبائل میں کچھ تحریکیں بھی اٹھی جس کا مقصد تھا کہ لوگوں کو پھر سے قبائلی زندگی کی طرف پلٹنے کے لیے تیار کیا جائے، لہٰذا "قبائلی مذہب کی طرف پلٹو" (Return to the Tribal Religion) جیسے نعرے لگائے جاتے تھے۔ لیکن تبدیلی ایک ناگزیر اور مسلسل ہونے والا عمل ہے، لہٰذا قبائلی سماج میں بھی مختلف اسباب سے بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ذیل میں ہم ان اسباب کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

حکومت کی پالیسیاں اور جدید قوانین (Government Policies and New laws)

آزادی سے قبل انگریزی حکومت کے زمانے میں قبائل سے متعلق کچھ ایسی پالیسیاں تھیں جن کی وجہ سے قبائلی لوگ عام انسانوں سے دور الگ زندگی گزارتے تھے۔ اس وقت کی حکومت کو ان کے معاملات اور مسائل سے بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی تھی، لہٰذا لوگوں کو اپنے مسائل کے حل کے لیے بذات خود منتظمین کے پاس جانا پڑتا تھا۔ لیکن آزادی کے بعد حکومت ہند نے ان کے مسائل سے دلچسپی دکھائی اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے بہت ساری اسکیموں کو متعارف کرایا۔ اب انتظامی عملہ کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی کہ وہ بذات خود قبائلی لوگوں کے پاس جائیں اور ان کی پریشانی اور مسائل کو سنیں اور ان کا حل نکالیں۔ انتظامی عملہ کو اس بات کی تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ قبائلی لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کے دوران بے جا سختی سے پرہیز کریں۔ نیز ایمانداری اور انسان دوستی کا طریقہ اپنائیں۔ مگر ملک کی آزادی کے اتنے سالوں بعد بھی قبائلی لوگوں کے مسائل میں کمی کے بجائے روزبروز اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ پولیس اور دیگر منتظمین کے اندر ایمانداری

ودیانت داری جیسی صفات آج بھی پیدا نہ ہو سکی۔ اسی لیے ان کے یہاں ترقی کی رفتار بہت سست ہے۔ لہٰذا قبائل اور غیر قبائل کے درمیان فرق آج بھی موجود ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ ان کے یہاں سماجی و معاشی سطح پر تبدیلی بالکل ہی نہیں ہوئی ہے۔ ملکی سطح پر اس کا مطالعہ کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حکومت کی پالیسیوں سے ان کے یہاں ترقی ہوئی ہے، اگرچہ اس کی رفتار بہت سست ہے۔

ذرائع ابلاغ کی سہولیات (Facility of Media)

سماج میں تبدیلی کے مختلف اسباب میں سے ذرائع ابلاغ (میڈیا) کا کردار بہت اہم ہے۔ ذرائع ابلاغ کی برق رفتار ترقی نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے۔ قبائل جو عام انسانی سماج سے کٹ کر بالکل الگ علاقوں میں بستے ہیں وہاں بھی ذرائع ابلاغ کے گہرے اثرات دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ موبائل فون اور انٹرنیٹ کی دنیا میں حیرت انگیز ترقی کی وجہ سے دنیا کے کسی بھی کونے میں ہونے والے واقعات کے اثرات قبائلی لوگوں پر بھی پڑ رہے ہیں۔ آج ہم جس سماج میں رہ رہے ہیں وہاں معلومات کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ آج کا دور معلومات کا دور (Age of Information) ہے۔ اس دور میں ذرائع ابلاغ ایک ایسی متحیر طاقت کی شکل میں ابھرا ہے کہ اس کی نظیر انسانی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

سماجی ترقی کے ضمن میں ذرائع ابلاغ غیر معمولی کردار ادا کرتا رہا ہے۔ لوگوں کے مسائل اور تکلیفوں سے حکومت کو واقف کرانا، حکومت اور سیاسی قائدین کے غلط رویے سے لوگوں کو آگاہ کرنا، حکومت کی جانب سے عوام کے لیے فلاحی اسکیموں کی معلومات عوام تک پہنچانا وغیرہ، اس طرح کے بہت سے کام ہیں جو ذرائع ابلاغ انجام دیتا رہا ہے۔ قبائلی لوگوں کے مسائل مثلاً، غربت، ناخواندگی، عدم تحفظ، بنیادی ضروریات سے محرومی وغیرہ بہت سے مسائل ہیں جنہیں ذرائع ابلاغ کی مدد سے اٹھایا جاتا رہا ہے تاکہ ان مسائل کے حل کی طرف حکومت متوجہ ہو اور ان کی مجموعی ترقی ممکن ہو سکے۔ غرض یہ کہ قبائلی سماج میں تبدیلی کے حوالے سے ذرائع ابلاغ کا اہم کردار ہے۔

علم کا فروغ (Promotion of Education)

انسانی زندگی میں علم کی اہمیت ہمیشہ سے مسلم رہی ہے۔ علم سے انسان کا نہ صرف ذہنی ارتقا ہوتا ہے، بلکہ وہ اس بات سے بھی واقف ہوتا ہے کہ وہ زندگی گزارنے کے بہتر مواقع کن کن راستوں سے حاصل کر سکتا ہے۔ ملک کی آزادی کی سات دہائیاں گزر گئیں لیکن عوام میں علم کا فروغ جس رفتار سے ہونا چاہیے تھا، ویسے نہیں ہوا۔ آج بھی ملک کی ایک بڑی تعداد ناخواندہ ہے۔ اس کے حوالے سے شہروں اور دیہی علاقوں میں غیر معمولی فرق پایا جاتا ہے۔ گاؤں اور دیہات میں رہنے والے لوگ شہری لوگوں کے مقابلے میں علمی میدان میں کافی پسماندہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح قبائلی لوگوں میں بھی ہمیشہ سے علم و تعلیم کا بہت کم رجحان رہا ہے۔ اسی لیے ان کے یہاں خواندگی کی شرح کافی کم رہی ہے۔ لیکن ملک کی آزادی کے بعد جہاں بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں، وہیں اس میدان میں بھی تبدیلی دیکھنے کو ملتی ہے۔ آزادی کے بعد سے قبائل کی فلاح و بہبود کے لیے بہت سے اقدامات حکومت نے اٹھائے ہیں۔ حکومت کے پنج سالہ منصوبے (Five Year Plans) میں علم کے فروغ کے لیے بہت توجہ دی گئی۔ اس کے لیے قبائلی علاقوں میں بہت سے اسکول کھولے گئے۔ بہت سے رہائشی اسکولوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ طلبہ کے لیے مختلف قسم کی سہولیات مثلاً، وظیفہ، رہائش اور کھانے کا نظم، مفت ٹیوشن کلاس کا نظم اور اس طرح کی بہت سہولیات فراہم کی گئیں تاکہ قبائلی بچوں میں تعلیم کا فروغ ہو سکے۔ اگرچہ حکومت کے ان اقدامات سے بہت بڑی تبدیلی تو واقع نہیں ہوئی،

لیکن اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ ان اقدامات سے ان کے یہاں علم کی اہمیت بڑھی ہے اور پڑھنے پڑھانے کا شوق ان میں پیدا ہوا ہے جس سے ان کی طرز زندگی اور سوچ و فکر میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں۔

صنعتیانا (Industrializatio)

انسانی زندگی میں صنعتیانا بنیادی تبدیلیوں کا باعث رہی ہے۔ ہندوستانی سماج کے ہر شعبے میں اس کے نمایاں اثرات مرتب ہیں۔ قبائلی سماج کی تبدیلی میں اس کا اہم کردار رہا ہے۔ اس نے انسانی زندگی پر کئی سمت سے اپنے اثرات ڈالے ہیں۔ صنعتیانا کی وجہ سے انسانی زندگیوں اور کاروبار میں تکنیکی آلات کا استعمال شروع ہوا اور بڑھا۔ نیز اس کی وجہ سے آج کی معیشت میں فرد کی ذاتی لیاقت وصلاحیت کو اہمیت حاصل ہے۔ صنعتیانا کی وجہ سے قبائلی لوگ روزگار کی تلاش میں شہروں کی جانب ہجرت کرنے لگے جس کی وجہ سے قبائلی سماج میں مختلف نوعیت کی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ خاص طور سے پانچ سالہ منصوبہ بندی (Five Year Plans) کے بعد قبائلی سماج میں صنعتیانا کے طریق کی رفتار میں تیزی آئی۔ ملک کے تمام ہی قبائلی علاقوں میں فیکٹریاں لگائی گئیں، یہاں تک کہ جنگلات کو کاٹ کر ان علاقوں میں بھی صنعتیں قائم کی گئیں۔ اس سے ان علاقوں میں رہنے والے قبائلی لوگوں کے لیے نئے معاشی مواقع فراہم ہوئے، مثلاً چھوٹا ناگپور میں کان کی فیکٹریوں سے ہزاروں لوگوں کو روزگار میسر ہوا۔ اسی طرح سے بہار، مدھیہ پردیش، بنگال اور اڑیسہ کے علاقوں میں فیکٹریوں (Factories) کے قیام سے وہاں کے لوگوں کو روزگار ملا اور ان کی زندگی میں تبدیلی واقع ہوئی۔ مختصر یہ کہ صنعتیانا کے طریق سے قبائلی سماج کی معیشت میں تبدیلی ہوئی ہے۔ لوگ زراعت کو چھوڑ کر فیکٹریوں میں کام کرنے لگے ہیں جس سے ان کے قبائلی رہن سہن کے طریقے بدلے ہیں۔ فیکٹریوں کے اپنے مخصوص اخلاقی عادات اور طور طریقے ہوتے ہیں جو عقلیت اور جدیدیت کی تحریک کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس قبائلی سماج کے طور طریقے روایت پر مبنی ہوتے ہیں۔ نتیجتاً دونوں میں تصادم کی صورت میں عام طور پر جدید اخلاقی اقدار کو فوقیت دی جاتی ہے۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قبائلی سماج کی تبدیلی میں صنعتیانا کا اہم کردار ہے۔

عیسائیت کے اثرات (Impacts of Christianity)

قبائلی سماج کی تبدیلیوں کے مختلف اسباب میں سے ایک اہم سبب عیسائیت کے اثرات ہیں۔ عیسائی مبلغین انگریزوں کی حکومت سے ہی اس ملک میں سرگرم عمل ہیں بالخصوص قبائلی علاقوں میں انہوں نے اپنی اصلاحی و فلاحی تحریکوں کے ذریعے کافی گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ ان کی تعلیمی و فلاحی خدمات سے متاثر ہو کر بہت سے قبائلی لوگوں نے عیسائیت کو قبول کیا جس کے نتیجے میں انہوں نے اپنے بہت سے قبائلی روایات اور طور طریقوں کو ترک کر کے عیسائی طور طریقوں کو اپنایا، جیسا کہ ملک کے شمال مشرقی علاقوں میں عیسائیت کے فروغ کے نتیجے میں وہاں کے لوگوں کی معاشرتی زندگی میں نمایاں تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ عیسائی مبلغین نے قبائلی علاقوں میں مغربی اخلاقی اقدار و تصورات کو متعارف کرایا جس کے نتیجے میں روایتی قبائلی طور طریقے اور ادارے بر طرح متاثر ہوئے۔ مختصر یہ کہ قبائلی سماج میں تبدیلیوں کی ایک بڑی وجہ عیسائی مبلغین کی سرگرمیاں ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اور بہت سے عوامل ہیں جو قبائلی سماج میں تبدیلیوں کا باعث بنے ہیں۔

6.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

1. اس اکائی کو پڑھنے کے بعد ہمیں قبائلی سماج، اس کی امتیازی خصوصیات اور اقسام کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل ہوئی ہے۔
2. اس میں سماجی ساخت کے بارے میں بھی گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے مطالعے کے بعد ہمیں قبائلی ساخت اور قبائل کی درجہ بندی کے بارے میں واقفیت ہوئی ہے۔
3. اس اکائی کے مطالعے سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ کون سا قبیلہ کہاں رہائش پذیر ہے۔
4. اس کے مطالعے سے ہمیں قبائلی سماج میں تبدیلی کی نوعیت اور اس کے اسباب کے بارے میں جانکاری ہوئی ہے۔

6.10 فرہنگ (Glossary)

قبائل: قبیلہ کی جمع ہے۔ یہ ایک سماجی گروہ ہے جو باہمی رشتوں سے مربوط اور ایک خاص علاقے تک محدود رہتا ہے؛ اس کے افراد کے درمیان باہمی محبت بہت زیادہ پائی جاتی ہے، اور یہ سیاسی طور پر خود کفیل رہتے ہے۔ اور قبائل کے تمام ہی افراد آپس میں ایک خاندان کے افراد کی طرح متحد رہتے ہیں۔

سماجی ساخت: یہ انسانی جسم کے مماثل ہے، اور اس کے بنیادی اجزا معاشرتی روایات (Mores)، سماجی مرتبہ (Social Status) سماجی رول (Social Role)، اور سماجی ادارے (Social Institutions) ہیں۔ یہ تمام ہی اجزا مل کر کسی سماج کی ساخت بنتے ہیں جو پورے سماج پر اپنا اثر قائم رکھتے ہیں

سماجی درجہ بندی: یہ ایک تصور ہے جس کے مطابق سماج میں انسانوں کے مابین تفریقی رویہ روا رکھا جاتا ہے۔ کسی گروہ کو کسی بنیاد پر اعلیٰ و اشرف، اور کسی کو ادنا اور کمتر مانا جاتا ہے۔

6.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی سوالات کے حامل جوابات (Objective Answer Type Questions)

1۔ درج ذیل میں سے کون قبیلہ (Tribe) کا بنیادی جز ہے؟

(a) مشترک نام کا ہونا　　(b) تحریری ممبر شپ کا ہونا

(c) مشترک مقاصد کا ہونا　　(d) ان میں سے کوئی نہیں

2۔ درج ذیل میں سے کون قبیلہ کی بنیادی خصوصیات میں سے نہیں ہے؟

(a) ایک مشترکہ رہائشی علاقہ　　(b) خاندانوں کا مجموعہ

(c) مشترک مورث اعلیٰ　　(d) سردار کے انتخاب کے لیے جمہوری طور پر الیکشن کا ہونا

3۔ درج ذیل میں کون سماجی ساخت کے بنیادی اجزا میں سے ہے؟

(a) سماجی ادارے　　(b) خاندان

(c)مذہب (d)ان میں سے کوئی نہیں

4۔ کھاریہ (Kharia) کیا ہے؟

(a)ایک طرح کی رسم ہے (b)ایک قبیلہ ہے

(c)مذہب کی ایک قسم ہے (d)سیاسی پارٹی کا نام ہے

(5)درجہ ذیل میں سے کون قبائلی سماج میں تبدیلی کا سبب ہے؟

(a)حکومت کی پالیسیاں (b)ذرائع ابلاغ کا فروغ (c)دونوں (d)ان میں سے کوئی نہیں

(6) درج ذیل میں سے کون قبائلی سماج کی خدوخال نہیں ہے؟

(a)ایک مشترکہ رہائشی علاقہ (b) خاندانوں کا مجموعہ (c) ایک جیسانام (d)ان میں سے سب

(7) 'سیماناگا' قبیلہ کس جگہ سکونت پذیر ہے؟

(a)اترپردیش میں (b) ناگالینڈ میں (c) دہلی میں (d)آندھراپردیش میں

(8) سباراس قبیلہ (Sabaras Tribe) کہاں پایا جاتا ہے؟

(a)اڑیسہ میں (b)کشمیر میں (c)دہلی میں (d)بہار میں

(9)درج ذیل میں سے کون قبائلی سماج میں تبدیلی کا سبب ہے؟

(a) اصلاحی تحریکات کے اثرات (b)شہرکاری کا طریق (c)دونوں (d)ان میں سے کوئی نہیں

(10) درج ذیل میں سے کون قبائلی سماج کی اہم خدوخال ہے؟

(a)تحفظ کی ضرورت (b)معاہدہ کی بنیاد پر رکنیت (c) دونوں (d)ان میں سے کوئی نہیں

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ قبیلہ کی تعریف بیان کیجیے۔

2۔ قبائلی سماج کی دو بنیادی خصوصیت مشترک تنظیم اور مشترک مورث اعلیٰ کی وضاحت کیجیے۔

3۔ سماجی درجہ بندی سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ وضاحت کیجیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ قبائلی سماج میں تبدیلیوں کی وضاحت کیجیے۔

2۔ قبائلی سماج میں تبدیلی کے اسباب کو بیان کیجئے۔

اکائی۔7 صنف

(Gender)

اکائی کے اجزا

7.0 تمہید
7.1 مقاصد
7.2 صنف کا تعارف
7.3 صنف کے کردار اور ان کا اثر
7.4 صنف کی عدم مساوات اور فرق
7.5 جدید سماج میں صنف کی مثالیں
7.6 روایتی صنفی کرداراور اس سے متعلق مسائل
7.7 سماجی تحریکیں اور صنفی سر گرمیاں
7.8 موجودہ چیلنجز اور ابھرتے ہوئے رجحانات
7.9 اکتسابی نتائج
7.10 فرہنگ
7.11 نمونہ امتحانی سوالات

7.0 تمہید (Introduction)

صنف ایک ترقی پذیر تصور ہے اور تفریق کو سمجھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ معاشرے میں صنف کو دیکھنے کا مقصد، عورتوں اور مردوں کا مقام، عورتوں اور مردوں کو تقسیم کرنا اور ان کے درمیان تصادم پیدا کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد ان مسائل کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے جو عورتوں اور مردوں کے درمیان غیر مساوی تعلقات کا باعث بنتے ہیں، اور مناسب اقدامات کے ذریعے ان مسائل کو حل کرنے کی اجازت دینا ہے جو عدم مساوات کو برقرار رکھنے کے بجائے عدم مساوات کو کم کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ جنس اور صنفی کردار کا تصور ہمیں یہ جاننے میں مدد کرتا ہے کہ صنفی کردار افراد، برادریوں، اور ان کے ارد گرد کے ماحول کے مابین تعامل سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس

سے پتہ چلتا ہے کہ مردانہ اور نسوانی کردار 'مرد اور عورت' کی حیاتیاتی خصوصیات سے وابستہ نہیں ہے، بلکہ یہ سماجی کاری کے عمل میں سیکھا جاتا ہے۔ اس یونٹ میں، آپ صنفی کرداروں اور اس سے متعلق مسائل، عورتوں کے خلاف تشدد، صنفی سماجی سرگرمیوں وغیرہ کے بارے میں سیکھیں گے۔

7.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں:

صنف کے تصور سے واقفیت حاصل کرنا۔

صنف کے کردار اور ان کے اثرات کے بارے میں جاننا۔

صنف کی عدم مساوات، فرق اور جدید سماج میں صنف کے متعلق مسائل کو مثالوں سے سمجھنا۔

سماجی تحریکیں اور صنفی سرگرمیاں سے واقفیت حاصل کرنا۔

موجودہ چیلنجز اور ابھرتے ہوئے رجحانات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا۔

7.2 صنف کا تعارف (Introduction to Gender)

صنف اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ معاشرہ افراد کو ان کے صنف کی بنیاد پر جو کردار، رویے اور خصوصیات تفویض کرتا ہے، جو عام طور پر مرد یا عورت کے طور پر بیان کی جاتی ہیں۔ اگرچہ صنف بایولوجی کے لحاظ سے طے شدہ ہوتی ہے، صنف سماجی طور پر تشکیل پاتی ہے اور مختلف ثقافتی، تاریخی اور سماجی تناظر کے مطابق مختلف شناختوں اور توقعات کو شامل کرتی ہے۔ یہ اصطلاح اکثر مردوں اور عورتوں کے سماجی کرداروں کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے، لیکن آج کل کی بحث میں صنف ایک وسیع تر دائرے کو شامل کرتی ہے، جس میں غیر بائنری (Non-Binary) اور جینڈر فلوئڈ (Gender Fluid) شناختوں کا بھی اعتراف کیا جاتا ہے۔

بنیادی طور پر، صنف حیاتیاتی فرق سے آگے بڑھ کر ان خصوصیات، رویوں اور توقعات پر مرکوز ہے جو مردوں، عورتوں اور دیگر صنفوں کے لیے مناسب سمجھی جاتی ہیں۔ یہ کردار بچپن سے ہی سماجی تعلیم کے ذریعے سیکھے جاتے ہیں اور عموماً ان اداروں کے ذریعے نافذ کیے جاتے ہیں جن میں خاندان، تعلیمی نظام، میڈیا اور مذہب شامل ہیں۔

مثال کے طور پر، بیشتر ثقافتوں میں مردوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کمانے والے، پراعتماد اور آزاد ہوں گے، جبکہ عورتوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ پرورش کرنے والی، گھریلو اور معاون ہوں گی۔ یہ توقعات کیریئر کے راستوں، گھریلو کاموں اور حتیٰ کہ انفرادی رویوں کا تعین کر سکتی ہیں۔ لیکن یہ روایتی صنف کے کردار دنیا کے بیشتر حصوں میں تبدیل ہو رہے ہیں، بشمول ہندوستان کے جہاں افراد ان حدود کو چیلنج کرنے والے ہیں۔

7.3 صنف کے کردار اور ان کا اثر(Gender Role and Its Impact)

صنف کے کردار وہ توقعات ہیں جو معاشرہ افراد سے ان کے محسوس کردہ صنف کے مطابق رکھتا ہے۔ یہ کردار مواقع کو محدود کرسکتے ہیں اور عورتوں اور مردوں کے درمیان عدم مساوات کا سبب بن سکتے ہیں، خاص طور پر جب کسی صنف کو دوسری صنف سے بہتر یا زیادہ قابل سمجھا جائے۔ مثال کے طور پر؛

- **روایتی صنف کے کردار** : زیادہ تر روایتی معاشروں میں عورتوں سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ گھر اور خاندان میں ہوں، جبکہ مردوں سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ گھر سے باہر کام کریں اور آمدنی حاصل کریں۔ یہ ہندوستان میں دلہن کے خاندان سے جہیز دینے کی روایت میں دیکھا جا سکتا ہے، جہاں دلہن کے خاندان کو دلہے کے خاندان کو تحفے یا پیسے دینے کی توقع کی جاتی ہے، یہ اصول پر مبنی ہوتا ہے کہ دلہا اقتصادی طور پر فراہم کرنے والا ہو گا۔ یہ عمل وقت کے ساتھ تبدیل ہو چکا ہے لیکن اب بھی کچھ علاقوں میں موجود ہے۔
- **صنف کے کرداروں کا ارتقاء** : شہری علاقوں میں، جہاں تعلیم اور روزگار کی سطح بڑھ رہی ہے، یہ کردار بدل رہے ہیں۔ عورتیں اب صرف گھریلو کاموں تک محدود نہیں ہیں؛ وہ ڈاکٹر، انجینئر، سیاستدان اور کاروباری بن رہی ہیں۔ مرد بھی اب گھریلو کاموں اور بچوں کی دیکھ بھال میں زیادہ حصہ لے رہے ہیں۔ خواتین کی قیادت میں بڑھتی ہوئی مقبولیت، جیسے ہندوستان کی پہلی خاتون وزیرِ اعظم **اندرا گاندھی** یا ہندوستانی نیشنل کانگریس کی سابق صدر **سونیا گاندھی** کی مثالیں، ان بدلتے ہوئے صنف کے کرداروں کی ایک مثال ہیں۔

7.4 صنف کی عدم مساوات اور فرق(Gender Inequality and Discrimination)

صنف کی عدم مساوات آج بھی موجود ہے۔ زیادہ تر معاشروں میں، صنف کی بنیاد پر امتیاز کسی نہ کسی شکل میں جاری رہتا ہے، جیسے:

- **ورک پلیس میں تفاوت** : عورتیں عموماً مردوں کے مقابلے میں کم اجرت حاصل کرتی ہیں، چاہے وہ ایک ہی کام کر رہی ہوں۔ خواتین فیصلہ سازی کی اعلیٰ پوزیشنوں میں بھی کم نمائندگی رکھتی ہیں۔ مثال کے طور پر، 2021 تک، دنیا بھر میں صرف تقریباً 14.6٪ خواتین سینئر قیادت کے عہدوں پر فائز ہیں۔
- **تشدد اور ہراسانی** : صنف کی بنیاد پر تشدد، گھریلو تشدد، صنفی ہراسانی اور انسانوں کی اسمگلنگ عام ہیں۔ ہندوستان میں **پروٹیکشن آف ویمن فرام ڈومیسٹک وائلنس ایکٹ (2005)** جیسے قوانین عورتوں کو بدسلوکی سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس کے نفاذ میں مسائل ہیں۔

- **تعلیمی تفاوت :** ہندوستان کے بعض علاقوں خاص طور پر دیہی علاقوں میں لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے سے روکا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، بچپن کی شادی اور سماجی دباؤ لڑکیوں کو کم عمری میں اسکول چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں۔ **بیٹی بچاؤ، بیٹی پڑھاؤ** جیسے اقدامات ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دیا جا سکے اور صنفی تشویشات کو کم کیا جا سکے۔

صنف صرف بائنری یا مرد / عورت تک محدود نہیں ہے۔ وہ افراد جو جینڈر فلوئڈ یا غیر بائنری کے طور پر شناخت کرتے ہیں، روایتی صنف کے کرداروں اور توقعات سے آزاد ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک فرد مرد یا عورت کی بجائے دونوں یا کسی بھی صنف کا نہ محسوس کر سکتا ہے۔ ہندوستان میں، تیسری صنف کے اعتراف میں اضافہ ہو رہا ہے، 2014 میں سپریم کورٹ نے ٹرانس جینڈر افراد کے حقوق کو تسلیم کیا۔ تاہم، ٹرانس جینڈر افراد آج بھی بہت سے شعبوں میں بدنامی، امتیاز اور محدود مواقع کا سامنا کرتے ہیں۔

7.5 جدید سماج میں صنف کی مثالیں (Examples of Gender in Modern Society)

- **میڈیا میں صنف :** فلموں، اشتہارات اور ٹی وی میں صنف کی پیشکش اکثر روایتی تصورات پر مبنی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، زیادہ تر بالی وڈ فلموں میں عورتوں کو محبت کی دلچسپی یا پرورش کرنے والوں کے طور پر دکھایا جاتا ہے، جب کہ مردوں کو مضبوط ہیروز یا رہنماؤں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ تاہم، حالیہ فلموں میں ان دقیانوسی تصورات کو توڑا جا رہا ہے، جیسے کہ فلم "پیکو" میں **دپیکا پڈوکون** کا کردار ایک مضبوط، آزاد عورت کے طور پر دکھایا گیا۔
- **سیاست میں صنف :** سیاست میں، اگرچہ خواتین جیسے **اندرا گاندھی** اور **پرتبھا پٹیل** (ہندوستان کی پہلی خاتون صدر) نے نئی راہیں کھولی ہیں، پھر بھی منتخب ارکان میں خواتین کی نمائندگی کم ہے۔ ہندوستان میں خواتین کی سیاسی شمولیت اب بھی کم ہے، اور **ویمنز ریزرویشن بل** جیسے قوانین اس عدم توازن کو دور کرنے کے لیے متعارف کرائے گئے ہیں، جس میں پارلیمنٹ میں خواتین کے لیے 33٪ نشستوں کا تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

غرضیکہ صنف ایک متحرک اور لچکدار تصور ہے جو افراد کی زندگیوں اور سماجی انتظامات کو تشکیل دیتا ہے۔ یہ مختلف عوامل جیسے ثقافت، مذہب، تعلیم اور قانون سے شکل پاتا ہے۔ اگرچہ مردوں اور عورتوں دونوں کو روایتی صنف کے کرداروں کی وجہ سے محدود کیا گیا ہے، لیکن صنف کی مساوات کے حصول کے بارے میں آگاہی اور شعور میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جیسے جیسے معاشرے ارتقاء پذیر ہیں، ویسے ویسے صنف کی تعریفیں اور توقعات بھی بدل رہی ہیں، اور یہ ایک اہم سماجی گفتگو اور تبدیلی کا میدان بن چکا ہے۔ اقتصادی مواقع، تعلیم اور انفرادی آزادی میں صنف کی مساوات کی جدوجہد بیشتر ممالک میں، بشمول ہندوستان، ایک مرکزی ایجنڈا بنی ہوئی ہے۔

7.6 روایتی صنفی کردار اور اس سے متعلق مسائل

(Traditional Gender Role and Its related Issues)

ہندوستان میں صنفی مسائل کی مختلف جہتیں ہیں جیسے کہ صنفی کردار، عدم مساوات، امتیاز، پالیسیز اور اصلاحات۔ ذیل میں ہندوستان میں صنف سے متعلق اہم مسائل کا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

- **پدرشاہی :** ہندوستان روایتی طور پر ایک پدرشاہی معاشرہ رہا ہے جہاں مردوں کو عموماً بنیادی روزگار اور فیصلہ سازی کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔
- **کام کا بٹوارہ :** مرد عموماً عوامی زندگی اور گھر کے باہر کام کرتے ہیں، جبکہ عورتوں کو گھریلو کاموں اور دیکھ بھال کا کام سونپا جاتا ہے۔
- **شادی اور خاندان :** عورتوں سے روایتی طور پر توقع کی جاتی ہے کہ وہ شادی کریں، بچوں کو جنم دیں اور گھر کے کام کریں، جبکہ مرد خاندان کے سربراہ ہوتے ہیں۔

صنفی عدم مساوات

- **تعلیم :** ہندوستان میں خاص طور پر دیہی علاقوں میں تعلیم میں صنفی امتیاز ابھی بھی موجود ہے۔ لڑکیاں بچپن کی شادی، عدم تحفظ اور مالی مسائل کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے میں رکاوٹوں کا سامنا کرتی ہیں۔
- **روزگار :** صنفی اجرت میں وسیع فرق ہے، جہاں عورتیں وہی کام کرنے کے باوجود مردوں سے کم کماتی ہیں۔ خواتین منیجر کے عہدوں، بہتر تنخواہ والے پیشوں اور کام کی جگہ پر کم نمائندگی رکھتی ہیں۔
- **صحت اور تغذیہ :** خواتین کو غذائی کمی اور صحت کی خدمات خاص طور پر زچہ بچہ کی صحت کی سہولتوں تک کم رسائی ہوتی ہے۔

امتیاز اور تشدد

- **صنفی تشدد :** ہندوستان میں صنفی تشدد جیسے کہ ریپ، صنفی ہراسانی اور انسانی اسمگلنگ کی شرح زیادہ ہے۔ دہلی میں ہونے والے بے رحم اجتماعی ریپ کے بعد 2013 میں **نربھیا ایکٹ** بنایا گیا تھا، لیکن صنفی بنیادوں پر تشدد ابھی بھی جاری ہے۔
- **گھریلو تشدد :** گھریلو تشدد عام ہے، اور خواتین اس کا شکار ہوتی ہیں جو جسمانی، جذباتی اور صنفی تشدد کا سامنا کرتی ہیں۔ **خواتین کو گھریلو تشدد سے تحفظ دینے کا ایکٹ (2005)** اس پر قابو پانے کے لئے بنایا گیا۔
- **خواتین کے لئے قتل اور صنفی امتیاز :** مردوں کی ترجیح کی وجہ سے بعض علاقوں میں خواتین کے قتل اور صنفی امتیاز کی غیر قانونی اور ممنوعہ پریکٹس ہوتی ہے۔ اس پر قابو پانے کے لئے **پری کانسیپشن اور پری نیٹل ڈائیگنوسٹک ٹیکنیکس ایکٹ (1994)** منظور کیا گیا تھا۔

صنف اور مذہب

- **ہندومت :** ہندو خواتین کو روایتی طور پر عزت دی گئی ہے اور انہیں سماج میں مخصوص اور محدود کردار سونپے گئے ہیں۔ خواتین کو دیویوں کی شکل میں عبادت کیا جاتا ہے، مگر وہ سخت سماجی اصولوں میں جکڑی ہوئی ہیں۔
- **اسلام :** مسلمان خواتین کو مذہبی قوانین کے تحت وراثت اور طلاق جیسے حقوق حاصل ہیں، مگر ہندوستان کے کچھ حصوں میں ان پر قدغنیں عائد ہیں جیسے تین **طلاق** (فوری طلاق) اور **نقاب** (چہرہ کا پردہ) کے مسائل۔

- **مسیحیت :** مسیحی خواتین خاص طور پر تعلیمی لحاظ سے کچھ حد تک طاقتور ہیں، لیکن وہ اب بھی چرچ اور سماجی اصولوں کی وجہ سے صنفی کرداروں کی پابند ہیں۔
- **سکھ مذہب :** سکھ مذہب نے ہمیشہ صنفی مساوات کی حمایت کی ہے، لیکن سماجی اور ثقافتی اصول بعض اوقات سکھ خواتین کی آزادی پر قدغن لگاتے ہیں۔

قانونی حقوق اور اصلاحات

- **آئینی حقوق :** ہندوستانی آئین صنفی مساوات کو **آرٹیکل 14 (مساوات کا حق)** اور **آرٹیکل 15 (مذہب، نسل، ذات، صنف یا پیدائش کی جگہ کی بنیاد پر امتیاز کا خاتمہ)** کے ذریعے یقینی بناتا ہے۔

خواتین کے حقوق کے ایکٹ

- **خواتین کے ساتھ کام کی جگہ پر صنفی ہراسانی کے خلاف ایکٹ :(2013)** اس کا مقصد کام کی جگہوں پر صنفی ہراسانی کو روکنا ہے۔
- **خواتین کے ریزرویشن بل :** پارلیمنٹ اور ریاستی اسمبلیوں میں خواتین کے لئے 33 فیصد ریزرویشن کی تجویز دی گئی تھی، مگر ابھی تک یہ بل منظور نہیں ہو سکا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے قوانین ہیں جو عورتوں کی زندگی میں اصلاحات سے متعلق ہیں۔

7.7 سماجی تحریکیں اور صنفی سرگرمیاں

(Social Movements and Gender Related Activities)

- **بیٹی بچاؤ، بیٹی پڑھاؤ (بیٹی کو بچاؤ، بیٹی کو پڑھاؤ) :** حکومت کا پروگرام جو خواتین کے صنفی تشدد کو کم کرنے، لڑکیوں کی تعلیم کے لئے کام کرتا ہے۔
- **می ٹو تحریک (MeToo):** یہ تحریک ہندوستان میں تیزی سے بڑھ رہی ہے، جہاں خواتین دفاتر اور عوامی مقامات پر صنفی ہراسانی اور زیادتی کی شکایات کر رہی ہیں۔
- **فیمنسٹ تنظیمیں : آل انڈیا ڈیموکریٹک وومن ایسوسی ایشن (AIDWA)** اور **نیشنل فیڈریشن آف انڈین وومن (NFIW)** جیسی تنظیمیں خواتین کے حقوق کے لئے اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

صنفی سیاست

سیاسی میدان میں خواتین : اگرچہ ہندوستان کی پہلی خاتون وزیر اعظم **اندرا گاندھی** اور کانگریس کی سابق صدر **سونیا گاندھی** جیسے خواتین رہنما موجود ہیں، مگر سیاست میں خواتین کی شرکت کم ہے۔

- **مقامی حکومت میں خواتین کا ریزرویشن 73 :ویں** اور **74ویں آئینی ترمیمات (1992)** نے مقامی حکومتوں میں خواتین کے لیے ایک تہائی ریزرویشن فراہم کیا، جس سے سیاست میں خواتین کی نمائندگی بڑھی۔

- **پارلیمنٹ میں نمائندگی :** پارلیمنٹ میں خواتین کی تعداد بہت کم ہے۔ خواتین کے ریزرویشن بل کا مقصد اس عدم توازن کو حل کرنا ہے۔

+LGBTQ کے حقوق

- **سیکشن 377** 2018 : میں ہندوستان کی سپریم کورٹ نے رضامندی سے ہم جنس تعلقات کو قانونی حیثیت دی، جو +LGBTQ کمیونٹی کے لئے ایک بڑی کامیابی تھی۔
- **ٹرانسجینڈر حقوق :** ہندوستان نے **ٹرانسجینڈر پرسنز (تحفظ کے حقوق) ایکٹ (2019)** کے ذریعے ٹرانسجینڈر افراد کے حقوق کو تسلیم کیا ہے، مگر انہیں معاشرتی قبولیت، روزگار اور صحت کی سہولتوں میں مسائل کا سامنا ہے۔

صنف اور ٹیکنالوجی

- **ٹیکنالوجی تک رسائی :** دیہی خواتین کو ٹیکنالوجی تک رسائی میں کمی ہے، جو ان کے لئے تعلیم، ملازمتوں اور خود مختاری کے مواقع کو محدود کرتی ہے۔
- **ڈیجیٹل خواندگی :ڈیجیٹل خواندگی مشن** جیسے پروگرام خواتین کے لئے ٹیکنالوجی تک رسائی کو بہتر بنانے اور ای کامرس، سوشل میڈیا اور آن لائن تعلیم کے حوالے سے انہیں بااختیار بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔
- **سائبر سیکیورٹی اور صنف :** ہندوستان میں خواتین کو آن لائن ہراسانی کا سامنا ہوتا ہے، اور سوشل میڈیا پر ان کی پرائیویسی اور سیکیورٹی کے بارے میں بڑھتی ہوئی تشویش پائی جاتی ہے۔

7.8 موجودہ چیلنجز اور ابھرتے ہوئے رجحانات (New Challenges and Emerging Trends)

عصر حاضر میں صنف کے حوالے سے لوگوں کے خیالات و افکار میں غیر معمولی دیکھنے کو مل رہی ہے۔ ذیل میں ہم اس حوالے سے چیلنجز اور ابھرتے ہوئے رجحانات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

روایتی جنس کے کردار میں تبدیلی

- **روایتی جنس کے کردار کا زوال :** پچھلے چند دہائیوں میں روایتی جنس کے کرداروں پر سوال اٹھائے جا رہے ہیں اور اس کی ایک نئی سمجھ خاص طور پر شہروں میں بن رہی ہے۔ خواتین اب انجینئرنگ، کاروبار اور فوج جیسے روایتی مردوں کے شعبوں میں داخل ہو رہی ہیں۔ اسی دوران مردوں نے گھریلو ذمہ داریوں اور دیکھ بھال کے کاموں میں اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔

- **گھر کے کاموں میں شریک ذمہ داریاں :** کئی شہری گھروں میں، گھر کے کاموں کی تقسیم میں مشترکہ ذمہ داریوں کا اعتراف بڑھ رہا ہے۔ اگرچہ خواتین اب بھی زیادہ تر گھریلو کاموں کو کرتی ہیں، لیکن زیادہ مرد چائلڈ کیئر اور گھریلو کاموں میں شامل ہو رہے ہیں، خاص طور پر ترقی پسند خاندانوں میں۔
- **خاندانی ڈھانچے میں ارتقاء :** روایتی پدر شاہی خاندانی ڈھانچہ بتدریج زیادہ مساوات پر مبنی تعلقات میں تبدیل ہو رہا ہے، حالانکہ یہ رجحان تعلیم یافتہ، شہری اور متوسط طبقے کے خاندانوں میں زیادہ ظاہر ہو رہا ہے۔ میاں اور بیوی اب ایک دوسرے کے ساتھ احترام پر مبنی شراکت داری کی تلاش کر رہے ہیں، نہ کہ روایتی پدر شاہی جنس کے کرداروں پر۔

سیاست اور قیادت میں خواتین

- **سیاسی شراکت میں اضافہ :** خواتین کی مقامی اور قومی سیاست میں شمولیت بڑھ رہی ہے، اگرچہ یہ آہستہ ہے۔ مقامی حکومت میں خواتین کے لئے کوٹے کے نفاذ (بلدیات اور پنچایتوں میں) نے خواتین کی سیاسی شراکت میں نمایاں اضافہ کیا ہے۔ تاہم، خواتین ریاستی اور قومی اسمبلیوں میں ابھی تک مناسب طور پر نمائندگی نہیں کر پائی ہیں۔
- **خواتین کی کارپوریٹ قیادت :** مزید خواتین کارپوریٹ دنیا میں سینئر عہدوں پر فائز ہو رہی ہیں، حالانکہ یہ تعداد مردوں کے مقابلے میں اب بھی بہت کم ہے۔ ٹیکنالوجی اور ای کامرس کی کمپنیوں میں خواتین انٹرپرینیورز اور اسٹارٹ اپ کے بانیوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے۔
- **میڈیا اور فنون میں نمائندگی :** خواتین اب میڈیا اور فنون میں نمایاں طور پر سامنے آ رہی ہیں، روایتی دقیانوسی تصورات کو توڑ کر اور جنس کی نمائندگی کے بارے میں ایجنڈے مرتب کر رہی ہیں۔ خواتین ہدایت کار، اداکار اور مصنفین روایتی بیانیوں کو چیلنج کر رہی ہیں اور خواتین کی زیادہ سے زیادہ نمائندگی اور مساوی تصویر کی حمایت کر رہی ہیں۔

جنس کی سیالیت اور نان بائنری (Non-Binary) شناختیں

- **LGBTQ+ کی قبولیت :** نن بائنری اور جنس کے غیر متناسب شناختوں کی قبولیت میں خاص طور پر نوجوانوں کے درمیان اضافہ ہو رہا ہے۔ 2014 میں سپریم کورٹ کا فیصلہ جس نے خواجہ سراؤں کو تیسری جنس کے طور پر تسلیم کیا، ایک تاریخی فیصلہ تھا، لیکن یہ کمیونٹی اب بھی بہت سی سماجی اور قانونی مسائل کا سامنا کر رہی ہے۔
- **جنس کی شناخت میں تبدیلی :** نن بائنری ، جنس کے غیر روایتی اور خواجہ سراؤں کی شناختوں کو اب زیادہ نمایاں کیا جا رہا ہے۔ معاشرے میں جنس کو ایک تسلسل کے طور پر سمجھنے کا شعور بڑھ رہا ہے۔ شہری علاقوں سے تعلق رکھنے والے افراد، خصوصاً نوجوان، جنس سے متعلق بالکل غیر روایتی تشریحات اور شناختوں کو قبول کرنے لگے ہیں۔ تاہم، یہ رجحان ابھی بھی روایتی، دیہی اور قدامت پسند حلقوں میں مخالفت کا سامنا کرتا ہے۔

جنس پر مبنی تشدد اور حفاظتی مسائل کے رجحانات

- **می ٹو (MeToo) کی عالمی تحریک:** عالمی MeToo# تحریک نے ہندوستان میں 2018 میں زور پکڑا، جب مختلف صنعتوں سے تعلق رکھنے والی خواتین نے جنسی ہراسانی اور بدسلوکی کے بارے میں آواز اٹھائی۔ اس تحریک نے جنسی ہراسانی اور طاقت کے تعلقات پر ایک وسیع قومی بحث کو جنم دیا۔
- **قانونی اصلاحات اور سخت سزائیں:** نربھیا کیس (2012) جیسے بڑے جنسی تشدد کے واقعات کے بعد، ہندوستانی قانونی فریم ورک میں زبردست اصلاحات کی گئیں۔ **کرمنل لاء (ترمیمی) ایکٹ 2013** نے جنسی جرائم کی سزاؤں کو مزید سخت بنا دیا، بشمول سب سے زیادہ سنگین عصمت دری کے مقدمات میں سزائے موت۔ نربھیا فنڈ بھی قائم کیا گیا تاکہ ان پروگراموں کو فنڈ فراہم کیا جا سکے جو خواتین کی حفاظت کو بڑھانے کے لئے کام کرتے ہیں۔
- **بیداری پیدا کرنے کے لئے مہمات:** حکومت اور غیر حکومتی تنظیمیں (NGOs) جنسی تشدد، گھریلو تشدد اور انسانی اسمگلنگ کے بارے میں عوام میں بیداری پیدا کرنے کے لئے مہمات چلا رہی ہیں۔ **بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ** اور **شکتی اسکیم** حکومت کی اسکیمیں ہیں جو خواتین کی حفاظت کے مسائل کو حل کرنے کے لئے کام کر رہی ہیں۔

نفاذ میں چیلنجز اور سماجی بدنامی

- **جنسی تشدد کی رپورٹنگ میں کمی:** قانونی تبدیلیوں کے باوجود، خواتین اب بھی جنسی تشدد کے واقعات کی رپورٹ کرنے میں ہچکچاتی ہیں کیونکہ انہیں سماجی فیصلہ، متاثرہ پر الزام تراشی یا عدلیہ پر عدم اعتماد کا سامنا ہوتا ہے۔ پولیس اور عدلیہ کا عمل اکثر سست، غیر موثر یا جانبدار ہوتا ہے، جس کی وجہ سے رپورٹنگ میں کمی آتی ہے۔
- **متاثرہ پر الزام تراشی:** کچھ علاقوں میں متاثرہ پر الزام تراشی کا کلچر ابھی بھی موجود ہے، جہاں متاثرہ کے برتاؤ (جیسے وہ کس طرح کپڑے پہنتی ہے یا برتاؤ کرتی ہے) کو جانچا جاتا ہے، نہ کہ مجرم کو۔ اس رویے کی وجہ سے جنس پر مبنی تشدد کو فروغ ملتا ہے اور متاثرہ کو انصاف ملنے میں تاخیر ہوتی ہے۔
- **خواتین کے لئے پناہ گاہوں کی کمی:** اگرچہ خواتین کو محفوظ پناہ گاہ، مراکز اور ان کے مسائل سے متعلق مشاورت فراہم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، لیکن ملک کے بیشتر حصوں میں، خاص طور پر دیہی علاقوں میں، وسائل اور سہولتوں کی شدید کمی ہے۔

اقتصادی شرکت میں جنس کی تفاوت

- **خواتین کی محنت کی مارکیٹ میں شرکت میں کمی:** تعلیم میں ترقی کے باوجود، خواتین کی تنظیم شدہ لیبر مارکیٹ میں شمولیت میں کمی آئی ہے۔ حالیہ رپورٹس کے مطابق صرف 25٪ خواتین ہندوستان کی ورک فورس میں شامل ہیں، جب کہ مردوں کی شرح 75٪ سے زیادہ ہے۔ یہ صورت حال مختلف عوامل جیسے سماجی روایات، حفاظت کے مسائل اور خاندانی ذمہ داریوں کی وجہ سے ہے۔

- **مردوں کے مقابلے میں کم اجرت** :خواتین ابھی بھی مردوں کے مقابلے میں کم اجرت حاصل کرتی ہیں، اور اجرت کا فرق بہت زیادہ ہے۔ بعض صنعتوں جیسے ٹیکنالوجی اور مالیات میں یہ فرق زیادہ واضح ہے۔ خواتین قیادت کے عہدوں اور بہتر اجرت والے کاموں میں بھی کم نمائندگی رکھتی ہیں، اور بہت سی خواتین کم اجرت والے یا غیر رسمی شعبوں میں کام کر رہی ہیں۔
- **ورک پلیس پر ہراسانی اور جنس کی تفریق** :ورک پلیس پر جنسی ہراسانی اب بھی عام ہے، حالانکہ **جنسی ہراسانی کے خاتمے کے لئے خواتین کے حقوق کا تحفظ (2013)** کے قانون کی موجودگی ہے۔ بہت سی خواتین اب بھی چھپے ہوئے یا کھلے طور پر تفریق کا سامنا کرتی ہیں، جیسے کہ بھرتی کے عمل، ترقی اور اجرت کے مذاکرات میں۔

دیہی اور غیر رسمی شعبہ

- **جنس اور دیہی معیشت:** دیہی ہندوستان میں خواتین زیادہ تر زرعی شعبے میں کام کرتی ہیں، جہاں ان کی محنت کو کم قدر اور کم اجرت دی جاتی ہے۔ گھریلو کام یا کوئی اور غیر ادائیگی والے کاموں کی وجہ سے زیادہ تر خواتین اقتصادی طور پر مردوں پر منحصر رہتی ہیں۔
- **انٹرپرینیورشپ اور قرض تک رسائی** :حکومت کے پروگرام جیسے **اسٹینڈ اپ انڈیا** خواتین کے انٹرپرینیورشپ کو فروغ دینے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن زیادہ تر خواتین خاص طور پر دیہی اور غریب علاقوں میں قرض اور مالی وسائل تک رسائی میں مشکلات کا سامنا کرتی ہیں۔ قرض دینے والے اداروں میں جنس کی تفریق کی وجہ سے خواتین کو کاروبار شروع کرنے کے لئے قرض حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے۔

تعلیم اور صحت تک رسائی

- **تعلیم تک بہتر رسائی** : جنس کے درمیان تعلیمی فرق میں کمی آ رہی ہے، خاص طور پر دیہی علاقوں میں لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کی کوششوں کے ساتھ۔ **بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ** جیسے مہمات نے اسکولوں میں لڑکیوں کے داخلے کی تعداد بڑھائی ہے۔ تاہم، لڑکیوں کے ڈراپ آؤٹ کی شرح اب بھی زیادہ ہے، خاص طور پر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے مراحل میں۔
- **تعلیمی شعبوں میں جنس کے دقیانوسی تصورات** : تعلیم میں جنس پر مبنی تقسیم اب بھی موجود ہے، جہاں لڑکیوں کو عموماً ادب یا نرسنگ کے شعبوں میں اور لڑکوں کو انجینئرنگ یا سائنس کے شعبوں میں رہنمائی دی جاتی ہے۔ لڑکیوں کو **سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ، اور ریاضی** کے شعبوں میں لے جانے کے لئے ناکافی حوصلہ افزائی اور مدد ان شعبوں میں جنس کی تفاوت کو بڑھاتی ہے۔

صحت اور تولیدی حقوق

- **تولیدی صحت کے حقوق :** خواتین کو تولیدی صحت کی سہولتوں، بشمول مانع حمل اور محفوظ اسقاط حمل تک رسائی سے انکار کیا جارہا ہے، اس کی وجہ سماجی بدنامی، جہالت اور خدمات کی کمی ہے، خاص طور پر دیہی علاقوں میں۔ **میٹرنیٹی بینیفٹ ایکٹ (2017)** کے ذریعے ادا کی جانے والی ماؤں کی تعطیلات کا حق دیا گیا ہے، لیکن اس کا نفاذ یکساں نہیں ہے۔
- **دماغی صحت :** دماغی صحت میں جنس کی تفریق کو بڑی اہمیت دی جارہی ہے۔ خواتین، خصوصاً نوجوان لڑکیاں، معاشرتی دباؤ، خاندانی توقعات اور تشدد کی وجہ سے دماغی صحت کے مسائل کا زیادہ سامنا کرتی ہیں۔

قانونی اور پالیسی کی ترقی

- **جنس کی مساوات کے قوانین :** ہندوستان نے خواتین کے حقوق کی حفاظت کے لئے مختلف قوانین متعارف کرائے ہیں، جیسے کہ **گھریلو تشدد کے خلاف تحفظ (2005)** ، **کام کی جگہ پر خواتین کے خلاف جنسی ہراسانی کی روک تھام (2013)** ، اور **جہیز پر پابندی کا قانون (1961)** ۔ ان قوانین کا نفاذ اکثر کمزور ہوتا ہے، اور قانون میں موجود خامیاں مؤثر انصاف کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔
- **خواجہ سرا کے حقوق : خواجہ سرا کے حقوق کے تحفظ کا قانون (2019)**، خواجہ سرا افراد کے حقوق کے تحفظ کے لئے ہے۔ لیکن سماجی تفریق اور صحت کی دیکھ بھال اور تعلیم تک رسائی کی کمی کی وجہ سے اس کے نفاذ میں شدید مشکلات پیش آرہی ہیں۔

مختصر یہ کہ ہندوستان نے جنس کی برابری اور خواتین کے حقوق کے حوالے سے نمایاں ترقی حاصل کی ہے۔ مگر پھر بھی چیلنجز باقی ہیں۔ جنس پر مبنی تشدد، اقتصادی تفاوت، تعلیم تک رسائی، اور قیادت میں نمائندگی ابھی بھی خواتین اور جنس کی اقلیتی کمیونٹی کے مکمل سماجی حصہ داری کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ جنس کی سیالیت (Fluidity) اور نن بائنری شناختیں اب زیادہ نمایاں ہو رہی ہیں، حالانکہ معاشرتی مخالفت اب بھی موجود ہے۔ قانونی تبدیلی، سماجی اقدامات اور ریاستی مداخلت ان رکاوٹوں کو ختم کرنے میں مددگار ہیں لیکن انہیں سماج میں وسیع تبدیلیوں اور مضبوط نفاذ کے ساتھ جوڑا جانا ضروری ہے تاکہ ان کے اثرات پائیدار ہوں۔

ہندوستانی سماج میں صنف ایک روایتی، قانونی اور بدلتی ہوئی سماجی اصولوں کا پیچیدہ امتزاج ہے۔ اگرچہ تعلیم اور قانونی حقوق کے حوالے سے کافی پیشرفت ہوئی ہے، لیکن حقیقی صنفی مساوات کے حصول کے لئے مسائل اب بھی موجود ہیں۔ تشدد، امتیاز اور کام کا بٹوارہ جیسے مسائل کا حل نکالنا دونوں صنفوں کے لئے ایک زیادہ مساوی معاشرے کی تخلیق کے لیے اہم ہے۔

7.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- اس اکائی کے مطالعے سے طلبہ کو درج ذیل معلومات حاصل ہوئیں؛
- وہ صنف کے حوالے سے بنیادی باتوں سے واقف ہوئے۔
- صنف کے کردار اور ان کے اثرات کے بارے میں جانکاری ہوئی۔

- صنف کی عدم مساوات اور اس کی بنیاد پر سماجی استحصال سے واقف ہوئے۔
- جدید سماج میں صنف، سماجی تحریکیں اور صنفی سرگرمیاں کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی۔
- موجودہ چیلنجز اور ابھرتے ہوئے رجحانات کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی۔

7.10 فرہنگ (Glossary)

صنف کے کردار: یہ وہ توقعات ہیں جو معاشرہ افراد سے ان کے محسوس کردہ صنف کے مطابق رکھتا ہے۔

می ٹو تحریک (MeToo): یہ ایک عالمی تحریک ہے جس کے تحت خواتین دفاتر اور عوامی مقامات پر صنفی ہراسانی اور زیادتی کی شکایات کر رہی ہیں۔ یہ تحریک ہندوستان میں تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

7.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ نربھیا ایکٹ کس سن میں بنا؟

2013 (a)	2015 (b)
2020 (c)	2014 (d)

2۔ گھریلو تشدد سے تحفظ دینے کا ایکٹ کس سن میں بنا؟

2005 (a)	2016 (b)
2020 (c)	2025 (d)

3۔ درج ذیل میں کون درست ہے؟

صنف سے مراد مرد و عورت کے مابین حیاتیاتی فرق ہے؟

(a) درست ہے۔ (b) غلط ہے۔

(c) دونوں درست ہے۔ (d) دونوں غلط ہے۔

4۔ ہندوستانی آئین کی دفعہ 14 کس سے متعلق ہے؟

(a) مساوات کا حق　　　　(b) تعلیمی ادارے بنانے کا حق

(c) اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق　　　　(d) ان میں سے کوئی نہیں

5۔ کس سن میں سپریم کورٹ نے ٹرانس جینڈر افراد کے حقوق کو تسلیم کیا؟

(a) 2014	(b) 2018
(c) 2012	(d) 2024

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. مختصر طور سے صنف کا تعارف پیش کیجیے۔
2. صنف کی عدم مساوات اور اس کی بنیاد پر فرق کو بیان کیجیے۔
3. صنف کے کردار اور ان کے اثرات کو بیان کیجیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. روایتی صنفی کردار اور اس سے متعلق مسائل کو تفصیل سے بیان کیجیے۔
2. موجودہ چیلنجز اور ابھرتے ہوئے رجحانات کو بیان کیجیے۔

اکائی 8۔ نژاد

(Ethnicity)

اکائی کے اجزا

8.0	تمہید
8.1	مقاصد
8.2	نژادی شناخت کی تعریف
8.3	نژادی شناخت کی خصوصیات
8.4	ہندوستان میں نژادی گروہوں کے چیلنجز
8.5	ہندوستانی نژادی شناخت کا تعارف
8.6	ہندوستان میں نژادی شناخت کے پیچھے بنیادی وجوہات
8.7	ہندوستان میں نژادی گروہوں کی مثالیں
8.8	نژاد سے متعلق کچھ اہم مطالعات
8.9	اکتسابی نتائج
8.10	فرہنگ
8.11	نمونہ امتحانی سوالات

8.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان میں نژادی تنوع بہت زیادہ اور پیچیدہ ہے، کیونکہ ملک کی تاریخی اور ثقافتی وراثت انتہائی مختلف ہے۔ ہندوستان میں نژادی گروہوں، زبانوں اور روایات کی ایک زبردست تنوع پائی جاتی ہے، جہاں 2,000 سے زائد مختلف نژادی گروہ اور 1,600 سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ یہ نژادی گروہ زیادہ تر زبان، مذہب، خطے اور تاریخ کے لحاظ سے درجہ بندی کیے گئے ہیں۔

ہندوستان کے اہم نژادی گروہ انڈو آریائی (جو شمالی اور مغربی علاقوں میں غالب ہیں)، دَرویدی (جو زیادہ تر جنوبی علاقے میں پائے جاتے ہیں)، اور مختلف مقامی قبائلی گروہ ہیں جو پورے ملک میں پھیل ہوئے ہیں۔ نژادی شناخت تاریخی ہجرت، تجارت، حملوں اور نو آبادیات سے بھی متاثر ہوئی ہے، جس کے نتیجے میں مختلف ثقافتوں کا ایک امتزاج ہوا ہے۔

ہندوستانی نژادی شناخت اکثر مذہب سے جڑی ہوتی ہے، اور ہندوازم، اسلام، عیسائیت، سکھ ازم، بدھ ازم اور جین ازم کچھ اہم مذاہب ہیں، جن سے متعلقہ کمیونٹیز موجود ہیں۔ ملک کا آئین اس تنوع کو تسلیم کرتا ہے اور مختلف نژادی اور سماجی گروہوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مثبت امتیاز کی پالیسیوں کی حمایت کرتا ہے۔

عمومی طور پر ہندوستان میں نژادی اس کے کثرتی معاشرتی نظام کی عکاسی کرتی ہے، جہاں ثقافتی تنوع کو سراہا جاتا ہے لیکن بعض اوقات یہ سماجی اور سیاسی مسائل کا سبب بھی بن جاتا ہے۔

8.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں؛

- طلبہ کو نژادی شناخت کے تصور سے واقف کرانا۔
- انہیں نژادی شناخت کی خصوصیات کے بارے میں جانکاری فراہم کرنا۔
- ہندوستان میں نژادی گروہوں کے چیلنجز کے بارے میں انہیں معلومات دینا۔
- ان میں ہندوستانی نژادی شناخت کے حوالے سے بنیادی سمجھ پیدا کرنا۔
- ہندوستان میں نژادی شناخت کے پیچھے بنیادی وجوہات کو بتانا۔
- اور ہندوستان میں نژادی گروہوں کی مثالوں سے انہیں باور کرانا۔

8.2 نژادی شناخت کی تعریف (Definition of Ethnic Identity)

نژادی وہ مشترکہ ثقافتی، لسانی، یا نسلی خصوصیات ہیں جو ایک گروہ کے افراد کو دوسروں سے الگ کرتی ہیں۔ یہ عموماً مشترکہ روایات، رسم و رواج، زبان، تاریخ اور کبھی کبھار مذہب سے جڑی ہوتی ہے، جو ایک مشترکہ شناخت بناتی ہیں۔ نژادی نسل سے مختلف ہے کیونکہ یہ **جسمانی** خصوصیات کی بجائے ثقافتی وراثت اور سماجی خصوصیات پر مرکوز ہوتی ہے۔ ایک ہی نسلی گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد عموماً اپنے اصل اور رسم ورواج کے حوالے سے اپنے آپ کو کسی مخصوص گروہ سے وابستہ محسوس کرتے ہیں۔

نژادی شناخت ان افراد کی تقسیم کو کہا جاتا ہے جو ایک جیسے ثقافتی، لسانی یا نژادی ورثے کے اشتراک کی بنیاد پر ایک ساتھ گروہ بناتے ہیں۔ یہ عموماً مخصوص جسمانی خصوصیات، روایات، رسم ورواج، زبانوں، مذہبی عقائد اور مشترکہ یادوں سے ممتاز ہوتے ہیں جو ایک گروہ کو دوسرے سے مختلف بناتی ہیں۔ نژادی شناخت فرد اور گروہ کی اہم شناخت کی صورت ہے، اور یہ اس طرح لوگوں کے خود کو اور اپنے ہم منصبوں کو ایک مخصوص معاشرت میں دیکھنے کا طریقہ طے کرتی ہے۔

نژادی شناخت، نسل سے مختلف ہے، جس کا عموماً استعمال جسمانی خصوصیات جیسے جلد کے رنگ یا چہرے کی ساخت کو ظاہر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ تاہم، نژادی شناخت زیادہ تر ثقافتی اور سماجی عناصر سے تعلق رکھتی ہے جو لوگوں کو آپس میں جوڑتے ہیں۔

8.3 نژادی شناخت کی خصوصیات (Characteristics of Ethnic Identity)

1. ثقافتی روایات: نژادی کمیونٹیز عموماً مشترکہ ثقافتی روایات کا اشتراک کرتی ہیں، جن میں کھانا، موسیقی، رقص، لباس اور رسومات شامل ہیں۔ یہ روایات نسلوں کے ذریعے منتقل ہوتی ہیں، جو تسلسل اور تعلق کا احساس فراہم کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، افریقی یا ہندوستانی ثقافتوں میں روایتی رقص یا اٹالین پاستا یا چینی ڈِم سم جیسے کھانے کے طریقے نژادی شناخت کو واضح کرتے ہیں۔
2. زبان: مشترکہ زبان یا بولی نژادی شناخت کا ایک بنیادی نشان ہوتی ہے۔ یہ عموماً نژادی گروہوں کے لیے ایک رشتہ فراہم کرتی ہے، جس سے بات چیت، ثقافتی اظہار اور روایات کی منتقلی ممکن ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، مغربی افریقہ میں یوروبا لوگ یوروبا زبان بولتے ہیں، جو انہیں ان کی نژادی شناخت سے جوڑتا ہے۔
3. مذہب: مذہب نژادی شناخت کا ایک اور ضروری جزو ہے۔ زیادہ تر نژادی گروہ مشترکہ مذہبی عقائد اور رسومات رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر، مشرق وسطیٰ میں کرد نژادی گروہ زیادہ تر اسلام (خاص طور پر سنی اسلام) سے تعلق رکھتے ہیں، جبکہ یہودی نژادی گروہ یہودی مذہب اور ثقافت سے وابستہ ہیں۔
4. مشترکہ نسب اور تاریخ: نژادی گروہ عموماً مشترکہ نسب، تاریخ یا جڑوں کی کہانیاں رکھتے ہیں۔ یہ مشترکہ تاریخ گروہ کی وابستگی کو مستحکم کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، یہودی لوگ جلاوطنی اور ظلم و ستم کی تاریخ رکھتے ہیں، جو ان کی نژادی شناخت کا ایک اہم حصہ ہے۔

5. جغرافیائی مقام :زیادہ تر نژادی گروہ مخصوص جغرافیائی علاقوں یا خطوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ جغرافیائی تعلق تاریخی آبادکاری یا ہجرت کے پیٹرن سے جڑا ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، نیوزی لینڈ کے ماؤری لوگ اپنے آبائی وطن، آوٹی ایروہ سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔

6. سماجی روایات اور اصول :نژادی کمیونٹیز عموماً منفرد سماجی روایات اور اصولوں کی حامل ہوتی ہیں، جیسے رشتہ داری کے نظام، شادی کی رسومات، اور سماجی کردار۔ مثال کے طور پر، افریقہ کی مختلف نژادی کمیونٹیز میں منفرد رسومات پائی جاتی ہیں جیسے ابتدائی تقریب یا کمیونٹی کے اجتماعات، جو ان کی شناخت کا مرکز ہیں۔

7. جسمانی خصوصیات :حالانکہ نژادی شناخت زیادہ تر ایک سماجی تخیل ہے، جسمانی خصوصیات جیسے جلد کا رنگ، چہرے کی ساخت اور بالوں کا متن مختلف نژادی گروہوں سے جڑی ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، بیشتر مشرقی ایشیائی نژادی گروہ ایک جیسے چہرے کی خصوصیات رکھتے ہیں، جو عموماً نژادی شناخت کا نشان ہوتا ہے، حالانکہ جسمانی ظاہری شکل صرف ایک پہلو ہے۔

8. مشترکہ شناخت کا احساس :نژادی گروہ عموماً ایک مضبوط اجتماعی شناخت، فخر اور تعلق کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ یہ مشترکہ شناخت کا احساس لوگوں کو آپس میں جوڑ سکتا ہے اور سماجی ہم آہنگی کے لیے ایک طاقتور قوت بن سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، دنیا بھر میں آئرش قومیت کے لوگ اپنے آئرش پس منظر اور ورثے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

9. خصوصیت :نژادی شناخت میں ایک نوعیت کی خصوصیت پائی جاتی ہے، یعنی نژادی گروہ اپنے آپ کو دوسرے گروہوں سے علیحدہ شناخت کرتے ہیں۔ خصوصیت عموماً علامتوں، رسومات یا زبان میں پائی جاتی ہے جو ایک گروہ کو دوسرے سے الگ کرتی ہیں۔

10. سیاسی اور سماجی شناخت :نژادی شناخت بعض حالات میں سیاسی شناخت اور سرگرمیوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نژادی کمیونٹیز اپنے حقوق کے لیے تحریکوں میں سرگرم ہو سکتی ہیں، اپنی ثقافتی شناخت کا دفاع کر سکتی ہیں یا آزادی حاصل کرنے کی کوشش کر سکتی ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں کردوں کی خود مختاری کی تحریک یا امریکہ میں افریقی امریکیوں کی شہری حقوق کی تحریک اس کی مثالیں ہیں۔

مختصراً یہ کہ نژادی شناخت ایک پیچیدہ تصور ہے جو صرف ظاہری شکل وصورت سے آگے بڑھ کر ثقافتی، سماجی اور تاریخی عوامل کو شامل کرتا ہے جو لوگوں کو گروہوں میں جوڑتے ہیں۔ یہ فرد اور اجتماعی شناخت کی تشکیل کا ایک بنیادی عنصر ہے، اور جبکہ یہ فخر اور تعلق کا باعث بنتی ہے، جب اسے گروہوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو یہ تقسیم اور تصادم کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

8.4 ہندوستان میں نژادی گروہوں کے چیلنجز (Challenges of Ethnic Groups in India)

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جو نژادی تنوع سے بھرپور ہے، جس میں 2,000 سے زائد مختلف نژادی گروہ شامل ہیں۔ اگرچہ یہ تنوع ثقافتی دولت اور لچک کا ذریعہ ہے، لیکن یہ نژادی گروہوں کے لیے کئی چیلنجز بھی پیش کرتا ہے، خاص طور پر سماجی انضمام، سیاسی نمائندگی، اور اقتصادی ترقی کے حوالے سے۔ ہندوستان میں نژادی گروہوں کے اہم چیلنجز درج ذیل ہیں:

- ثقافتی انضمام اور شناخت کا بحران

ہندوستان میں کئی نژادی گروہ اپنی ثقافتی شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ جیسے جیسے ہندوستان جدید اور عالمی ہوتا جارہا ہے، کچھ نژادی گروہ اپنی مقامی زبانوں، روایات، اور طریقوں کو کھوسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، آدیواسی (مقامی کمیونٹیز) جیسے نژادی اقلیتی گروہ ہندوستان کے بڑے معاشرے میں ضم ہونے کے دباؤ کا سامنا کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کی منفرد ثقافتی شناخت کا ضیاع ہوسکتا ہے۔

- سماجی امتیاز اور تنہائی

اگرچہ ہندوستان کا قانونی نظام مساوات کو یقینی بنانے کے لیے بنایا گیا ہے، بہت سے نژادی گروہ اپنی نسل، ذات یا مذہب کی بنیاد پر امتیاز کا شکار ہیں۔ دلت (جنہیں پہلے "نجس" کہا جاتا تھا) اور قبائلی گروہ عام طور پر حاشیے پر ہیں اور انہیں سنگین سماجی امتیاز کا سامنا ہے۔ یہ کمیونٹیز اکثر وسائل، تعلیم، اور روزگار کے مواقع تک رسائی سے محروم رہتی ہیں، جس سے غربت اور امتیاز کے دائرے بنتے ہیں۔

- اقتصادی عدم مساوات

ہندوستان میں مختلف نژادی گروہوں کے درمیان اقتصادی عدم مساوات ایک سنگین مسئلہ ہے۔ اگرچہ کچھ گروہ، خاص طور پر وہ جو شہری علاقوں میں رہتے ہیں، بہتر روزگار، تعلیم، اور صحت کی سہولتیں حاصل کرتے ہیں، زیادہ تر نژادی گروہ دیہی اور قبائلی علاقوں میں غریب ہیں۔ مثال کے طور پر، قبائلی گروہ اکثر دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں جہاں بنیادی ڈھانچہ، صحت کی سہولتیں اور اسکولز کم ہیں، جو ان کی اقتصادی ترقی اور ترقی میں رکاوٹ ڈالتی ہیں۔

- سیاسی نمائندگی اور خودمختاری

ہندوستان میں کئی نژادی گروہ، خاص طور پر شمال مشرقی ریاستوں اور قبائلی علاقوں میں، اپنی سیاسی نمائندگی اور خودمختاری کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ علیحدہ ریاستوں یا زیادہ خودمختاری کا مطالبہ ایسی ریاستوں میں عام ہے جیسے آسام، ناگالینڈ، اور کشمیر، جہاں نژادی شناخت خود ارادیت کے مطالبات سے جڑی ہوتی ہے۔ ناگا نژادی گروہ، مثال کے طور پر، طویل عرصے سے خودمختاری کا مطالبہ کرتا آیا ہے، اور دارجیلنگ کے گورکھا لوگ اپنی منفرد نژادی شناخت کے لیے پہچان کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ مطالبات کبھی کبھار نژادی گروہوں اور ریاستی حکومت کے درمیان کشیدگی پیدا کرتے ہیں۔

- مذہبی اور نژادی کشیدگیاں

ہندوستان کا نژادی تنوع عموماً مذہبی تنوع کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے نژادی گروہ، جیسے ہندو، مسلمان، سکھ اور عیسائی، اکثر ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہیں۔ مذہبی امتیاز اکثر نژادی تنوع کے ساتھ ملا ہوتا ہے، جس سے سماجی کشیدگیاں اور تشدد پیدا ہوتا ہے۔ 1984 کی اینٹی سکھ فسادات اور 2002 کے گجرات فسادات ایسے واقعات ہیں جہاں نژادی شناخت مذہبی شناخت کے ساتھ مل جاتی ہے، جس سے سماجی دراڑیں پیدا ہوتی ہیں۔

- تعلیم اور آگاہی میں کمی

تعلیم ہندوستان میں بیشتر نژادی گروہوں کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے، خاص طور پر دیہی اور قبائلی علاقوں میں۔ معیاری تعلیم تک رسائی کی کمی نژادی گروہوں کو معاشی طور پر بہتر بننے اور آگے بڑھنے سے روکتی ہے۔ قبائلی بچے، مثال کے طور پر، غیر منظم اسکولوں میں پڑھتے ہیں جن میں مناسب اساتذہ نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ، لوگوں کو اسکولوں اور کمیونٹیز میں نژادی تنوع کو برقرار رکھنے کی اہمیت کے بارے میں آگاہی بڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ اعلیٰ تحمل اور تفہیم پیدا کی جاسکے۔

- داخلی ہجرت اور بے دخلی

نژادی جھگڑوں اور ماحولیاتی تباہی نے ہندوستان میں بہت سے نژادی گروہوں کو بے گھر کر دیا ہے۔ مقامی اور قبائلی لوگ ترقیاتی سرگرمیوں، کان کنی، اور صنعتکاری کی وجہ سے اپنی اصل زمینوں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس بے دخلی کے نتیجے میں ان کے روزگار کے ذرائع اور ثقافتی طریقوں کا نقصان ہوتا ہے، اور وہ اکثر دوسری جگہوں پر اس لیے آباد نہیں ہو پاتے کیونکہ ان کے پاس وسائل اور مہارت کی کمی ہوتی ہے۔

- زبان کی رکاوٹیں اور لسانی شناخت

ہندوستان میں سینکڑوں زبانیں ہیں، جن میں سے کئی خاص نژادی گروہوں کی زبانوں کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ تاہم، ہندی اور انگریزی کا قومی اور سرکاری زبان کے طور پر غلبہ عموماً علاقائی اور نژادی زبانوں کو پیچھے دھکیل دیتا ہے۔ وہ نژادی اقلیتی گروہ جن کی زبانیں غالب نہیں ہیں، انہیں حکومت کی خدمات، تعلیم، اور نوکریوں تک رسائی سے محروم کیا جاسکتا ہے۔ مقامی زبانوں کا زوال اور غالب زبانوں کی اہمیت بڑھنا ان گروہوں کی ثقافتی شناخت کے لیے شدید خطرہ بناتا ہے۔

- ترقی اور ماحول کے ساتھ تصادم

ہندوستان میں بہت سی نژادی کمیونٹیز، خاص طور پر وہ جو جنگلاتی یا ماحولیاتی طور پر حساس علاقوں میں رہتی ہیں، ترقیاتی منصوبوں جیسے ڈیمز، کانوں اور ہائی ویز کے ساتھ تصادم کا سامنا کرتی ہیں۔ یہ ترقی اکثر ان کی مقامی زمینوں کے نقصان اور ان کے روایتی طرز زندگی میں مداخلت کا سبب بنتی ہے۔ مثال کے طور پر، شمال مشرقی ریاستوں اور قبائلی علاقوں جیسے جھارکھنڈ اور چھتیس گڑھ میں مقامی کمیونٹیز ترقی اور قدرتی وسائل کے تحفظ کے درمیان لڑائی میں پھنسی ہوئی ہیں۔

- شناخت کی سیاست اور انتشار

اقتدار حاصل کرنے کے لیے نژادی شناخت کی سیاسی mobilization معاشرے کو تقسیم کر دیتی ہے۔ سیاسی جماعتیں نژادی اختلافات کو ووٹ اکٹھا کرنے کے لیے استعمال کر سکتی ہیں، جس سے گروہوں کو آپس میں لڑایا جاتا ہے۔ حالانکہ نژادی شناخت کا تعین محکوم گروہوں کو طاقت دے سکتا ہے، یہ وسیع تر معاشرے کو پولرائز اور تقسیم بھی کر سکتا ہے۔ یہ انتشار سماجی ہم آہنگی اور ترقی کو نقصان پہنچا سکتا ہے، جس سے ایک منتشر قومی شناخت پیدا ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ ہندوستان کے نژادی گروہ ایک ایسے چیلنجز کا سامنا کرتے ہیں جو ان کی ثقافتی، سماجی، اقتصادی، اور سیاسی فلاح و بہبود کو متاثر کرتے ہیں۔ نژادی تنوع ہندوستان کی شناخت کا ایک بنیادی پہلو ہے، پھر بھی ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے حکومت، سول سوسائٹی، اور کمیونٹیز کی اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔ شمولیت کو یقینی بنانا، ثقافتی ورثے کو محفوظ کرنا، وسائل تک مساوی رسائی فراہم کرنا، اور سیاسی نمائندگی کو بہتر بنانا وہ ابتدائی اقدامات ہیں جو ہندوستان میں نژادی گروہوں کے چیلنجز کو حل کرنے کی طرف قدم اٹھا سکتے ہیں۔

8.5 ہندوستانی نژادی شناخت کا تعارف (Introduction to Ethnic Identity in India)

ہندوستانی نژادی شناخت ایک پیچیدہ اور کئی جہتوں پر مشتمل مظہر ہے جو ملک کی طویل اور غنی تاریخ، ثقافتی ورثے اور مختلف سماجی، مذہبی اور لسانی کمیونٹیوں کی موجودگی سے تشکیل پائی ہے۔ یہ ایک بہت متنوع ملک ہے، جس میں 2,000 سے زائد اہم نژادی گروہ ہیں جن کی اپنی مخصوص روایات، عادات، زبان اور زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ ہندوستان میں نژادی شناخت کا مفہوم صرف جسمانی خصوصیات جیسے نسل یا شکل و صورت تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں مشترکہ روایات، مذہبی عقائد اور سماجی شناختیں بھی شامل ہیں۔

ہندوستان میں نژادی تنوع کو زندگی کے مختلف میدانوں میں دیکھا جا سکتا ہے، جیسے لباس، کھانا، زبان اور تعطیلات۔ ہندوستان میں نژادی تنوع کا نتیجہ اس کی وسیع جغرافیہ، قدیم معاشروں اور مختلف حملوں، ہجرتوں اور تجارت سے وابستہ ہے جو اس کے وجود کے دوران عمل میں آیا۔

8.6 ہندوستان میں نژادی شناخت کے پیچھے بنیادی وجوہات

(Basic Reasons of Ethnic Identity in India)

1. **جغرافیہ**: ہندوستان کی متنوع زمین، شمال میں ہمالیہ سے لے کر جنوب میں ساحلی میدانوں تک، نژادی گروہوں میں علاقائی فرق پیدا کرنے کا باعث بنی ہے۔ مثال کے طور پر، شمال مشرقی ریاستوں جیسے ناگالینڈ اور آسام کے رہائشیوں کی نژادی شناختیں شمالی میدانی علاقوں یا جنوبی دکن کے علاقوں سے مختلف ہیں۔

2. **زبان** :ہندوستان میں سینکڑوں زبانیں ہیں، اور زبان کی شناخت نژادی شناخت کا ایک مضبوط اشارہ بنتی ہے۔ مثال کے طور پر، ہندی بولنے والے، بنگالی بولنے والے، تمل بولنے والے اور مرہٹی بولنے والے، اگرچہ ہندوستانی ہیں، لیکن ان کی زبان اور علاقے سے متعلق مخصوص ثقافتی روایات ہیں۔ زبانیں علاقائی شناختوں کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہیں اور اس طرح گروہ ایک دوسرے کے ساتھ مشترکہ لسانی پس منظر کی بناپر ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔

3. **مذہب** :مذہب ہندوستان میں نژادی ترکیب میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بڑے مذہبی گروہ جیسے ہندو، مسلمان، سکھ، بدھ مت، اور عیسائی دوسرے چھوٹے گروہوں جیسے جین اور زرتشتیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ مذہبی اور نژادی شناختیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جاتی ہیں کیونکہ عبادتیں، رسوم اور روایات مخصوص کمیونٹیز میں منتقل ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر، کشمیری پنڈت، جو ایک کشمیری نژادی گروہ ہیں اور ہندو ہیں، اپنے مذہب سے جڑی منفرد روایات رکھتے ہیں۔

4. **ذات پات کا نظام** :ہندوستان کا ذات پات کا نظام، اگرچہ قانونی طور پر ختم ہو چکا ہے، اب بھی ملک کی نژادی ترکیب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ کچھ نژادی گروہ مخصوص ذاتوں سے وابستہ ہوتے ہیں، اور اس سے سماجی نقل و حرکت اور شناخت متاثر ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، دلت (جو پہلے "اچھوت" کہلاتے تھے) ایک ایسے پسماندہ نژادی گروہ ہیں جو ذات کے تعلق کی بناپر امتیازی سلوک کا سامنا کرتے ہیں۔

5. **تاریخی اثرات** :ہندوستان کی تاریخ میں حملوں، ہجرتوں اور سلطنتوں کی تشکیل نے بھی نژادی شناختوں کی تخلیق کو شکل دی ہے۔ مثال کے طور پر، مغل سلطنت کا شمالی ہندوستان کی شناخت اور ثقافت پر دیرپا اثر پڑا ہے، جس کی جھلکیاں کھانے، زبان، فن اور تعمیرات میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح، فارسی، ترک اور افغان ثقافتوں کا اثر شمالی اور وسطی ہندوستان کے نژادی گروہوں پر پڑا۔

8.7 ہندوستان میں نژادی گروہوں کی مثالیں (Examples of Ethnic Groups in India)

1. **پنجابی** :پنجابی، جو زیادہ تر پنجاب، ہریانہ اور دہلی کی شمالی ریاستوں میں رہتے ہیں، ایک منفرد نژادی شناخت رکھتے ہیں جو ان کی زبان (پنجابی)، ثقافتی عادات اور مذہب (سکھ) پر مبنی ہے۔ زراعت، موسیقی اور رقص (بھنگڑا) ان کی شناخت کے مرکز میں ہیں۔

2. **تمل** :تمل جو جنوبی ہندوستان خاص طور پر تمل نادو کے رہائشی ہیں، اپنی زبان (تمل)، دریودینی ثقافت اور مذہبی روایات (مذہب میں زیادہ تر ہندو) سے تشکیل پائی ایک نژادی شناخت رکھتے ہیں۔ تملوں کی ایک غنی ادبی روایت ہے جو 2,000 سال سے زائد پر محیط ہے۔

3. **بنگالی** :بنگالی، جو بنیادی طور پر مغربی بنگال کی ہندوستانی ریاست اور ہمسایہ ملک بنگلہ دیش سے تعلق رکھتے ہیں، ایک مشترکہ نژادی شناخت رکھتے ہیں جو ان کی زبان (بنگالی) اور ثقافت پر مبنی ہے، جس میں ایک غنی ادبی ورثہ، مخصوص کھانا اور درگا پوجا جیسے تہوار شامل ہیں۔

4. **گورکھا** : گورکھا، جو نیپال کے پہاڑی علاقوں اور ہندوستانی شمال مشرقی ریاستوں سلکیم اور ڈارجیلنگ سے تعلق رکھتے ہیں، ایک منفرد نژادی شناخت رکھتے ہیں۔ یہ اپنے جنگجو پس منظر کے لیے مشہور ہیں اور گورکھالی زبان بولتے ہیں، جو نیپالی زبان کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔

5. **قبائلی کمیونٹیز** :ہندوستان میں مقامی قبائلی لوگوں یا ایڈیوواسیوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ ان میں سانتھال، گوند، بھل اور ماریا جیسے گروہ شامل ہیں جو اپنی روایتی زندگی کے طریقوں، روحانیت پر مبنی مذہبی عقائد اور زمین سے گہری وابستگی کے ساتھ منفرد نژادی شناخت رکھتے ہیں۔

غرضیکہ ہندوستانی نژادی شناخت جامد یا یکساں نہیں ہے بلکہ یہ ملک کی شناخت کا ایک متحرک اور لچکدار پہلو ہے۔ ہندوستان کی نژادی تنوع فخر کا باعث بھی ہے اور چیلنج بھی، کیونکہ اس کا اثر سماجی تعلقات، سیاست اور ملک کی ثقافتی وراثت پر پڑتا ہے۔ اگرچہ نژادی تنوع ہندوستان کی ثقافتی زندگی کو بامعنی بناتا ہے، لیکن یہ سماجی انضمام، شناخت اور مساوات کے حوالے سے مسائل بھی پیدا کرتا ہے۔ اس تنوع کو سمجھنا اور اس کی قدر کرنا ایک زیادہ شامل اور ہم آہنگ معاشرے کو فروغ دینے میں انتہائی اہم ہے۔

8.8 نژاد سے متعلق کچھ اہم مطالعات (Some Important Studies on Ethnicity)

یہاں ہندوستان میں اہم نژادی مطالعات کی فہرست ایک فہرست دے رہے ہیں جس سے اسے سمجھنے میں ہمیں مدد ملے گی۔

1. **ایم.این. سری نیواس (1950) نژادی گروہ اور سماجی درجہ بندی کا مطالعہ کیا۔**
   - اس نے نژادی گروپوں کی تشکیل میں ذات، خطہ اور زبان کے کردار پر زور دیا۔
   - "نژادی کمیونٹیز" جیسے خیالات پیش کیے اور ہندوستانی ذات کے نظام میں ان کی سماجی نقل مکانی پر روشنی ڈالی۔
2. **"قبائلی ہندوستان" از ندیم حسنین(1996)**
   - ہندوستان کی مقامی قبائلی آبادیوں کا مفصل مطالعہ کیا ہے۔
   - یہ نژادیت، ثقافت اور تاریخی قوتوں کے آپس میں ملنے کے اثرات کو قبائلی کمیونٹیوں پر دیکھتے ہیں۔
3. **لسانیاتی مطالعات (لسانیاتی سروے آف انڈیا، 1903-1928)**
   - ہندوستان میں لسانی تنوع کی تفصیل سے درجہ بندی کی گئی ہے۔
   - زبان کے کردار کو نژادی اور علاقائی شناختوں کی ترقی میں دستاویزی طور پر بیان کیا گیا ہے۔

4. **"زبان کی سیاست" از زیلیٹ(1992)**

- یہ دیکھتا ہے کہ لسانی شناخت کس طرح علاقائی اور نژادی تحریکوں میں طاقتور قوت ہوتی ہے، خاص طور پر تمل نادو میں دراوڑی تحریکوں میں۔

5. **"ہندو قوم پرست تحریک اور ہندوستانی سیاست" از کرسٹوفے جافرلوٹ(1996)**

- یہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح ہندومت کو نژادی شناخت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور سیاسی تحریک کے ایک اوزار کے طور پر استعما ہوتا ہے۔
- ہندو قوم پرستی کے عروج اور اس کے ہندوستانی نژادی سیاست پر اثرات کا تجزیہ کرتا ہے۔

6. **"جدید ہندوستان میں ذات" ایم. این. سری نیواس(1962)**

یہ تجزیہ کرتا ہے کہ کس طرح ذات ہندوستان میں نژادی شناخت میں پیوست ہے اور ذات کے گروہوں کو نژادی کمیونٹیز کے طور پر دیکھتا ہے جن کے سماجی طریقے مختلف ہیں۔

یہ مطالعات ہندوستان کی پیچیدہ نژادی تصویر پر اہم بصیرت فراہم کرتے ہیں اور یہ تجزیہ کرتے ہیں کہ کس طرح زبان، مذہب، ذات اور خطہ شناخت اور سماجی تنظیم کی تشکیل میں کردار ادا کرتے ہیں

8.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے ہم نے درج ذیل معلومات حاصل کی ہیں:

- نژادی شناخت کی تعریف کے بارے میں۔
- نژادی شناخت کی خصوصیات کے حوالے سے۔
- ہندوستان میں نژادی گروہوں کے چیلنجز کے بارے میں۔
- ہندوستانی نژادی شناخت کا تعارف
- ہندوستان میں نژادی شناخت کے پیچھے بنیادی وجوہات
- ہندوستان میں نژادی گروہوں کی مثالیں

8.10 فرہنگ (Glossary)

نژادی شناخت: نژادی شناخت ان افراد کی تقسیم کو کہا جاتا ہے جو ایک جیسے ثقافتی، لسانی یا نژادی ورثے کے اشتراک کی بنیاد پر ایک ساتھ گروہ بناتے ہیں۔ یہ عموماً مخصوص جسمانی خصوصیات، روایات، رسم ورواج، زبانوں، مذہبی عقائد اور مشترکہ یادوں سے ممتاز ہوتے ہیں جو ایک گروہ کو دوسرے سے مختلف بناتی ہیں۔

نژادی: یہ وہ مشترکہ ثقافتی، لسانی، یا نژادی خصوصیات ہیں جو ایک گروہ کے افراد کو دوسروں سے الگ کرتی ہیں۔ یہ عموماً مشترکہ روایات، رسم ورواج، زبان، تاریخ اور کبھی کبھار مذہب سے جڑی ہوتی ہے، جو ایک مشترکہ شناخت بناتی ہیں۔

8.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ درج ذیل میں کون نژادی شناخت کی خصوصیت ہے؟

(a) ثقافتی روایات (b) زبان

(c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

2۔ ہندوستانی نژادی گروہوں کے لئے درج ذیل میں کون چیلنج ہے؟

(a) اقتصادی عدم مساوات (b) سیاسی نمائندگی وخود مختاری

(c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

3۔ گورکھا نژادی گروہ عام طور سے کس علاقے میں مقیم ہیں؟

(a) ہندوستان کے شمال مشرقی علاقے میں (b) ہندوستان کے مغربی علاقے میں

(c) کیرل میں (d) اتر پردیش میں

4۔ درج ذیل میں کس نژادی گروہ کا مطالعہ کیا ہے؟

(a) ایم۔ این۔ سری نواس (b) ایم۔ کے۔ گاندھی

(c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

5 ”۔ جدید ہندوستان میں ذات“ کس کی کتاب ہے؟

(a) ایم۔ سری۔ نواس (b) بی۔ آر۔ امبیڈکر

(c) ایس۔ سی۔ دوبے (d) ان میں سے کوئی نہیں

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. نژادی شناخت کی تعریف بیان کیجئے۔
2. ہندوستانی نژادی شناخت کا تعارف بیان کیجئے۔
3. ہندوستان میں نژادی گروہوں کی مثالیں پیش کیجئے۔

طویل جوابات کے حامل سولات (Objective Answer Type Questions)

1. نژادی شناخت کی خصوصیات بیان کیجئے۔
2. ہندوستان میں نژادی گروہوں کے چیلنجز کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

اکائی 9۔ ہندوستان میں خاندان اور کنبہ

(Family & Household in India)

اکائی کے اجزا

9.0 تمہید

9.1 مقاصد

9.2 خاندان کی تعریف

9.3 خاندان کی خصوصیات

9.4 خاندان کے سماجی افعال

9.5 کنبہ کی تعریف

9.6 کنبہ کی خصوصیات

9.7 کنبہ کے سماجی افعال

9.8 خاندان اور کنبہ کے درمیان فرق

9.9 خاندان اور کنبہ کی اقسام

9.10 اکتسابی نتائج

9.11 فرہنگ

9.12 نمونہ امتحانی سوالات

9.0 تمہید (Introduction)

خاندان اور کنبے کا تصور انسانی معاشرے سے گہرا اجڑا ہوا ہے اور یہ زمانہ قدیم سے انسانی تہذیب کا سنگ بنیاد رہا ہے۔ یہ دو بنیادی عناصر ہیں جو انسانی معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ عناصر خونی رشتوں اور جذباتی بندھنوں کی اہمیت کو نہ صرف دریافت کرتے ہیں بلکہ خاندان کے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ خاندان ایک سماجی ادارہ ہے جو انفرادی شناخت کو تشکیل

دینے، جذباتی مدد فراہم کرنے اور آنے والی نسلوں کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ خاندان اور کنبہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تصورات ہیں، پھر بھی وہ الگ الگ معنی رکھتے ہیں۔ لفظ "خاندان" رومن لفظ "Famulus" سے لیا گیا ہے جس کا مطلب نوکر ہے۔ رومن قانون میں، یہ لفظ غلاموں اور نوکروں کے ساتھ شادی سے جڑے ہوئے افراد کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ خاندان سے مراد افراد کا ایک ایسا گروہ ہے جو اکثر جذباتی، حیاتیاتی رشتوں، محبت، تعاون اور تعلق کے احساس سے ایک دوسرے کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ یہ ایک ایسی اکائی ہے جہاں ممبران ایک دوسرے کی پرورش، نگہداشت بھی کرتے ہیں اور مضبوط رشتوں کی اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔

دوسری طرف کنبہ سے مراد 'رہائشی جگہ' سے ہے جس پر لوگوں کا ایک گروہ قبضہ کرتا ہے چاہے وہ متعلقہ ہوں یا نہ ہوں۔ اس میں شامل افراد رہائش کے انتظامات، وسائل اور ذمہ داریوں کو بانٹتے ہیں۔ ایسے خاندان کے افراد میں رشتے دار اور غیر رشتہ دار دونوں شامل ہو سکتے ہیں۔

9.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مقصد خاندان اور کنبہ (Family and Household) کے تصور کو بیان کرنا ہے۔

اس اکائی کا مطالعہ کرنے سے طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- خاندان اور کنبہ کی تعریف کر سکیں۔
- خاندان اور کنبہ کی خصوصیات کو سمجھ سکیں۔
- خاندان اور کنبہ کے موضوع پر بحث کر سکیں۔

9.2 خاندان کی تعریف (Definitions of Family)

خاندان ایک بنیادی سماجی ادارہ ہے جو خون کے رشتوں، شادی، گود لینے، یا مضبوط جذباتی بندھنوں سے جڑے افراد کا ایک گروہ ہے۔ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو محبت، دیکھ بھال، جسمانی، جذباتی اور سماجی ترقی کے لیے پرورش کا ماحول فراہم کرتا ہے۔ خاندان افراد کے اقدار، عقائد، اور ثقافتی شناخت کو تشکیل دینے کے ساتھ ساتھ سماجی تربیت اور زندگی کی مہارتیں فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ خاندان حیاتیاتی رابطوں سے آگے بڑھتے ہوئے متنوع ڈھانچے کو اپناتا ہے جو جدید سماج کی بدلتی ہوئی حرکیات کی عکاسی کرتا ہے۔

مختلف سماجی ماہرین نے خاندان کی متنوع تعریفیں پیش کی ہیں جو اس بنیادی سماجی ادارے کی پیچیدگی اور ارتقا کی عکاسی کرتی ہیں۔

1) **امائل درکھائم**(Emile Durkheim)**:** درکھائم خاندان کو سماج کی بنیادی اکائی (Basic Unit) کے طور پر دیکھنے کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار اور سماجی اصولوں کو ابھارنے میں اس کے کردار پر زور دیتے ہیں۔ انہوں نے خاندان کو ایک سماجی گروہ کے طور پر بیان کیا ہے جس کی خصوصیات باہمی پیار، تعاون، یکجہتی کے احساس، جذباتی رشتوں اور مشترکہ تجربات سے جڑا ہوا ہے۔

2) **جارج مرڈاک** (George Murdock)**:** مرڈاک کی تعریف خاندان کے فعال پہلوؤں پر مرکوز ہے۔ اس نے خاندان کو ایک سماجی اکائی کے طور پر سمجھا جو ضروری افعال کو پورا کرتا ہے جیسے کہ افزائش، تربیت، اور جنسی رویے کے ضابطے وغیرہ ہیں ۔ مرڈاک کے مطابق خاندان ایک سماجی گروہ ہے جس کی خصوصیت مشترکہ رہائش، اقتصادی تعاون اور تولید ہے۔ اس میں دونوں جنسوں کے بالغ افراد شامل ہوتے ہیں جو سماجی طور پر منظور شدہ جنسی تعلق کو برقرار رکھتے ہیں اور جنسی طور پر ایک یا ایک سے زیادہ بچے گود لیتے ہیں۔

3) **ٹالکٹ پارسن** (Talcott Parsons)**:** اس نے خاندان کے کردار اور افعال پر زور دیا ہے۔ پارسن کے مطابق اہم کردار عام طور پر شوہر یا والد کے پاس آتا ہے جس میں معاشی ذمہ داریاں اور فیصلہ سازی شامل ہوتی ہے۔ پارسن نے یہ بھی استدلال کیا کہ خاندان ایک 'فیکٹری' یا ایک ایسا ادارہ ہے جو تحفظ، باہمی تعاون کے ساتھ ساتھ انسانی شخصیت تیار کرتا ہے۔ خاندان کے علاوہ کسی اور ادارے کا تصور نہیں کیا جاسکتا جو یہ سیاق وسباق فراہم کرسکے۔

4) **ڈیوس** (Davis) کے مطابق خاندان لوگوں کا ایک گروہ ہے جس کے افراد آپسی تعلقات اور ہم آہنگی پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا آپسی رشتہ ہوتا ہے۔

5) **ایم۔ ایف نمکاف** (M. F Nimkoff)کا کہنا ہے کہ خاندان ایک حیاتیاتی سماجی اکائی ہے جو شوہر، بیوی اور بچوں پر مشتمل ہے۔

6) **اسٹیفنی کونٹز** (Stephanie Coontz): کے نقطہ نظر نے خاندان کے تاریخی اور ثقافتی تناظر پر زور دیا ہے۔ اس نے خاندان کو ایک متحرک ادارے کے طور پر دیکھا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ سماجی تبدیلیوں، معاشی تبدیلیوں اور صنفی کردار کے مطابق تیار ہوتا ہے۔ کونٹز نے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ خاندانی ڈھانچے جامد نہیں ہوتے ہیں بلکہ کسی خاص ضروریات اور اقدار کے مطابق ہوتے ہیں۔

اس طرح مختلف ماہرین سماجیات اور عمرانیات کی یہ تعریفیں خاندان کا ایک جامع نظریہ پیش کرتی ہیں۔ جس میں خاندان کے اخلاقی افعال اور کردار سے لے کر اس کی معنویت اور تنوع شامل ہیں جو سماج کی تشکیل میں خاندانی پیچیدگیوں کو مختلف زاویوں سے سمجھنے میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔

9.3 خاندان کی خصوصیات (Characteristics of Family)

خاندان کی چند خصوصیات کو جو درج ذیل میں بیان کیا گیا ہے:

1) خاندان ایک عالمگیر گروہ ہے جو کسی نہ کسی شکل میں ہر سماج میں پایا جاتا ہے چاہے وہ قدیم ہو یا جدید۔

2) خاندان شادی پر مبنی ہے جس میں دو مخالف بالغ جنس کے درمیان ملن کا رشتہ ہوتا ہے۔

3) ہر خاندان فرد کو ایک نام فراہم کرتا ہے جو اس کی شناخت کا ذریعہ ہے۔

4) خاندان وہ گروہ ہے جس کے ذریعے نسب کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔

5) خاندان ایک فرد کی بنیادی تربیت میں سب سے اہم اور بنیادی گروہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

6) خاندان عام طور پر سائز میں محدود ہوتا ہے، جیسے بڑا خاندان، مشترکہ خاندان، توسیع شدہ خاندان وغیرہ۔

7) خاندان سماج کا سب سے اہم گروہ ہے۔ اس کو تمام اداروں، تنظیموں اور گروہوں کا مرکز مانا جاتا ہے۔

8) خاندان جذبات پر مبنی ہے جس میں میل ملاپ، پرورش، برادرانہ عقیدت، محبت اور پیار خاندانی رشتوں کی بنیاد ہیں۔

9) خاندان جذباتی اور اقتصادی تعاون کی اکائی ہے جس میں ہر فرد اپنے فرائض اور ذمہ داریاں انجام دیتا ہے۔

10) ہر خاندان مختلف سماجی کرداروں پر مشتمل ہوتا ہے، جیسے شوہر، بیوی، ماں، باپ، بچے، بھائی، بہن وغیرہ۔

9.4 خاندان کے سماجی افعال (Social Functions of Family)

1. سماجی ادارے سماجی استحکام کو برقرار رکھنے کے لیے کئی اہم کام انجام دیتے ہیں۔ اس طرح خاندان کی ایک عملی تفہیم ان طریقوں پر زور دیتی ہے جن میں خاندان ایک سماجی ادارے کے طور پر سماج کو ممکن بنانے میں مدد کرتا ہے۔ خاندان کئی اہم کارنامے انجام دیتا ہے۔ خاندان بچوں کو سماجی بنانے کی بنیادی اکائی ہے۔ کوئی بھی سماج انسانوں کی مناسب سماجی تربیت کے بغیر ناممکن ہے۔ خاندان سماج میں ایک بڑی اکائی ہے جس میں سماجی تربیت ہوتی ہے۔

2. دوسرا، خاندان مثالی طور پر اپنے ارکان کے لیے عملی اور جذباتی مدد کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ یہ انہیں خوراک، لباس، رہائش اور دیگر ضروری چیزیں فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ پیار، سکون، جذباتی پریشانی کے وقت مدد بھی فراہم کرتا ہے جس کی ہم سب کو ضرورت ہے۔

3. تیسرا، بے حیائی کی ممانعت جو کہ زیادہ تر معاشروں میں پھیلی ہوئی ہے۔ خاندان بعض رشتہ داروں کے درمیان جنسی تعلقات کو ممنوع قرار دیتا ہے جو کنبوں کے اندر تنازعات کو کم کرنے میں مدد کرتا ہے۔ اس طرح خاندان مجموعی طور پر لوگوں کے درمیان سماجی تعلقات قائم کرتا ہے۔

4. چوتھا، خاندان اپنے ارکان کو سماجی شناخت فراہم کرتا ہے جو انسانی زندگی کے لیے اہم ہے۔ مثلاً بچے اپنے والدین کے سماجی طبقے، نسل، مذہب وغیرہ میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ سماج میں کچھ بچے اپنے والدین سے حاصل کردہ سماجی شناخت کی وجہ سے زندگی بھر فوائد حاصل کرتے ہیں جبکہ دوسروں کو بہت سی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ وہ جس طبقے میں پیدا ہوتے ہیں وہ سماجی درجہ بندی کے نچلے طبقے میں آتے ہیں۔

9.5 کنبے کی تعریف (Definitions of Household)

اگر سماجی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو کنبہ ایک بنیادی سماجی اکائی ہے جو انفرادی زندگی کے انتظامات اور روزمرہ کے معاملات کے لیے کام کرتا ہے۔ یہ لوگوں کا ایک گروہ ہے خواہ ان کا تعلق خون، شادی، یا انجمن کی دوسری شکلوں سے ہو، جو ایک مشترکہ رہائش ،وسائل، ذمہ داریوں اور جذباتی مدد کو یکجا کرتا ہے۔ ماہرین عمرانیات مختلف سماج میں خاندانی ڈھانچے، کردار اور رشتوں کو سمجھنے کے لیے کنبوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ اس بات کی کھوج کرتے ہیں کہ کس طرح کنبہ سماج کاری، ثقافتی اقدار کی منتقلی، اور سماجی تحلیق و نشو نما میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ خاندانی وسائل کی تقسیم، محنت کی تقسیم اور سماج کے اندر طاقت (Power) کی تقسیم میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں جو سماجی زندگی کی پیچیدگیوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرنے والے ماہرین عمرانیات کے لیے تحقیقات کا مرکز بناتے ہیں۔ جیسے جیسے سماج بدلتا اور ترقی کرتا ہے اسی طرح کنبے کا تصور بھی ثقافتی اصولوں، معاشی حقائق اور انفرادی طرز زندگی میں تبدیلیوں کی عکاسی کرتا ہے۔

سماجی تناظر کے لحاظ سے کنبہ کی تعریف مختلف ہو سکتی ہے۔ مختلف ماہرینِ سماجیات نے مختلف تشریحات پیش کیں ہیں لیکن کنبہ کے تصور کے بارے میں کچھ عام نقطہ نظر درج ذیل ہیں:

1) **فنکشنلسٹ (Functionalists):** مفکرین کنبہ کو سماج کے ایک بنیادی ادارے کے طور پر دیکھتے ہیں جو مخصوص کام انجام دیتا ہے۔ وہ کنبہ کو ایک ایسی جگہ کے طور پر دیکھتے ہیں جہاں افراد ایک ساتھ رہتے ہیں اور بنیادی ضروریات، جیسے خوراک، پناہ گاہ، اور جذباتی مدد کو پورا کرنے کے لیے تعاون کرتے ہیں۔ اس نظریے میں، افراد کو سماجی بنانے اور سماجی نظام کو برقرار رکھنے میں کنبہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

2) **فیمنسٹ ماہرین سماجیات** (Feminist Sociologists): یہ کنبہ کے صنفی پہلوؤں اور ان کے اندر طاقت اور وسائل کی غیر مساوی تقسیم پر زور دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ پدرانہ نظام، گھریلو تشدد، اور ان طریقوں کو تلاش کرتے ہیں جن میں خواتین کے کردار کی تعریف تاریخی طور پر کنبہ میں کی گئی ہے۔

3) **علامتی تعامل ماہرین**(Symbolic Interactionists): یہ اس بات میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ کس طرح کنبہ کے افراد اپنی سماجی حقیقت کی تشکیل اور تشریح کرتے ہیں۔ روزانہ بات چیت کے ذریعے کس طرح وہ خاندانی کرداروں اور رشتوں سے منسلک رہتے ہیں۔ یہ نقطہ نظر اس بات کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے کہ افراد گھریلو تناظر میں اپنی شناخت اور کردار کیسے تیار کرتے ہیں۔

4) **مابعد جدیدیت پسند** (Postmodernists): یہ مفکرین کنبہ کے روایتی تصورات کو چیلنج کرتے ہیں۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ کنبہ تیزی سے متنوع اور پیچیدہ بن گیا ہے۔ جدید سماج کس طرح خاندان کے تصور کو از سر نو متعین کرتا ہے اس کو سمجھنے کے لیے وہ غیر روایتی زندگی کے انتظامات کا جائزہ لیتے ہیں جیسے، واحد والدین کا خاندان(Single parent family) ، غیر حیاتیاتی خاندان (Non-biological family)وغیرہ۔

5) **ماہر بشریات** (Anthropologists): یہ لوگ مختلف ثقافتوں اور معاشروں کے تناظر میں کنبے کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح گھریلو ڈھانچے مختلف ثقافتوں اور تاریخی ادوار میں مختلف ہوتے ہیں۔ مختلف ترتیب میں کنبہ کے افعال اور کردار کے بارے میں بصیرت فراہم کرتے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ کنبہ کی تعریف جامد نہیں ہے وقت کے ساتھ ساتھ سماج میں تبدیلی اور نئی سماجی، اقتصادی، اور ثقافتی حقیقتوں کے ڈھلنے کے ساتھ ساتھ اس کی تعریف بدلتی ہے۔ ہر سماجی نقطہ نظر اس بات کی منفرد بصیرت پیش کرتا ہے کہ وسیع تر سماجی نظام میں کنبے کیسے کام کرتے ہیں۔

9.6 کنبے کی خصوصیات (Characteristics of Household)

کنبے کی خصوصیات ان متعین خصوصیات اور صفات کا حوالہ دیتی ہیں جو عام طور پر بنیادی سماجی اکائی سے وابستہ ہوتی ہیں۔ ثقافتی، اقتصادی اور سماجی عوامل کی بنیاد پر درج ذیل خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے:

1) **ایک ساتھ رہنا** (Living Together): کنبہ ایسے افراد پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک ہی رہائش گاہ میں رہتے ہیں یا ایک ساتھ رہنے کا اشتراک کرتے ہیں۔ اس میں خاندان کے افراد، جیسے والدین، بچے، اور رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ مشترکہ رہائش گاہ میں ایک ساتھ رہنے والے غیر متعلق افراد شامل ہوسکتے ہیں۔

2) **مشترکہ وسائل** (Shared Resources): ایک کنبہ کے افراد اکثر اپنے وسائل، جیسے کہ آمدنی، خوراک، مشترکہ ضروریات اور اخراجات کو پورا کرنے کے لیے اکھٹے رہتے ہیں۔ وسائل کی یہ تقسیم ایک اکائی کے طور پر کنبے کی معاشی بہبود میں معاون ہے۔

3) **باہمی انحصار** (Interdependence): کنبہ کے افراد ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال اور فیصلوں کا اثر پورے کنبے پر پڑ سکتا ہے۔ ہر فرد کی فلاح و بہبود اور کام کاج کا تعلق کنبہ کی مجموعی بہبود سے ہے۔

4) **کردار اور ذمہ داریاں** (Roles and Responsibilities): ہر کنبہ کے افراد کے عموماً مخصوص کردار اور ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ یہ کردار ثقافتی اصولوں اور سماجی توقعات سے تشکیل پاتے ہیں۔

5) **سماج کاری** (Socialization): کنبہ سماج کاری میں بنیادی ایجنٹ کے طور پر کام کرتا ہے جہاں افراد سماجی اصول، اقدار اور طرز عمل سیکھتے ہیں۔ ان ثقافتی عقائد اور طریقوں کو کنبہ کے افراد نوجوان نسل تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

6) **جذباتی قوت** (Emotional Support): کنبہ اپنے ارکان کو جذباتی مدد اور قوت فراہم کرتا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں لوگ سکون، محبت اور تعلق کے احساس کی تلاش کرتے ہیں۔

7) **خاندانی ڈھانچہ** (Family Structure): خاندان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے، جیسے بنیادی خاندان (Nuclear family) جس میں والدین اور بچے آتے ہیں، توسیع شدہ خاندان جس میں بشمول بنیادی خاندان سے باہر کے رشتہ دار شامل ہوتے ہیں، واحد والدین کا خاندان (Single parents family) وغیرہ۔

8) **رہائشی استحکام** (Residential Stability): کنبے میں اکثر رہائشی استحکام کی سطح کا مظاہرہ ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ افراد ایک ہی رہائش گاہ میں طویل مدت تک رہتے ہیں جس سے تسلسل اور استحکام کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

9) **ہم آہنگی** (Cohabitation): جدید سماج کے کنبوں میں شریک حیات شامل ہوتے ہیں جہاں غیر شادی شدہ جوڑے مشترکہ رہائش گاہ میں رہتے ہیں۔

10) **تنوع اور تبدیلی** (Diversity and Change): کنبے کی خصوصیات مختلف ثقافتوں، خطوں اور تاریخی ادوار میں مختلف ہو سکتی ہیں۔ جیسے جیسے سماج ترقی کرتا ہے ان سماجی اور اقتصادی تبدیلیوں کے مطابق تو کنبوں کی ساخت اور حرکیات بھی بدل سکتی ہیں۔

11) **اقتصادی اکائی** (Economic Unit): کنبہ معاشی اکائی کے طور پر کام کرتا ہے جس میں مالی وسائل کا انتظام، گھریلو اخراجات، سرمایہ کاری سے متعلق فیصلے شامل ہیں۔

سماجیات، معاشیات، آبادیات اور عوامی پالیسی سمیت مختلف شعبوں کے لیے کنبے کی خصوصیات کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ خاندانی حرکیات، سماجی تعلقات، معاشی رویے، اور معاشروں کے مجموعی کام کے بارے میں بصیرت فراہم کرتا ہے۔

9.7 کنبہ کے سماجی افعال (Social Function of Household)

کنبہ کئی کاموں کے ساتھ ایک اہم اکائی کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ ایک بنیادی ادارہ ہے جو رہائش کی جگہ فراہم کرنے اور اپنے اراکین کی بنیادی ضروریات جیسے پناہ، رازداری وغیرہ کو پورا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یہ سماج کے نئے افراد کی افزائش اور سماج کاری میں اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ کنبہ کے اندر، افراد سماجی بننے کے ساتھ ساتھ ثقافتی اصولوں، اقدار اور طرز عمل کو سیکھتے ہیں۔ جو ان کے وسیع تر سماجی تانے بانے میں انضمام کے لیے ضروری ہے۔ مزید برآں، کنبہ ایک اقتصادی اکائی کے طور پر بھی کام کرتا ہے جہاں وسائل کا انتظام، مالی وسائل کی تقسیم، محنت کی تقسیم، منصوبہ بندی، فیصلہ سازی کے ساتھ ساتھ خدمات کی پیداوار اور اخراجات بھی شامل ہے۔ کنبہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں افراد سکون، محبت، دیکھ بھال، سمجھ، جذباتی بہبود اور ذہنی صحت کو فروغ دے سکتے ہیں۔ کنبہ سماجی اتحاد کا ایک بنیادی ایجنٹ بھی ہے کیونکہ افراد خاندان کے اندر اپنے بنیادی سماجی بندھن کو مضبوط کرتے ہیں اور خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ روابط قائم کرتے ہیں۔ یہ باہمی تعلقات وسیع تر سماج کے اندر برادری اور یکجہتی کا احساس پیدا کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

مزید برآں، کنبہ دیکھ بھال کی ذمہ داریاں سنبھالتا ہے، بچوں، خاندان کے بزرگ افراد، یا معذور لوگوں کو دیکھ بھال اور مدد فراہم کرتا ہے۔ یہ دیکھ بھال کا کام خاندان کی فلاح و بہبود اور مجموعی کام کے لیے ضروری ہے۔ اس طرح کنبہ ثقافتی ورثے کی ترسیل کے لیے ایک گاڑی کے طور پر بھی کام کرتا ہے۔ جس میں ثقافتی روایات، رسم و رواج اور علم نہ صرف ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے ہیں بلکہ اپنی ثقافت، اقدار کے تحفظ کو تسلسل برقرار رکھتے ہیں۔

9.8 خاندان اور کنبہ کے درمیان فرق (Difference Between family and Household)

خاندان اور کنبہ آپس میں جڑے ہوئے ہیں لیکن یہ دونوں الگ الگ تصورات ہیں۔ خاندان سے مراد افراد کا ایک گروہ ہے جو خون کے رشتوں، شادی، گود لینے، یا مضبوط جذباتی بندھنوں پر مشتمل ہے۔ دوسری طرف کنبہ سے مراد رہائش سے ہے جہاں لوگوں کا ایک گروہ رہنے کی جگہوں اور وسائل کا اشتراک کرتے ہیں۔ کنبہ میں ایسے افراد بھی شامل ہو سکتے ہیں جو حیاتیاتی یا جذباتی طور پر وابستہ نہیں ہوتے لیکن مختلف وجوہات کی بناء پر اکٹھے رہتے ہیں جیسے ساتھی وغیرہ۔ لہذا خاندان جذباتی اور رشتہ دارانہ تعلقات پر زور دیتا ہے جبکہ ایک کنبہ مشترکہ رہائش کے انتظامات اور صحبت کے عملی پہلوؤں پر زور دیتا ہے۔

9.9 خاندان اور کنبہ کے اقسام (Forms of family and Household)

تاریخی طور پر خاندان دو بڑی شکلوں میں موجود رہا ہے۔ ایک توسیع شدہ خاندان اور دوسرا بنیادی خاندان ہے۔ تاہم خاندان کی صرف دو شکلیں نہیں ہیں بلکہ مختلف ہو سکتی ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ ہر سماج میں موجود رہتی ہیں۔

نسب(Descent)

نسب سے مراد ایسا نظام ہے جس کے ذریعے معاشرے / خاندان کے افراد نسلوں سے تعلق کا سراغ لگاتے ہیں۔ آباواجداد یا وراثت کی بنیاد پر خاندان کو دواہم اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، یعنی(i) پدر سری خاندان(Patriarchal family)اور(ii)مادر سری خاندان(Matriarchal family)۔

1) **پدر سری خاندان**(Patrilineal): وہ خاندان جس کے افراد اپنے رشتہ داروں اور نسب کا پتہ باپ سے لگاتے ہیں۔ جائیداد مردانہ لائن کے ذریعے باپ سے بیٹوں میں منتقل ہوتی ہے۔ یہ خاندان کی سب سے عام شکلوں میں سے ایک ہے۔

2) **مادر سری خاندان**(Matrilineal): یہ ایسا خاندان ہے جس کے افراد ماں یا خاندان کی خواتین کے ذریعے اپنے رشتہ داری اور نسب کا پتہ لگاتے ہیں۔ جائیداد ماں سے بیٹی کو زنانہ لائن کے ذریعے منتقل کی جاتی ہے۔ ایسے خاندان میٹریلوکل(Matrilocal) بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسا خاندان دنیا کے صرف مخصوص علاقوں میں پایا جاتا ہے، جیسے شمال مشرقی ہندوستان کے گارو، خاصی ، کیرالہ کے نائر قبائل وغیرہ۔

مندرجہ بالا دو قسم کے خاندان اگرچہ وراثت کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن ان میں مشترکہ جائیداد اور آمدنی، شریک رہائش، اجتماعیت، شریک عبادت اور بعض حقوق و فرائض کی انجام دہی میں کچھ اشتراک ہیں۔

رہائش گاہ (Residence)

خاندان کو شادی شدہ جوڑوں میں سے کسی ایک یا دونوں کی طرف سے رہائش کے مقام کو اپنانے کی بنیاد پر درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے پیٹریلوکل (Patrilocal) (1) میٹریلوکل ,(Matrilocal) (2)نیولوکل ,(Neo-local) (3) اورڈیولوکل (Duo-local) (4)

1) **پیٹریلوکل خاندان** (Patrilocal Family): ایساخاندان جس میں شادی کے بعد بیوی اپنے شوہر کے خاندان میں رہتی ہے۔ اس خاندان کو وائرولوکل خاندان (Virilocal family) بھی کہا جاتا ہے۔

2) **میٹریلوکل خاندان** (Matrilocal Family): اس میں شادی کے بعد شوہر اپنی بیوی کے گھر رہتا ہے۔ اس قسم کے خاندان کو اکسوریلوکل خاندان(Uxorilocal Family) بھی کہا جاتا ہے۔

3) **نومقامی خاندان** (Neo-Local Family): جب شادی کے بعد شادی شدہ جوڑا نئی جگہ پر رہتا ہے اور اپنے والدین یا اپنے رشتہ داروں سے آزاد خاندان قائم کرتا ہے تو اسے نومقامی خاندان کہا جاتا ہے۔

4) **جوڑی مقامی خاندان** (Duo-local Family): اس قسم کے خاندان میں شادی کے بعد بیوی اپنی ماں کے خاندان کے ساتھ رہتی ہے اور شوہر اپنی ماں کے خاندان کے ساتھ رہتا ہے۔ لکشدیپ میں نائر قبیلہ جوڑی-مقامی خاندان کی مثال ہے۔

رکنیت (Membership)

خاندان میں پائے جانے والے افراد کی تعداد یا خاندان کے سائز کے مطابق خاندان کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ خاندان میں پائے جانے والے افراد خاندان کی شکل کا تعین کرتے ہیں۔ افراد کی بنیاد پر خاندان دو قسم کے ہوسکتے ہیں (1) بنیادی خاندان اور (2) توسیعی خاندان۔

1) **بنیادی خاندان** (Nuclear family) کی اصطلاح سے مراد شادی شدہ جوڑے اور ان کے زیر کفالت بچوں، یعنی ماں، باپ اور بچوں پر مشتمل اکائی سے ہے۔ اس قسم کے بنیادی خاندان کو شمالی امریکہ اور یورپ میں عام خاندانی اکائی سمجھا جاتا ہے۔

2) **توسیعی خاندان** (Extended family): سے مراد ایسا خاندانی نظام ہے جس کے ایک ہی کنبہ میں کئی نسلیں رہتی ہیں۔ اس میں نہ صرف شوہر، بیوی اور ان کی اولاد شامل ہوتی ہے بلکہ رشتے دار بھی شامل ہوتے ہیں جو ایک ساتھ رہتے ہیں اور انہیں خاندانی اکائی سمجھا جاتا ہے۔

جیون ساتھیوں کی تعداد (Number of Mates)

خاندان کی درجہ بندی شادی کے ذریعے ایک مرد یا عورت کے جیون ساتھیوں کی تعداد کے مطابق کی جاسکتی ہے، یعنی (1) یک زوجیت والا خاندان جسے (Monogamous family) اور (2) کثیر زوجیت والا خاندان جسے (Polygamous family) کہا جاتا ہے۔

1) **یک زوجیت والا خاندان** (Monogamous family): اس قسم کے خاندان میں ایک شوہر اور ایک بیوی ہوتے ہے۔

2) **کثیر زوجیت والا خاندان** (Polygamous family): اس میں ایک سے زیادہ بیوی یا ایک سے زیادہ شوہر ہوتے ہے۔

اقتدار (Authority)

یہ خاندان کی درجہ بندی کرنے کے سب سے اہم طریقوں میں سے ایک ہے۔ اختیار کی بنیاد پر خاندان کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں یعنی(1) پدر سری خاندان(Patriarchal Family): (2) مادر سری خاندان جسے(Matriarchal family) بھی کہا جاتا ہے۔

1) پدر سری خاندان(Patriarchal Family): ایسے خاندان کی سربراہی مرد کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لفظ 'Patriarchy' کا لفظی مطلب باپ یا مرد کی حکمرانی یا غلبہ ہے۔ یعنی وہ گھرانہ جس میں عورتیں، چھوٹے مرد، بچے اور گھریلو ملازم سب مرد کی حکمرانی کے تحت کام کرتے ہیں اور گھر کا سربراہ مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ مرد اس خاندان کے اندر خواتین کی جنسیت، محنت، پیداوار، تولید اور نقل و حرکت کو بھی کنٹرول کرتا ہے۔

2) **مادر سری خاندان** (Matriarchal family): یہ ایسا خاندان ہے جس میں خواتین کو خاندانی اکائی کے اندر بنیادی اختیار، طاقت اور فیصلہ سازی کا کردار حاصل ہوتا ہے۔ اس نظام میں ماں یا سب سے بڑی خاتون شخصیت عام طور پر گھر کی سربراہ کے طور پر کام کرتی ہے۔ مادر سری خاندان اکثر خواتین کی شراکت اور نقطہ نظر کو ترجیح دیتا ہے اور خواتین ارکان حکمرانی، معاشی سرگرمیوں اور ثقافتی طریقوں میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔

9.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcome)

اس باب میں خاندان اور کنبہ کی تعریف اور خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے ۔ مزید، اس باب میں خاندان اور کنبہ کے درمیان فرق، سماجی افعال اور مختلف شکلوں کی وضاحت کی گئی ہے جن کی درجہ بندی نسب، رہائش کے انداز، کنبہ کے ارکان کی تعداد، جیون ساتھیوں کی تعداد اور اختیار کے مطابق کی گئی ہے۔ جیسا کہ آپ نے پڑھا ہے ہندوستان میں زیادہ تر خاندان پدر سری اور مقامی نوعیت کے ہیں۔ اگرچہ بنیادی خاندان ہندوستان کے بعض حصوں میں موجود ہیں۔ لیکن بڑی حد تک جدیدیت اور مرکزی دھارے کی معاشرتی تہذیب نے پٹر یلینل اور پٹر یلوکل خاندانوں کو راستہ دیا ہے۔ حالیہ دہائیوں میں خاندان اور کنبہ کی ساخت میں گہری تبدیلیاں آئی ہیں، جو معاشرے کی نوعیت اور افراد کی متنوع ضروریات اور خواہشات کی عکاسی کرتی ہیں۔ شادی میں تاخیر، طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح، غیر روایتی چیزوں کی قبولیت میں اضافہ، شہری کاری ، نقل مکانی اور صنفی کردار میں تبدیلی جیسے عوامل نے خاندان اور کنبہ کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا ہے جیسے واحد والدین کا خاندان، مخلوط خاندان، ہم جنس پرست خاندان، اور کثیر نسل کے گھرانے وغیرہ شامل ہیں۔

9.11 فرہنگ (Glossary)

خاندان : خاندان جذباتی بندھنوں، مشترکہ تجربات اور باہمی تعاون سے جڑے افراد کا ایک گروہ ہے، جو خونی رشتوں کے علاوہ باقی افراد کو شامل کرتا ہے۔

بنیادی خاندان: اس سے مراد شادی شدہ جوڑے اور ان کے زیر کفالت بچوں، یعنی ماں، باپ اور بچوں پر مشتمل اکائی ہے۔

توسیعی خاندان: ایسا خاندانی نظام جس میں کئی نسلیں ایک ساتھ رہتی ہوں۔ اس میں نہ صرف شوہر، بیوی اور ان کی اولاد شامل ہوتی ہیں بلکہ رشتے دار بھی شامل ہوتے ہیں۔

سماجی کاری: یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں فرد اپنے خاندان اور سماج کے ذریعے نہ صرف سماجی اصولوں، اقدار اور طرز عمل کو سیکھتا ہے بلکہ سماج میں اپنی شناخت اور کردار کو تشکیل بھی دیتا ہے۔

9.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ کثیر افراد کے گھرانوں میں عام طور پر کون ایک ساتھ رہتا ہے؟

a) غیر متعلقہ افراد گھر کا اشتراک کرتے ہیں
b) شادی شدہ جوڑا اور ان کے بچے
c) والدین، بچے اور دادا دادی
d) واحد والدین اور ان کے بچے

2۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا روایتی خاندانی ڈھانچہ نہیں ہے؟

a) بنیادی خاندان
b) واحد والدین خاندان
c) توسیعی خاندان
d) ہم جنس فیملی

3۔ واحد والدین کے کنبہ کے عروج میں کس آبادیاتی عنصر نے کردار ادا کیا ہے؟

a) غیر مادری اتحاد کی قبولیت میں اضافہ
b) شادی میں تاخیر
c) طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح
d) ہجرت

4۔ کس اصطلاح سے مراد غیر شادی شدہ جوڑا ہے جو ایک پر عزم رشتے میں اکٹھے رہتے ہیں؟

a) صحبت
b) توسیعی خاندانی

c) بنیادی خاندان   d) ملاوٹ شدہ خاندان

5۔ ان خاندانوں کی وضاحت کے لیے کیا اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جہاں بچے ایک حیاتیاتی والدین اور اس والدین کے نئے ساتھی کے ساتھ رہتے ہیں؟

a) توسیعی خاندان   b) ملاوٹ شدہ خاندان

c) بنیادی خاندان   d) ہم جنس خاندان

6۔ خاندانوں کے اندر خواتین کے بدلتے ہوئے کردار میں کس سماجی رجحان نے کردار ادا کیا ہے؟

a) شہر کاری ۔   b) ہجرت۔

c) صنفی مساوات میں اضافہ۔   d) زرخیزی میں کمی۔

7۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا غیر روایتی خاندانی ڈھانچہ ہے؟

a) بنیادی خاندان۔   b) توسیعی خاندان۔

c) واحد والدین خاندان۔   4) کثیر الجہتی خاندان۔

8۔ درج ذیل میں سے کون سا خاندانی ڈھانچے پر شہری کاری کا اثر ہے؟

a) زرخیزی کی شرح میں اضافہ۔   b) رہائش پذیر شرح میں کمی۔

c) خاندانوں کی جغرافیائی تقسیم۔   d) طلاق کی شرح میں کمی۔

9۔ مندرجہ ذیل میں سے کون بنیادی خاندانی ڈھانچے کو بہترین طریقے سے بیان کرتا ہے؟

a) ایک خاندان کی تین نسلیں ایک ساتھ رہتی ہیں۔

b) ایک شادی شدہ جوڑا اور ان کے بچے ایک ساتھ رہتے ہیں۔

c) والدین میں سے کوئی ایک جو اپنے بچے کے ساتھ رہتے ہیں۔

d) دوستوں کا ایک گروہ جو ایک ہی گھر میں رہتے ہوں۔

10۔ مختلف نسل یا ثقافت سے تعلق رکھنے والے سے شادی کیا کہا جاتا ہے؟

a) اپنی نسل سے باہر شادی۔   b) طے شدہ شادی۔

c) ہم جنس شادی۔   d) یک زوجیت کی شادی۔

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. خاندان سے کیا مراد ہے؟
2. کنبہ کی خصوصیات بیان کریں۔
3. خاندان کس طرح تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے مختصر نوٹ لکھیں۔
4. خاندان کے سماجی افعال کو بیان کیجیے۔
5. نسب وراثت کی بنیاد خاندان کی کتنی قسمیں ہیں اور انکی وضاحت کریں۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. خاندان اور کنبہ کے درمیان فرق کی وضاحت کریں۔
2. کنبہ کی تعریف اور اس کے سماجی افعال پر نوٹ لکھیں۔
3. خاندان اور کنبہ کی اقسام بیان کریں۔

اکائی 10۔شادی: اقسام، افعال اور تبدیلی

(Marriage: Types, Functions and Changes)

اکائی کے اجزا

10.0	تمہید
10.1	مقاصد
10.2	شادی کی تعریفیں
10.3	شادی کی خصوصیات
10.4	شادی کی اقسام
10.5	شادی کے افعال
10.6	شادی کے ادارے میں تبدیلیاں
10.6	اکتسابی نتائج
10.7	فرہنگ
10.8	نمونہ امتحانی سوالات

10.0 تمہید(Introduction)

خاندان کی طرح شادی بھی سماج کا ایک اہم ادارہ ہے۔یہ قانونی اور سماجی لحاظ سے عام طور پر ایک مرد اور عورت کے مابین منظور شدہ اتحاد ہے ،جو قوانین ، قواعد ، رواج ، عقائد ، اور رویوں کے ذریعے باقاعدگی سے چلتا ہے اور شراکت داروں کے حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے نیز ان کے اولاد کو (اگر کوئی ہے) رضامندی کی حیثیت دیتا ہے۔مختلف معاشروں اور ثقافتوں میں شادی کی آفاقیت کو بہت سارے بنیادی سماجی اور ذاتی فرائض سے منسوب کیا جاتا ہے۔اس کے ذریعے جنسی تسکین، جنسوں کے مابین تقسیم کار، معاشی پیداوار اور کھپت، پیار ، حیثیت ، اور صحبت(Companionship) جیسی ذاتی ضرورتوں کے اطمینان جیسے کام انجام دیے جاتے ہیں۔اس کا سب سے اہم کام،ان کی پیدائش ، بچوں کی دیکھ بھال اور تعلیم اور سماجی نظام کے لیے ان کی تیاری ہے۔

ماہرین سماجیات شادی کے ادارے اور خاندان کے ادارے کے مابین تعلقات میں دلچسپی رکھتے ہیں کیوں کہ تاریخی طور پر ، شادیوں ہی سے ایک خاندان پیدا ہوتا ہے ، اور خاندان سماج کا سب سے بنیادی سماجی اکائی ہے جس پر سماج تعمیر ہوتا ہے۔شادی اور خاندان دونوں ہی اسٹیٹس اور رول تخلیق کرتے ہیں جو سماج کے ذریعے منظور شدہ ہوتے ہیں۔

10.1 مقاصد(Objectives)

اس اکائی میں ہم شادی یا شادی کے نظام(Marriage System) کے بارے میں مطالعہ کریں گے اور اس اکائی کے مطالعے سے آپ کو درج ذیل چیزوں کے متعلق معلومات حاصل ہوں گی۔

- شادی کی معنویت ، تعریف اور خصوصیات ۔
- شادیوں کی مختلف اقسام ۔
- مختلف مذاہب کی شادی کی رسومات۔

10.2 شادی کی تعریفیں(Definitions of Marriage)

شادی ایک خاص سماجی ادارہ ہے جو دو لوگوں کے درمیان ایسا رشتہ بناتا ہے جس میں کچھ خاص حقوق اور ذمے داری شامل ہے۔یہ ادارہ افراد کو ان لوگوں کے ساتھ قانونی اور معاشرتی طور پر تسلیم شدہ جنسی تعلقات بنانے کی اجازت دیتا ہے جس سے انہوں نے شادی کی ہے۔یہ ادارہ نہ صرف جنسی تعلقات کی اجازت دیتا ہے بلکہ یہ بچوں کی تولید کی اجازت اور ان کی سماج کاری کی بھی ذمے داری دیتا ہے۔ماہرین نے شادی کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

- **ایرکسن (Eriksen)** کے مطابق "شادی کو عام طور پر افراد کے مابین نہیں ، بلکہ گروہوں کے مابین ایک رشتہ سمجھا جاتا ہے خواہ افراد اپنی شریک حیات کا انتخاب خود کریں یا نہ کریں ،"۔
- **ویسٹرمارک (Westermarck)** کے مطابق "شادی ایک یا زیادہ مرد اور خواتین کا ایسا رشتہ ہے جو رسم و رواج یا قانون کے ذریعے تسلیم شدہ ہو اور یہ اس رشتے میں جڑنے والے دونوں فریق اوراس سے پیدا ہونے والے بچوں کے متعلق حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے"۔
- **مالینوسکی (Malinowski)** کے مطابق ، "شادی بچوں کی افزائش اور دیکھ بھال کا معاہدہ ہے۔"
- **ایچ ایم جانسن (H.M. Johnson)** کا کہنا ہے کہ شادی "ایک ایسا مستحکم رشتہ ہے جس میں مرد اور عورت کو سماجی حیثیت گنوائے بغیر بچے پیدا کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔"
- **لوئی (Lowie)** کے مطابق ، "شادی ایسے لوگوں کے درمیان نسبتاً ایک مستقل رشتہ ہے جن کی سماج اجازت دیتا ہے۔"
- **ہرٹن اور ہنٹ (Horton and Hunt)** کے مطابق ، "شادی ایک منظور شدہ معاشرتی طریقہ ہے جس کے تحت دو یا زیادہ افراد ایک کنبہ قائم کرتے ہیں۔"

10.3 شادی کی خصوصیات (Characteristics of Marriage)

مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں شادی کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

i. شادی ایک آفاقی ادارہ ہے :

شادی کا ادارہ ہر سماج میں پایا جاتا ہے، یعنی یہ ادارہ ابتدائی سماج سے لے کر آج کے جدید سماج تک میں بھی پایا جاتا ہے۔

ii. دو مخالف جنسوں کے مابین تعلقات:

شادی عام طور پر دو مخالف جنس یعنی مرد اور عورت کے مابین ایک اتحاد ہے۔ لیکن کچھ جدید معاشروں نے ایک ہی جنس کے دو لوگوں کے درمیان بھی شادی کی اجازت دی ہے۔

iii. شادی ایک پائے دار ادارہ ہے:

شادی شوہر اور بیوی کے مابین ایک دیرپا رشتہ ہے۔ یہ صرف جنسی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ یہ رشتہ جنسی اطمینان کے بعد بھی مرد اور عورت کے مابین قائم رہتا ہے۔ اسی وجہ سے ہندو مذہب میں یہ تصور ہے کہ شادی موت کے بعد بھی قائم رہتی ہے

۔

iv. شادی کو سماجی منظوری کی ضرورت ہوتی ہے:

مرد اور عورت کے درمیان رشتہ سماج کی منظوری سے قائم ہوتا ہے۔ جب سماج اس رشتے کو شادی کی حیثیت سے تسلیم کرلیتا ہے تو یہ رشتہ ایک قانونی معاہدہ ہوجاتا ہے۔

v. شادی کا تعلق کسی شہری اور مذہبی تقریب کے ذریعے ہوتا ہے:

شادی کو سماج میں تسلیم کیے جانے کے لیے چند رسومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس رشتے کو قائم کرتے وقت تقریباتی جشن اور بہت سے سماجی رسوم کی پیروی کی جاتی ہے۔ یعنی عام طور سے شادی عوامی اور اعلانیہ انداز میں واقع ہوتی ہے اور بعض اوقات اسے مذہب کا حصہ مانا جاتا ہے۔

vi. شادی باہمی ذمے داریوں کو پیدا کرتی ہے:

شادی شوہر اور بیوی دونوں پر کچھ حقوق اور فرائض عائد کرتی ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

10.4 شادی کے اقسام (Types of Marriage)

ہر سماج میں شادیوں کی مختلف شکلیں پائی جاتی ہیں۔ شادی کا ارتقا ایک ادارے کی حیثیت سے سماج میں آہستہ آہستہ ہوا۔ یہ مانا جاتا ہے کہ ابتدائی سماج میں شادی کی شکل صرف ایک ساتھ رہنے کے طور پر مانی جاتی تھی۔ جب کہ شادی کا ادارہ ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا چند زوجگی سے یک زوجگی تک پہنچا ہے۔ اس دوران اس میں بہت ساری شکلیں پیدا ہوتی رہیں جنہیں ہم درج ذیل میں جانیں گے۔

I. ساتھیوں کی تعداد کی بنیاد پر:

یک زوجی (Monogamy)

مونوگیمی یا یک زوجی، شادی کی ایک قسم ہے جس میں صرف ایک شریک حیات ہوتا ہے یعنی ایک شوہر اور ایک بیوی۔ شادی کی ایک شکل کے طور پر، مونوگیمی دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں پائی جاتی ہے اور یہ شادی کی سب سے مقبول شکل ہے۔

بہت سے ماہرین سماجیات اس کو شادی کی سب سے پائے دار قسم سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق اس قسم کی شادی میں بچوں کی پرورش، نگہداشت اور تربیت میں آسانی ہوتی ہے اور اس طرح کی شادی کے نتیجے میں عمر رسیدہ والدین کی دیکھ بھال بہتر انداز میں کیے جانے کے امکانات بتائے جاتے ہیں۔ ویسٹرمارک کے مطابق شادی کی یہ قسم اتنی قدیم ہے جتنی کہ انسانی سماج۔ مونوگیمی عالمی طور پر تمام افراد کو ازدواجی مواقع اور اطمینان فراہم کرتی ہے۔ یہ شوہر اور بیوی کے مابین محبت اور پیار کو فروغ دیتی ہے۔ اس سے

خاندانی امن ، یکجہتی اور خوشی میں مدد ملتی ہے۔یک زوجی شادی مستحکم اور دیرپا ہوتی ہے۔یک زوجی شادی اپنے بچوں کی سماج کاری پر زیادہ توجہ دیتی ہے۔یک زوجی میں خواتین کو بہتر سماجی مقام حاصل ہوتاہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

سیریل یک زوجی (Serial Monogamy)

بہت سے سماج میں فرد کو پہلے شریک حیات کی موت یا طلاق کے بعد شادی کرنے کی اجازت ہوتی ہے لیکن وہ ایک ساتھ اور ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ شادی نہیں کرسکتا ہے /کرسکتی۔

اسٹریٹ یک زوجی (Straight Monogamy)

اسٹریٹ یک زوجی میں افراد کی دوبارہ شادی کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔

کثرت ازدواج (Polygamy)

کثرت ازدواج شادی کی ایسی شکل ہے جس میں ایک سے زیادہ شریک حیات ہوتے ہیں ، یعنی ایک یا ایک سے زیادہ شوہر یا ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔کثیر ازدواجی کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے: کثیر زنی اور کثیر شوہری۔

کثیر زنی (Polygyny)

پولی جینی شادی کی ایک قسم ہے جس میں ایک مرد ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرتا ہے۔ پولی جینی پولی ینڈری سے زیادہ مقبول ہے لیکن یہ اتنا آفاقی نہیں جتنی یک زوجی۔پولی جینی قدیم تہذیبوں میں عام طور پر پائی جاتی تھی۔ آج بھی یہ کرو انڈین Crow Indians، بیگاس اور ہندوستان کے گونڈ جیسے قدیم قبائل میں پائی جاتی ہے۔پولی جینی کی بھی دو قسمیں ہیں:

سورورل پولجینی(Sororal Polygyny)

یہ شادی کی ایک ایسی قسم ہے جس میں بیویاں ہمیشہ بہنیں ہوتی ہیں۔اسے اکثر سوروریٹ (Sororate) کہتے ہیں۔ لاطینی لفظ سورور کا مطلب بہن ہے۔جب متعدد بہنیں بیک وقت ایک ہی آدمی کی شریک حیات ہوتی ہیں تو اسے سورویٹ کہتے ہیں۔

غیر سورورل پولجینی(Non-sororal Polygyny)

یہ شادی کی ایک ایسی قسم ہے جس میں بیویوں کا آپس میں بہن کا رشتہ نہیں ہوتا ہے۔

پولجینی کی وجوہات:

1. **زیادہ خواتین کم مرد(More Womenless Men)**

اس وقت یہ ایک قدرتی عمل بن جاتا ہے جب مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ایسی صورت

حال عورت کو کثیر زنی شادی پر عمل کرنے پر مجبور کرتی ہے یعنی اگر وہ اپنے جنسی تعلقات کو قانونی حیثیت دینا چاہتی ہے، تو اسے اس طرح کی شادی کرنی ہوتی ہے۔

2. معاشی فائدہ (Economic Advantage)

افریقی قبیلوں میں سے کچھ کے یہاں معاشی وجوہات کی بنا پر کثیر زنی پر عمل کیا جاتا ہے۔ قبیلے میں خواتین معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیتی ہیں اور مختلف طریقوں سے خاندانی آمدنی کو بڑھانے میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ ایسے قبائل میں پہلی بیوی شوہر کو اس بات کے لیے مجبور کرتی ہے کہ وہ دوسری شادی کر لے تاکہ اس کے کام کا بوجھ کم ہو سکے۔

3. خواتین سماجی حیثیت کی علامت (Women as Badges of Distinction)

کچھ قبیلوں میں مرد کی سماجی حیثیت اس کی بیویوں کی تعداد سے متعین ہوتی ہے۔ ایسے قبائل میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ زیادہ بیویاں رکھنا مرد کی سماجی حیثیت کو بڑھاتا ہے۔ یعنی جس کی جتنی زیادہ بیویاں ہوں گی اس کی اتنی زیادہ سماجی حیثیت ہو گی۔

4. پہلی بیوی کا بے اولاد ہونا (Childlessness of the First Wife)

پہلی بیوی کی طرف سے بانجھ پن بھی کثرت ازدواج کی وجہ ہے۔ بے اولاد بیوی خود شوہر کو دوسری شادی کے لیے تاکید کر سکتی ہے۔

II. کثیر شوہری (Polyandry)

پولی ینڈری شادی کی ایک ایسی قسم ہے جس میں ایک عورت کے کئی شوہر ہوتے ہیں۔ یہ پولینیشیا کے مارکسان جزیروں، افریقہ کے بہامہ اور ساموا کے قبیلوں میں پایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں تیان، توڈا، کوٹہ، خاصہ اور لداخی بوٹا کے قبائل کے درمیان اب بھی یہ رواج پایا جاتا ہے۔ پولینڈری دو طرح کی ہے۔

a۔ برادرانہ پولینڈری (Fraternal Polyandry)

جب کئی بھائی ایک ہی عورت سے شادی کرتے ہیں تو اس کو برادرانہ پولینڈری کہا جاتا ہے۔

b۔ غیر برادرانہ پولینڈری (Non-fraternal Polyandry)

شادی کی اس قسم میں شوہر آپس میں ایک دوسرے کے بھائی نہیں ہوتے ہیں۔ بیوی ہر شوہر کے ساتھ کچھ وقت گزارنے جاتی ہے۔ جب عورت اپنے ایک شوہر کے ساتھ رہتی ہے، تو اس وقت دوسروں کا اس پر کوئی دعویٰ نہیں ہوتا ہے۔ پولی ینڈری کے اپنے مضمرات ہیں۔ اس سے بچے کے حیاتیاتی والد کے تعین کا مسئلہ جنم لیتا ہے۔ ٹوڈ قبیلے میں شوہر ایک تقریب سے گزرتا ہے جسے عورت کے ساتھ کمان اور تیر کی تقریب کہا جاتا ہے اور اس طرح وہ اپنے بچے کا قانونی باپ بن جاتا ہے۔ ساموانس Samoans میں، ابتدائی چند سالوں کے بعد بچوں کو ان کے مستقل قیام کے اپنے والدین کا انتخاب کرنے کی آزادی دی جاتی

ہے۔منتخب والد بچوں کا اصل باپ بن جاتا ہے۔

پولینڈری کی وجوہات(Reasons of Polyanry)

پولینڈری کی وجوہ کے سلسلے میں کوئی متعینہ بات نہیں کی جاسکتی ہے۔لیکن خواتین کی کمی ، جائیداد کو برقرار رکھنے کی خواہش ، دلہن کی بھاری قیمت ، غربت اور مردوں کی نس بندی جیسے عوامل اور وجوہات ہیں جو کثیر شوہری کے لیے راغب کرتاہے ہیں۔

A. اجتماعی شادی (Group Marriage)

ابتدائی شادی کے نظاموں کے مطالعے میں شادی کی ایک اور شکل ہے جسے "اجتماعی شادی" کہا جاتا ہے۔ماہرین سماجی انسانیات کے ذریعے تیار کردہ تجرباتی اعداد و شمار میں شادی کی اس شکل کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔لوئی Lowie کا کہنا ہے کہ "شادی" کی جس طرح ہم روایتی تعریف کے ذریعے سمجھتے ہیں اگر اسی کی روشنی میں دیکھاجائے تو ،'اجتماعی شادی'نام کی کسی چیز کاوجود نہیں ہے"۔وہ کہتاہے کہ جسے ہم اصل میں " اجتماعی شادی " کہتے ہیں وہ دراصل جنسی کمیونزم ہے۔

ہر معاشرے میں ، تعدد ازواج ، کثرت ازدواجی اور کثیر شوہری کی روایت کے علاوہ ، ازدواجی اور غیر ازدواجی جنسی تعلقات کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ان جنسی تعلقات کو اجتماعی شادی سے تعبیر کیاجاسکتا ہے۔لوئی نے تفصیل سے ماہرین سماجی انسانیات کی ایک بڑی تعداد خاص طور پرریورس ، مورگن اور دیگر کا حوالہ دیتااور کہتاہے کہ شادی کی کوئی ایسی شکل کبھی نہیں ملی جس کو اجتماعی شادی کہاجاسکے۔وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں جنسی کمیونزم کے وجود کی تردید کرتا ہے۔اس طرح لوئی اور دوسرے ماہرین سماجی انسانیات خاص طور سے ریور، مورگن (Rivers, Morgan) کی تحقیقات کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اجتماعی شادی کو شادی کی ایک شکل سے تعبیر کرنا غلط ہے۔یہ بھی واضح الفاظ میں کہا گیا ہے کہ ہندوستانی قبائل میں اجتماعی شادی کے واقعات کبھی نہیں ہوئے اور نہ کہیں موجود ہیں۔افریقہ اور ہندوستان کے کچھ حصوں میں کثرت ازدواج کی عمومیت کے باوجود، پوری دنیا میں شادی کی عمومی شکل یک زوجی بنی ہوئی ہے۔

B. ساتھی کے انتخاب کی بنیاد پر یا ساتھی کے انتخاب کے اصولوں کی بنیاد پر:

ساتھی کے انتخاب کی بنیاد یا ساتھی کے انتخاب کے قواعد کی بنیاد پر شادی دو اقسام میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔مثلاً انڈوگیمس اور ایگزوگیمس شادیاں۔انڈوگیمی کو چار ذیلی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے جیسے ذات ، ذیلی ذات ، ورنا اور قبائلی انڈوگیمی۔اسی طرح ایگزوگیمس شادی کو چار ذیلی اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جیسے گوترا ، پروار ، سپنڈا اور گاؤں کی ایگزوگیمی۔

.I انڈوگیمی یا انڈوگیمس شادی(Endogamy or Endogamous Marriage)

درون ازدواجی شادی(Endogamy or Endogamous Marriage)

درون ازدواجی شادی سے مراد اپنے ہی گروہ میں شادی جیسے ایک شخص کی شادی اسی کی ذات ، ذیلی ذات ، اور قبیلہ میں ہی ہو۔انڈوگیمس شادی کی متعدد اقسام ہیں جیسے ، ذات پات سے تعلق رکھنے والی درون ازدواجی شادی، ورنا ذیلی ذات کی درون ازدواجی شادی،انڈوگیمی اور قبائلی انڈوگیمی۔

a. ذات سے تعلق رکھنے والی درون ازدواجی شادی(Caste Endogamy)

ذات سے تعلق رکھنے والی شادی ایک ایسی قسم کی شادی ہے جس میں شادی ایک ہی شخص کی ذات میں ہوتی ہے۔ ذات پات پر مبنی معاشرے میں انڈوگیمی کی سختی سے پیروی کی جاتی ہے۔ہر ذات کے افراد اپنی ذات کے گروہ میں ہی شادی کرتے ہیں۔

b. ذیلی ذات کی درون ازدواجی شادی(Sub-caste Endogamy)

یہ شادی کی ایک اور قسم ہے۔ذات پات پر مبنی سماج میں ہر ذات متعدد ذیلی ذاتوں میں منقسم ہوتی ہے۔ذات کی طرح ہر ذیلی ذات بھی ایک حتمی اکائی ہے۔ذیلی ذات سے تعلق رکھنے والے فرد کی شادی صرف اسی ذیلی ذات میں ہوتی ہے۔

c. ورنا انڈوگیمی(Varna Endogamy)

ورنا انڈوگیمی ایک اور قسم کی انڈوگیمس شادی ہے۔روایتی ہندوستانی سماج میں ہمیں چار اقسام یعنی برہمن ،شتریہ ، ویشیہ اور شودرا کا وجود ملتاہے۔ورنا انڈوگیمی میں ساتھی کے انتخاب کادائرہ صرف اس کی اپنی ورنا تک ہی محدود ہوتا ہے۔

d. قبائلی انڈوگیمی(Tribal Endogamy)

قبائل ایک علاقائی گروپ ہے۔قبائلی انڈوگیمی شادی کااصول ہے جس میں ساتھی کا انتخاب اپنے ہی قبائلی گروہ تک محدود ہے۔ذات کی طرح قبیلہ بھی ایک اختتامی اکائی ہے۔

.II ایگزوگیمس شادی(Exogamous Marriage)

یہ انڈوگیمی یا انڈوگیمس میرج سسٹم کے بالکل برعکس ہے۔اس سے مراد شادی کا ایک ایسا نظام ہے جس میں فرد کو اپنے ہی گروپ جیسے گوترا ، سپینڈا یا گاؤں سے باہر شادی کرنی ہوتی ہے۔ایگزوگیمی کی متعدد اقسام ہیں جیسے:

- **گوترا ایگزوگیمی (Gotra Exogamy)**

گوترا ایگزوگیمی کے مطابق ہر کسی کو اپنے گوترا سے باہر شادی کرنی ہوتی ہے۔

- **سپنڈا ایگزوگیمی (Sapinda Exogamy)**

سپنڈا کا مطلب نسب ہے۔باپ کی طرف سے پانچ نسلوں اور ماں کی طرف سے تین یا سات نسل سے تعلق رکھنے والے افراد کو سپندس کہا جاتا ہے۔ان کا خیال تھا کہ وہ ایک خاص پنڈا سے تعلق رکھتے ہیں۔لہٰذا سپنڈاایگزومی کے مطابق کسی کواپنے ہی سپنڈا میں شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ہر ایک کواپنے سپنڈا سے باہر شادی کرنی ہوتی ہے۔

- **گاؤں کی ایگزوگیمی (Village Exogamy)**

اس اصول کے مطابق کسی بھی فرد کو اپنے گاؤں کے لوگوں میں شادی کی اجازت نہیں ہوتی۔ہر سماج میں شادی سے متعلق کچھ اصول وضع کیے جاتے ہیں۔کچھ سماج رشتے داروں میں شادی پر متعدد پابندیاں عائد کرتے ہیں جب کہ کچھ دیگر معاشرے محدود رشتے داروں کے مابین شادی کی اجازت دیتے ہیں۔

لہٰذا ان معاشروں میں ترجیح کی بنیاد پر شادی کی اجازت دی جاتی ہے۔اس کے مطابق رشتے داروں کے مابین سماجی طور پر منظور شدہ شادی کو ترجیحی شادی کہا جاتا ہے۔ترجیحی شادی کی بنیاد پر اسے چار اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہےیعنی کراس کزن میرج ، متوازی کزن کی شادی ، لیوریٹ اور سوروریٹ۔

I. **کراس کزن شادی (Cross-cousin marriage)**

جب شادی کسی کی ماں کے بھائی کی بیٹی یا بیٹے کے ساتھ یا پھر باپ کی بہن کے بیٹے یا بیٹی کے ساتھ ہوتی ہے تو ہم اسے کراس کزن میرج کہتے ہیں۔ابھیمانو کا ساشیکالا کے ساتھ شادی کراس کزن شادی کی ایک مثال ہے۔اس طرح کی شادی اڑیسہ ، راجستھان ، اور مہاراشٹرا کے کچھ حصوں میں پائی جاتی ہے۔اس طرح کی شادی زیادہ دلہن کی قیمت کی ادائگی سے بچنے اور کسی کی خاندانی جائداد کو برقرار رکھنے کے لیے ہوتی ہے۔

II. **متوازی کزن شادی (Parallel Cousin Marriage)**

جب دو بہنوں یا دو بھائیوں کے بچوں کے مابین شادی ہوتی ہے تو اسے متوازی کزن کی شادی کہا جاتا ہے۔اس قسم کی شادی زیادہ تر مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔

III. **لیوریٹ(Levirate)**

یہ دوسری صورت میں 'دیور ویواہ' کے نام سے جانا جاتا ہے۔جب عورت اپنے شوہر کی موت کے بعد اپنے شوہر کے بھائی سے شادی کرتی ہے تو اسے لیوریٹ کہا جاتا ہے۔اس طرح کی شادی کچھ قبیلوں کے مابین پائی جاتی ہے جیسے گوند ، منڈا یا سانتل اوران اور ٹوڈا وغیرہ۔

IV. سورویٹ (Sororate)

یہ دوسری صورت میں " سالی ویواہ " کے نام سے جانا جاتا ہے۔جب کوئی شخص اپنی بیوی کی بہن سے اپنی بیوی کی وفات کے بعد شادی کرتا ہے تو اسے سورویٹ شادی کہتے ہیں۔ اس طرح کی شادی کھاریا اور گوند جیسے کچھ قبیلوں میں پائی جاتی ہے۔

انولومااور پراتیلوما (Anuloma or Pratiloma)

ماہرین سماجیات نے شادی کو انولوما (Hypergamy)اور پراتیلوما(Hypogamy) میں تقسیم کیا ہے۔

I. انولوما شادی(Anuloma Marriage)

انولوما شادی کا ایک اصول ہے جس کے مطابق ایک خاص ذات سے تعلق رکھنے والا مرد اپنے سے نچلی ذات کی عورت سے شادی کر سکتا ہے۔یعنی برہمن مرد شتریہ ، ویشیہ یا شودرا عورت سے شادی کر سکتا ہے۔ایک شتریہ آدمی شتریہ ، ویشیہ یا شودرا عورت سے شادی کر سکتا ہے۔ اسی طرح شتریہ مرد اپنے سے نیچی ذات یعنی ویشیہ اور شودر عورتوں سے شادی کر سکتا ہے۔ویشیہ مرد شودرا عورت سے شادی کر سکتا ہے۔

II. پراتیلوما(Pratiloma)

'پراتیلوما' شادی انولوما کی بالکل ایک متضاد شکل ہے ، اور اسے ہندوؤں کے یہاں قبول نہیں کیا جاتا ہے۔جب کوئی چھوٹی ذات کا لڑکا بڑی ذات کی لڑکی سے شادی کرتا ہے تو اسے پراتیلوما شادی کہتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شودرامرد ویشیہ ، شتریہ یا برہمن عورت سے شادی کرے،یاویشیہ ذات سے تعلق رکھنے والا لڑکا کسی شتریہ یا برہمن عورت سے شادی کرے ، یاپھر شتریا مرد برہمن عورت سے شادی کرے۔پراتیلوما اس وقت بھی ہوتا ہے جب ایک برہمن عورت شتریہ ، ویشیہ یا شودرا مرد سے شادی کرتی ہے،یاایک شتریہ عورت ویشیہ یا شودرا مرد سے شادی کرتی ہے ، اور ویشیہ عورت شودرا سے شادی کرتی ہے۔غرض یہ کہ اس میں عورت کا تعلق کسی ایسی ذات سے ہو جو سماجی درجہ بندی میں لڑکے سے اعلا اور بڑی تصور کی جاتی ہے۔شادی کی یہ قسم ہندو مذہب میں ممنوع ہے۔

10.5 شادی کی افعال(Functions of Marriage)

شادی کے چند اہم افعال درج ذیل ہیں:

1۔ جنسی خواہشات انسان کی ایک بنیادی جبلت ہے۔شادی کا سب سے اہم کام اس خواہش کی تسکین کو منضبط کرنا ہے۔اگر انسان

کی اس خواہش کی تکمیل کو ضابطے میں نہ رکھا جائے تو سماج میں جنسی بے راہ روی پیدا ہو گی اور سماجی نظام میں فساد برپا ہونے کے خطرات بڑھ جائیں گے۔

2۔ شادی دو بالغوں کے مابین جنسی تعلقات کو قانونی حیثیت دیتا ہے۔ اس کے ذریعے سماج کچھ ایسے قانونی حقوق کو تسلیم کرتا ہے جو شادی شدہ افراد کو دیے جاتے ہیں۔

3۔ شادی افراد کے مابین جنسی تعلقات کو سماج میں تسلیم شدہ بناتی ہے۔ یہ قبولیت مذہبی اور سماجی دونوں طرح کی ہے۔ مذہبی اور سماجی تقریب کے ذریعے اسے قبولیت ملتی ہے۔

4۔ شادی تمام قانونی حقوق اور ذمے داریوں کے ساتھ خاندان کے قیام کے لیے ضروری ہے۔ خاندان شادی کے بغیر بھی قائم کیا جاسکتا ہے ، لیکن اس میں خاندان کے افراد کو قانونی تحفظات نہیں ملتے ہیں۔

5۔ شادی قانون کے ذریعے تسلیم شدہ طریقوں سے بچوں کی پیدائش اور پرورش کے لیے ضروری ہے۔

6۔ شادی سے فرد کی زندگی کو توازن ملتا ہے۔ اس کے نتیجے میں شادی شدہ افراد کے جذباتی، نفسیاتی، معاشی اور دیگر مسائل مشترک ہو جاتے ہیں، اور دونوں اس کے حل میں کوشاں رہتے ہیں۔

10.6 شادی کے ادارے میں تبدیلیاں (Changes in Marriage Institution)

ہندوستانی سماج میں شادیوں کے بدلتے رجحانات میں بہت سے عوامل کار فرما ہیں۔ اس میں جدیدیت اور شہری کاری یکساں طور پر اہم کردار ادا کرتی رہی ہے۔ تیز رفتار اقتصادی ترقی اور اس کے ساتھ ہونے والے بڑے پیمانے پر شہر کاری نے جہاں مختلف سماجی اداروں کو متاثر کیا ہے وہیں شادی جیسے ادارے پر بھی اپنے اثرات مرتب کئے ہیں۔

وقت کے ساتھ، شادی کے طریقوں میں زبردست تبدیلیاں آئیں، اور یہ تبدیلیاں در حقیقت وسیع تر سماجی، ثقافتی اور قانونی تبدیلیوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ زیادہ تر شادیوں کو پہلے خاندانی اتحاد یا معاشی انتظامات کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ اس کے برعکس، عصری طرز عمل انفرادی انتخاب اور ذاتی تکمیل کی اہمیت سے اس ادارے کی شکل، فعل و اقسام پر نمایاں تبدیلی ہوئی ہے۔

یہ تبدیلیاں اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ثقافتی روایات کبھی جامد نہیں ہوتیں اور یہ کہ جدید اقدار پرانے رسم و رواج کے ساتھ مل سکتی ہیں۔ ارتقاء کا یہ طریقہ صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ سماجی ترقی کس طرح ذاتی تعلقات اور ازدواجی ڈھانچے کو متاثر کرتی ہے۔ شادی سے متعلق رسم و رواج اور فعل و اقسام میں تبدیلی جدید سماجی اقدار اور ثقافتی اصولوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ قدیم سماج میں جس طرح شادیاں خاندانوں یا معاشی انتظامات کے درمیان اسٹریٹجک اتحاد ہوا کرتی تھیں، بالکل اسی طرح عصری نظریات ذاتی پسند اور رومانوی محبت پر زور دیتے ہیں۔ اس تمام تبدیلی میں ایک حقیقت ہے وہ یہ کہ بدلتے ہوئے معاشرتی رویے ذاتی تعلقات اور ازدواجی ڈھانچے کو متاثر کرتے ہیں۔

زیادہ تر روایتی معاشروں میں شادی کے زیادہ تر طریقوں کا مقصد بنیادی طور پر معاشی اتحاد قائم کرنا یا دولت کو مستحکم کرنا تھا۔ شادی سے متعلق لوگوں کے طرز عمل اکثر خاندانی مفادات یا سماجی توقعات کے ذریعے منضبط ہوتے تھے جو کہ ذاتی ترجیح پر مبنی نہ ہوں۔ شادی کو سماجی اور معاشی حیثیت کو محفوظ بنانے کے لیے سمجھا جاتا تھا، جس میں انفرادی خواہشات یا رومانوی مزاج پر بہت کم غور کیا جاتا تھا۔

آج کے زمانے میں لوگوں کے درمیان شادی کے حوالے سے لوگوں کی پسند اور محبت کے مسائل کو سب سے زیادہ ترجیح حاصل ہے۔ لہذا، یہ مانا جاتا ہے کہ شادی کے ادارے کی بنیادی خصوصیات جو آج کے سیٹ اپ میں افراد ہیں اس میں ضروری طور پر محبت، جذباتی اطمینان، اور ایک دوسرے کے لیے اور احترام جیسی چیزیں شامل ہوں گی۔ ازدواجی اقدار میں یہ تبدیلی معاشرے میں ہونے والی بعض بنیادی تبدیلیوں کی طرف کرتی ہیں جس میں صنفی مساوات، ذاتی آزادی، اور انفرادی رشتوں میں خوشی کی تلاش سے متعلق مسائل پر توجہ مرکوز کرنا شامل ہے۔

اس کے علاوہ شادی کے ادارے میں قانونی اور دوسری سماجی تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں۔ جیسے کہ جدید شادی کے لیے پیش کی جانے والی قانونی تبدیلیوں میں ہم جنس شادی، طلاق کے قانون میں تبدیلیاں، اور متنوع خاندانی ڈھانچے شامل ہیں جن کی طرف موجودہ معاشرہ بہت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ شادی کے بارے میں سماجی رویے ہر روز بدل رہے ہیں۔

شادی کے طریقوں پر گلوبلائزیشن یعنی عالم گیری کے گہری اثرات پڑے ہیں۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں شادی کے طریقوں کے دھندلے پن کو فروغ ملا ہے۔ اس عمل نے نئے طریقوں کو متعارف کرایا، جبکہ ایک ہی وقت میں روایتی طریقوں کو متاثر کیا ہے، جس سے شادی کے طریقوں کے پورے منظر نامے کو زیادہ مربوط اور کثیر الجہتی بنایا گیا ہے۔ جیسے جیسے ثقافتیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں، اسی طرح شادی کے رسوم بھی بدلتے رہتے ہیں۔

10.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

ہم جانتے ہیں کہ شادی ایک اہم ادارہ ہے جو بچوں کی تولید اور بازیافت کو قانونی حیثیت دیتا ہے۔ معاشرے کی نوعیت کچھ بھی ہو، اس میں جنسی ضروریات کو قانونی حیثیت فراہم کرنے کے لیے ایک ہی فطری طریقہ موجود ہے۔ تاہم، شادی کا ادارہ جو افعال انجام دیتا ہے اس کی مختلف معاشروں میں مختلف ترجیحات ہوتی ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ:

- شادی ایک عالمگیر ادارہ کیسے ہے؟ نوٹ لکھیے۔
- پولیجینی(**polygyny**) کی وجوہات پر ایک مختصر نوٹ لکھیے؟

- شادی کی یکجہتی (monogamous) شکل پر تبادلہ خیال کیجیے؟
- شادی ایک آفاقی سماجی ادارہ ہے۔اس پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
- اجتماعی شادی سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ بیان کیجیے۔

10.8 فرہنگ (Glossary)

- **شادی(Marriage):** شادی، دو یا اس سے زائد افراد کے درمیان ایک قانونی اور معاشرتی طور پر منظور شدہ ایک جنسی تعلق ہے جو عام طور پر ایک مرد اور عورت کے مابین پایا جاتا ہے۔
- **درون ازدواجی شادی(Endogamous marriage):** جب کوئی شخص اپنی بنیادی گروہی اکائی کے ممبران سے شادی کرتا ہے تو اسے درون ازدواجی شامل کہتے ہیں۔
- **ایگزوگیمس شادی (Exogamous Marriage):** جب کوئی شخص اپنی بنیادی گروہی اکائی کے باہر شادی کرتا ہے تو اسے ایگزوگیمس شادی کہتے ہیں۔
- **بین ذات شادی(Inter-caste Marriage) :** جب مختلف ذات سے تعلق رکھنے والے دو افراد کے مابین شادی ہوتی ہے تو اس کو انٹر کاسٹ شادی کہا جاتا ہے۔

10.9 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

1۔ شادی کی ہندی اصطلاح ________ ہے؟

(a) ویوہا

(b) ویواہ

(c) کنیادان

(d) لگن

2۔ مندرجہ ذیل افراد میں سے کس نے کہا کہ "شادی جائز شریکوں کے مابین نسبتاً مستقل رشتہ ہے؟"

(a)لوئی

(b) ہارٹن اور ہنٹ

(c) مالینوسکی

(d) جانسن

3۔ کون بچوں کی پیداوار اور دیکھ بھال کے معاہدے کے طور پر شادی کی وضاحت کرتا ہے؟

(a)لوئی

(b) ہارٹن اور ہنٹ

(c) مالینوسکی

(d) جانسن

4۔ ساتھیوں کی تعداد کی بنیاد پر شادی کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(a) یک زوجی اور کثرت ازدواجی

(b) پولی اینڈری

(c) انڈوگیمس اور ایگزوگیمس

(d)مشترکہ

5۔ ___________ یک زوجی میں افراد کی دوبارہ شادی کی اجازت نہیں ہے؟

(a) اسٹریٹ یک زوجی

(b) سیریل مونوگیمی

(c) متوازی مونوگیمی

(d)سورورل مونوگیمی

6۔ لاطینی لفظ 'سورور' کا مطلب ہے۔

(a) بہن

(b)بھائی

(c) انکل

(d)باپ

7۔ مندرجہ ذیل میں سے کون کون سے کثرت تعدی کی وجہ نہیں ہے؟

(a)بے اولاد

(b)زیادہ عورتیں مرد کم ہیں

(c) معاشی فائدہ

(d) دلہن کی بھاری قیمت

8۔ ایک خاص ذات سے تعلق رکھنے والا مرد نچلی ذات کی عورت سے شادی کرسکتا ہے؟

(a)ہائپر گیمی

(b) سورورٹ

(c) ہائپو گیمی

(d)لیویریٹ

9۔ 'دیور ویواہ' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے؟

(a)ہائپر گیمی

(b) سورورٹ

(c) ہائپو گیمی

(d)لیویریٹ

10۔ 'سالی ویواہ' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے؟

(a) ہائپر گیمی

(b) سورورٹ

(c) ہائپو گیمی

(d)لیویریٹ

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1۔ شادی کے معنی اور تعریف پر تبادلہ خیال کیجیے۔

2۔ شادی کی مختلف خصوصیات پر تبادلہ خیال کیجیے۔

3۔ یکساں شادی پر مختصر نوٹ لکھیے۔

4۔ شادی کے اقسام بیان کیجیے۔

5۔ انولوما اور پر اتیلوما شادی سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ واضح کیجیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ ہندوستان کے مختلف مذاہب کے ذریعے کی جانے والی شادی کی رسومات کی تفصیل بیان کیجیے۔

2۔ شادیوں کی مختلف اقسام کی وضاحت کیجیے۔

3۔ اس بارے میں گفتگو کریں کہ "خاندان کی تشکیل کے لیے شادی کس طرح ایک اہم ادارہ ہے۔"

اکائی 11۔ قرابت داری کی اقسام

(Kinship Types)

اکائی کے اجزا

11.0 تمہید

11.1 مقاصد

11.2 قرابت داری کا تعارف

11.3 ماہرین سماجیات کے نظریات

11.4 قرابت داری کے اقسام

11.5 قرابت داری کی اصطلاحات

11.6 قرابت داری کی اہمیت

11.7 قرابت داری پر ٹیکنالوجی کے اثرات

11.8 قرابت داری کی خصوصیات

11.9 اکتسابی نتائج

11.10 فرہنگ

11.11 نمونہ امتحانی سوالات

11.0 تمہید (Introduction)

سماجیات میں قرابت داری (Kinship) کی کافی اہمیت ہے۔ ہندوستانی سماج میں جہاں مختلف بنیادوں پر مختلف طرح کے خاندان پائے جاتے ہیں، وہیں مختلف بنیادوں پر الگ الگ قسم کی قرابت داریاں بھی پائی جاتی ہیں۔ قرابت داری کی تعریف، نوعیت، خصوصیات اور اس کے اقسام کے حوالے سے ماہرین سماجیات نے اپنی تحقیقات کی بنیاد پر الگ الگ تصورات پیش کیے ہیں۔

سماج اور خاندان رشتوں پر مبنی ہوتا ہے۔ ہندوستان میں سماجی رشتوں کی نوعیت دنیا کے دیگر ملکوں کے رشتوں سے مختلف ہے۔ چونکہ یہ ملک مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا گہوارہ ہے اور یہاں کے سماج میں ذات پات جیسی رسم صدیوں سے چلی آرہی ہے جس کے اثرات انسانی زندگی کے تمام ہی پہلوؤں پر ہیں۔ سماجی رشتے پر بھی اس کے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ماہرین سماجیات کے نظریے کو سمجھے بغیر قرابت داری کی باریکیوں اور پیچیدگیوں کو سمجھنا مشکل ہے۔ سماجیات کے طالب علم کے لیے ان نظریات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس اکائی میں ہم سماجیات میں قرابت داری کی تعریف، اس کی خصوصیات و اہمیت اور اس کی مختلف اصطلاحات کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

11.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مقصد قرابت داری کو سمجھنا اور اس پر تفصیلی بحث کرنا ہے۔ اس اکائی میں مندرجہ ذیل باتوں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

- قرابت داری کے متعلق ماہرین سماجیات کے نظریات
- قرابت داری کی مختلف اصطلاحات اور اس کی مختلف بنیادیں
- قرابت داری کے مختلف اقسام
- قرابت داری کی خصوصیات
- قرابت داری کی اہمیت
- قرابت داری پر ٹیکنالوجی کے اثرات

11.2 قرابت داری کا تعارف (Introduction to Kinship)

سوشیالوجی کی آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق قرابت داری افراد اور گروہ کے درمیان تعلقات قائم ہونے کا نام ہے چاہے وہ میاں بیوی کے رشتے کی شکل میں ہو یا حیاتیاتی بنیاد پر والدین اور بچوں کے بیچ کا رشتہ ہو یا بھائی بہن کے درمیان کا رشتہ۔

عام طور پر سماج میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ رشتے شادی کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں یا خونی تعلقات کی بنا پر۔ انہیں دو وجوہات کی بنیاد پر

لوگ ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ شادی کی بنیاد پر جو رشتہ قائم ہوتا ہے اس میں دو خاندان آپس میں ملتے ہیں اور یہ رشتہ تب تک قائم رہتا ہے جب تک میاں بیوی کے درمیان تعلق بنا رہتا ہے۔ شادی کے بعد قائم رشتہ کافی مضبوط ہوتا ہے اور اس میں جو رشتہ قائم ہوتا ہے اسے سماج میں مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے مثلاً سالا۔ سالی کا رشتہ، ساس۔ خسر کا رشتہ وغیرہ اس طرح کے مختلف رشتے شادی کے بعد ہی قائم ہوتے ہیں جو سماج سے منظور شدہ ہوتے ہیں۔

شادی کے بعد ہونے والے بچے آپس میں خونی قرابت دار ہوتے ہیں جو بھائی۔ بہن کے نام سے جانے جاتے ہے اور یہ رشتہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔ بہن شادی کے بعد دنیا کے کسی بھی کونے میں چلی جائے مگر اس کا خونی رشتہ ہمیشہ قائم رہتا ہے چاہے آپسی ملاقاتیں نہ کے برابر کیوں نہ ہو۔ اسی طرح بھائی۔ بھائی کے درمیان بہن۔ بہن کے درمیان کا رشتہ، چچا۔ بھتیجے کا رشتہ، چچا۔ بھتیجی کا رشتہ وغیرہ خونی رشتہ ہوتا ہے۔

قرابت داری سماج کے بنیادی معاشرتی اداروں میں سے ایک ادارہ ہے جو دنیا کے ہر قسم کے سماج میں پایا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ایک آفاقی سماجی ادارہ ہے جو معاشرہ میں افرادی اور گروہی یکجہتی کو بنائے رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں قرابت داری ایک ثقافت کے لوگوں کے مابین معاشرتی طور پر تسلیم شدہ تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک طرح کے ثقافت کے لوگوں کے درمیان آپسی تعلقات ہوتے ہیں اور وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ ایک ہی تھے اور ہم ان کی الگ الگ شاخیں ہیں اور ہماری ثقافت ایک ہے۔ اگر ہمارے آباواجداد ایک نہ ہوتے تو ہماری ثقافت ایک نہ ہوتی۔ ہم مختلف ہوتے، ایک ثقافت ہونے کی بنیاد پر بھی لوگوں میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اور آپسی ہم احساس (We Feeling) برقرار رہتا ہے۔

انسان کی خصوصیت ہے کہ وہ سماج میں اکیلے نہیں رہ سکتا۔ وہ پیدائش سے لے کر موت تک بہت سارے لوگوں سے گھرا ہوتا ہے۔ ان کے آپس میں تعلقات اور رشتے ہوتے ہیں جیسے پڑوسی۔ دوست اور دیگر رشتے دار وغیرہ ان رشتوں میں کچھ رشتے بہت ہی مضبوط ہوتے ہیں اور کچھ نہایت ہی کمزور ہوتے ہیں اور کچھ نہ ختم ہونے والے رشتے ہوتے ہیں۔ بھائی بہن کا رشتہ۔ بہن۔ بہن کا رشتہ، بھائی۔ بھائی کا رشتہ وغیرہ نہ ختم ہونے والا رشتہ ہوتا ہے۔ شادی کے بعد قائم ہونے والا رشتہ مضبوط رشتہ کہلاتا ہے یہ رشتہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک میاں بیوی کے درمیان کسی وجہ سے طلاق نہ ہو جائے۔ کمزور رشتہ وہ رشتہ ہوتا ہے جو تعلیمی زمانے، نوکری کے زمانے یا اور کسی وجہ سے قائم ہوتا ہے۔ جب آدمی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے تو یہ رشتہ اپنے آپ کمزور ہو جاتا ہے اور بعض وقت ختم بھی ہو جاتا ہے۔

11.3 ماہرین سماجیات کے خیالات (Views of Sociologists)

قرابت داری کے حوالے سے بہت سے ماہرین انسانیات اور سماجیات نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس ضمن میں ہم کچھ مفکرین کے خیالات کو یہاں پیش کریں گے۔

مرڈوک (Murdock) کا کہنا ہے کہ انسانی سماج میں ہر انسان دو طرح کے انفرادی خاندان (Nuclear Family) سے وابسطہ ہوتا

ہے۔ پہلا وہ خاندان ہے جہاں انسان پیدا ہوا ہے جہاں اس کا رشتہ ماں۔ باپ اور بھائی۔ بہن کی شکل میں ہوتا ہے دوسرا وہ خاندان ہے جو شادی کے بعد قائم ہوتا ہے۔ جس میں میاں۔ بیوی اور بچوں کے درمیان کا رشتہ ہوتا ہے۔

ڈنکن مچل (Duncen Mitchell) کے مطابق قرابت داری وہ سماجی تعلقات ہیں جو خونی رشتے سے جڑا ہوتا ہے۔

بھوشن اور سچدیوا (Bhushan and Sachdeva) کے مطابق جب لوگ خون اور شادی کے بندھن کے ذریعے آپس میں گروہ کی شکل میں جڑے اور بندھے ہوئے ہوتے ہیں، تو یہ رشتے داری کہلاتی ہے۔

انتھنی گڈنس (Anthony Giddens) کا کہنا ہے کہ شادی، خاندان اور شتہ داری کی سماجیات اور انسانیات میں خاص اہمیت ہے اور یہ تینوں اصطلاحات ایک دوسرے سے کافی حد تک بہت قریب ہیں۔ قرابت داری یا تو خلقی یعنی پیدائشی بندھن ہوتا ہے یا شادی ہونے کے بعد قائم ہوتا ہے۔ خاندان رشتوں کا ایک گروہ ہوتا ہے جہاں بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری خاندان کے افراد پر ہوتی ہے، جبکہ شادی دو فرد کے بیچ کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ ایک ساتھ رہتے ہیں اور جنسی تعلقات قائم کرنے کا حق رکھتے ہیں جو سماج سے منظور شدہ ہوتا ہے۔

11.4 قرابت داری کے اقسام (Types of Kinship)

قریب اور دوری کی بنیاد پر تین طرح کی قرابت داری ہوتی ہے۔

1۔ ابتدائی قرابت داری (Primary Kin)

2۔ ثانوی قرابت دار (Secondary Kin)

3۔ ثالثی قرابت داری (Tertiary Kin)

ابتدائی قرابت داری (Primary Kin): یہ ایسی قرابت داری ہے جس میں افراد ایک دوسرے کے کافی قریب ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر دوبے کے مطابق یہ رشتے آٹھ طرح کے ہوتے ہیں۔

i. میاں۔ بیوی کے درمیان کا رشتہ

ii. باپ۔ بیٹے کے درمیان کا رشتہ

iii. ماں۔ بیٹی کے درمیان کا رشتہ

iv. باپ۔ بیٹی کے درمیان کا رشتہ

v. ماں۔ بیٹے کے درمیان کا رشتہ

vi. چھوٹے اور بڑے بھائی کے درمیان کا رشتہ

vii. چھوٹی اور بڑی بہن کے درمیان کا رشتہ

viii. بھائی اور بہن کے درمیان کا رشتہ

ثانوی قرابت داری (Secondary Kin): یہ ایسی قرابت داری ہے جس میں قرابت دار بنیادی قرابت دار کا بنیادی قرابت دار

ہوتا ہے، مثلاً باپ کے بھائی جسے ہم چچا کہتے ہیں۔ بہن کا شوہر جسے ہم بہنوئی کہتے ہیں وغیرہ ثانوی قرابت دار کہلاتے ہیں۔ ثانوی قرابت داروں کی تعداد 33 ہوتی ہے۔

ثالثی قرابت داری (Tertiary Kin): ہمارے ثانوی قرابت داروں کے ابتدائی قرابت دار ثالثی قرابت دار ہوتے ہیں۔ مثلاً سالے کی بیوی۔ سالہ ثانوی قرابت دار ہوتا ہے اور اس کی بیوی سالے کے لیے ابتدائی قرابت دار ہے۔ سالی کا شوہر، سالی ثانوی قرابت دار ہے اور اس کا شوہر اس کے لیے بنیادی قرابت دار ہیں۔ یہ قرابت دار تعداد میں 151 ہوتے ہیں۔

ثالثی قرابت دار کا بنیادی قرابت دار دور کا قرابت دار (Distant Kin) کہلاتا ہے۔ مثلاً سالے کی بیوی کا بھائی اور باپ وغیرہ۔

مرڈوک (Murdock) کے مطابق انسانی سماج میں 33 ثانوی قرابت دار اور 151 ثالثی قرابت دار ہوتے ہیں۔

بنیادی طور پر قرابت داری کے اقسام

ازدواجی قرابت داری (Affinal Kinship)

شادی کے ذریعے جو رشتے وجود میں آتے ہیں وہ ازدواجی قرابت دار کہلاتے ہیں۔ اس رشتے میں صرف اور صرف میاں بیوی کے درمیان رشتہ قائم نہیں ہوتا، بلکہ اس رشتے کے ذریعے لڑکی اور لڑکے کے خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ بھی رشتے وجود میں آتے ہیں مثلاً شادی کے بعد لڑکا کسی کا سالا کہلاتا ہے تو کسی کا داماد، کسی کا جیجا کہلاتا ہے تو کسی کا پھوپھا غیرہ۔ اسی طرح لڑکی جب لڑکے کے گھر آتی ہے تو وہ اس گھر میں بہو کہلاتی ہے، کسی کی بھابھی، کسی کی چاچی، کسی کی دیورانی، کسی کی مامی وغیرہ کہلاتی ہے۔ شادی کے بعد دو خاندانوں کے بیچ بے شمار رشتے وجود میں آتے ہیں اور یہ سارے رشتے ثانوی یا ثالثی ہوتے ہیں۔

خونی قرابت داری (Consanguneous Kinship)

خونی رشتے دار سلسلہ نسب کے اصولوں سے عبارت ہے۔ اس میں افراد ایک دوسرے سے خون کی بنیاد پر جڑے ہوتے ہیں مثلاً بھائی۔ بہن کا رشتہ خونی ہوتا ہے اور بہت پائیدار ہوتا ہے۔ جو رشتے خونی رشتے میں شمار ہوے ہیں وہ یہ ہیں: بیٹا۔ بیٹی، بھائی۔ بہن، چچا۔ تاؤ، بھتیجا۔ بھتیجی وغیرہ۔ یہ سب رشتے خونی رشتے دار کہلاتے ہیں۔

11.5 قرابت داری کے اصطلاحات (Kinship Termninologies)

پدر سری (Paternal): اس میں رشتے داری کو باپ دادا کے خاندان یا سلسلہ نسب سے منسوب کیا جاتا ہے۔

میٹرنل یا مدر سری یا مدر نسبتی (Maternal or Matrilateral): یہ ایسی قرابت داری ہے جس میں رشتہ ماں کے خاندان یا ماں کے سلسلہ نسب سے منسوب ہوتا ہے۔

ہم نسب (Cognate): اس قسم کی قرابت داری میں لوگ ایک ہی آباواجداد کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور وہ سب اپنے آپ کو ایک ہی خاندان کی شاخیں مانتے ہیں۔

ایک جدی (Agnate): اس رشتے داری میں سبھی لوگوں کے آباواجداد مرد ہوتے ہیں، اور سارے لوگ اپنی قرابت داری مرد فرد کی

طرف منسوب کرتے ہیں۔

یوٹیرائن(Uterine): ایسی قرابت داری میں قرابت دار خاص طور پر اپنے آپ کو عورت کے آباواجداد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

بھائی بہن(Sibling): ایک ہی ماں باپ کے بچے مثلاً بھائی۔ بہن، ایسا رشتہ خونی ہوتا ہے۔

سلوک(Behaviour) کی بنیاد پر قرابت داری کی اصطلاحات

رشتہ اجتناب(Avoidance)

ہر سماج میں کسی نہ کسی شکل میں اس طرح کی قرابت داری دیکھنے کو ملتی ہے۔ ایسی قرابت داری میں دو قرابت دار ایک دوسرے سے قریب ہو کر بھی دور ہوتے ہیں، دوسرے لفظوں میں ایک دوسرے سے دوری بنا کر رکھتے ہیں یہاں تک کہ ایک دوسرے کا چہرہ بھی نہیں دیکھتے مثلاً بہو(بیٹے کی بیوی) کا چہرہ خسر نہیں دیکھتا، اسی طرح بڑا بھائی چھوٹے بھائی کی بیوی سے پردہ کرتا ہے۔ اس طرح کی قرابت داری کا رواج خاص طور سے ہندوستان کے دیہی علاقوں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

اگر دیہی علاقوں کے خاندان کے ڈھانچے پر غور کیا جائے تو دیہی علاقوں میں مردوں اور عورتوں کے رہنے کے کمرے الگ الگ ہوتے ہیں۔ عورتوں کے کمروں میں مرد کو آسانی سے آنے جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ جب کوئی مرد عورتوں کی رہائش کے مقام پر جاتا ہے تو اس وقت وہ کھانستا ہے یا کسی کا نام لے کر آواز لگاتا ہے اس وقت موجود خواتین خصوصاً بہو چھوٹے بھائی کی بیوی وغیرہ پردہ یا گھونگھٹ کر لیتی ہیں۔ اس طرح کا چلن ہندوستانی سماج میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

زنان خانہ (عورتوں کی رہائش گاہ) اور بیٹھک (مردوں کی رہائش گاہ) کا نظام دیہی علاقوں میں عام ہوا کرتا تھا۔ موجودہ دور میں یہ کمزور ہو گیا ہے۔ ہجرت اور اعلیٰ تعلیم کے سبب لوگوں میں کافی سماجی بیداری آئی ہے۔ اب زنان خانہ کا نظام کچھ ہی پرانے خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ بیٹھک کا نظام بھی کافی کم ہو گیا ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے سبب لوگوں کے پاس رہائشی زمین کم ہوئی ہے، جس کی وجہ سے زنان خانہ اور بیٹھک کا نظام بھی رفتہ رفتہ کم ہوتا چلا گیا۔ بہو کے لیے جو اپنے خسر سے گھونگھٹ کرتی تھی اب ایک گھر میں ایک چھت کے نیچے رہنے کی وجہ سے پردہ یا گھونگھٹ کرنا مشکل ہو گیا۔ خاندان کا سائز دن بہ دن چھوٹا ہوتا جارہا ہے، لوگ انفرادی خاندان کو ترجیح دینے لگے، ملازم پیشہ خاندان میں اگر بیٹا نوکری کرتا ہے تو گھر میں خسر کی دیکھ بھال کرنا بہو پر لازم ہو جاتا ہے۔ چھوٹے خاندان میں کام کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے خسر کی دیکھ بھال بہو کی مجبوری ہو جاتی ہے۔ اور گھونگھٹ یا پردہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ چلن دن بہ دن ختم ہوتا جارہا ہے۔ بعض تعلیم یافتہ خاندانوں میں بیٹا، بہو، خسر اور گھر کے دیگر افراد کو ایک ساتھ کھانا کھاتے دیکھا جاسکتا ہے۔

رشتہ مذاق(Jocking Relationship)

ایسی قرابت داری میں افراد کو ایک دوسرے سے مذاق کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ مثلاً بھابھی۔ دیور کا رشتہ، جیجا(بہنوئی)۔ سالی وغیرہ کے درمیان کا رشتہ۔ ایسی قرابت داری میں ایک دوسرے سے مذاق کرنا سماج میں معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اس طرح کے رشتے دونوں خاندانوں کے درمیان رشتہ داری کو مضبوط اور پائیدار بناتے ہیں۔ ہندوستانی سماج میں اس طرح کے رشتے دیکھنے کو ملتے ہیں۔

موجودہ دور میں رشتہ اجتناب کی طرح رشتہ مذاق میں بھی کافی تبدیلی آئی ہے۔ اس کے کئی وجوہ ہیں۔ ان وجوہات میں مشترکہ خاندان کا رول ہے۔ لوگ مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے کے بجائے، انفرادی خاندان کو ترجیح دے رہے ہیں۔ انفرادیت کی وجہ سے لوگوں پر نوکری اور کاروبار کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے۔ کام کاج پر زیادہ وقت دینا پڑتا ہے۔ جس کے سبب لوگوں کا آپسی میل ملاپ بہت کم ہوتا جارہا ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام میں لوگوں کا بہت کثرت سے ملنا جلنا ہوتا تھا۔ انفرادی خاندانی نظام نے میل جول کو بہت ہی کم کر دیا۔ لہٰذا وہ ہنسی مزاق جو دیور اور بھابھی کے درمیان دیکھنے کو ملتا تھا اب کافی کم ہو گیا ہے۔ کسی خاص موقع یا کسی خاص کام کی بنا پر ملاقات ہوتی ہے تو وہ ضروری گفتگو سے شروع ہوتی ہے اور ضروری گفتگو پر ختم ہو جاتی ہے۔ مزاحیہ جملے بولنے اور ہنسی مزاق کے مواقع بہت کم ہو گئے۔ اسی طرح جیجا۔ سالی کے درمیان کا رشتہ بھی کافی کمزور ہوا ہے۔ لوگوں کو وقت کی قلّت ہونے کی وجہ سے سسرال جانا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ جدیدیت کے اس دور میں شادیاں بھی دور، دور ہونے لگی ہیں۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کم ہنسی مذاق ہونے کا۔ لہٰذا مزاحیہ رشتہ قدیم سماج کے مقابلہ کافی کمزور ہو گیا ہے۔ جدید دور میں مزاحیہ الفاظ اور جملے صرف موبائل گفتگو اور سوسل نیٹ ورکنگ سائٹ تک ہی محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔

ٹیکنونیمی(Teknonymy)

اس طرح کی قرابت داری میں عورت اپنے شوہر کو اس کے نام سے نہیں بلاتی بلکہ کسی دوسرے رشتے دار کا نام کا استعمال کرتی ہے۔ مثلاً سونو کے ابّا، گڈو کے پاپا وغیرہ۔ اس طرح کا رواج بھی ہندوستان کے مختلف مقامات میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اور اس کا رواج زمانہ قدیم سے ہے۔

ہندوستانی سماج میں عورتوں کے لیے اپنے شوہر کا نام لے کر پکارنا بُرا مانا جاتا ہے۔ اسے سماج کے ادب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کا نام لے کر اسے بُلا دیا تو وہ عورت سماج کی نظر میں غیر تہذیب یافتہ سمجھی جائے گی۔ بعض علاقوں میں یہ بھی مانا جاتا ہے کہ اگر عورت نے اپنے شوہر کا نام لے کر بُلا دیا تو اس کی شادی ٹوٹ جائے گی۔ اس طرح کا چلن ہندو اور مسلم دونوں سماجوں میں جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت سے اس کے شوہر کا نام پوچھنے پر بھی نہیں بتاتی، خاص کر مردم شماری کے موقع پر دیکھا گیا ہے کہ بعض خواتین سے ان کے شوہر کا نام پوچھنے پر وہ نہیں بتاتی، کوئی اور موجود مرد یا خاتون اس کے شوہر کا نام بتاتے ہیں۔

خواتین کی تعلیم کی شرح میں اضافہ ہونے کی وجہ سے موجودہ دور میں بڑی تعداد عورتوں کی ایسی ہے جو بلا جھجک اپنے شوہر کو اس کے نام سے پکارتی ہیں۔ تعلیم یافتہ خواتین نے سمجھا ہے کہ شوہر کا نام لینے سے شادی کا رشتہ ختم نہیں ہوتا۔ شہر کی عورتیں اپنے شوہر کو اس کے نام سے ہی پکارتی ہیں۔ دیہی علاقوں میں بھی شوہر کو اس کے نام سے بُلانے کا رواج شروع ہوا ہے۔ اس میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے۔ شہریانا(Urbanization) نے بھی اس رواج کو کم کرنے میں کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔

مورگن کے مطابق اصطلاحات کی تقسیم

مورگن(Morgan) نے قرابت داری اصطلاحات پر اہم مطالعہ کیا ہے اور اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

قسم بندی(Classificatory System): یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں مختلف قرابت داروں کے لیے ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے مثلاً انگریزی کا لفظ Uncle کا استعمال، چاچا۔ ماما، خالو، پھوپھا، تاؤ وغیرہ کے لیے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آسام کے قبائل سیمانا گا اجا(Aja) لفظ کا

استعمال ماں، چاچی، خالہ کے لیے ہوتا ہے۔ اسی طرح انگامی ناگا (Angami Naga) کے اندر عورتوں کے لیے لفظ شی (Shi) استعمال ہوتا ہے۔ لفظ شی سے بڑے بھائی کی بیوی (بھابھی) مامی اور چاچی کو پُکارا جاتا ہے۔

اسی طرح ہندوستان میں ایسے بہت سی اصطلاحات موجود ہیں جن سے کئی قرابت داروں کو ایک ہی لفظ سے پُکارا جاتا ہے۔

وضاحتی نظام (Descriptive System): ایسے نظام میں اصطلاح ایک ہی قرابت دار کی وضاحت کرتی ہے۔ مثلاً باپ لفظ وضاحتی ہے۔ ماں وضاحتی لفظ ہے کیونکہ وہ ایک ہی ایک رشتے کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ ہندوستانی سماج میں خاص کر ہندی میں مندرجہ ذیل الفاظ وضاحتی ہیں؛

چاچا، ماما، خالہ، خالو، تاؤ، سالہ، بہنوئی، نندوئی، بھانجا، بھابھی، دیور وغیرہ۔

11.6 قرابت داری کی اہمیت (Importance of Kinship)

خاندان کے بعد انسانی زندگی میں سب سے اہم رول رشتے دار ادا کرتے ہیں۔ چاہے انسان کسی بھی مذہب سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو، انسانی ضرورتوں کو سب سے پہلے خاندان ہی پورا کرتا ہے۔ بنیادی ضرورتوں کو خاندان کے افراد کے پورا نہ کرنے پر اخلاقی ذمہ داری رشتے دار کی ہوتی ہے۔ سب سے پہلے قریب کے رشتے داروں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کے بعد جو جتنا قریب ہوگا اس پر عائد ہوگی ایک دوسرے کی مدد کرنا، دُکھ و درد، خوشی و غم میں کام آنا انسانی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔ اگر انسان اپنی ذمہ داری کو انجام نہ دے تو سماج میں اسے غیر مہذب اور غیر ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔ ذمہ داری کو ادا نہ کرنے پر سماج میں بُرائیاں عام ہو جاتی ہیں۔ گمراہی پھیلنے لگتی ہے۔ ایک دوسرے کی حق تلفی ہونے لگتی ہے۔ محبتیں نفرتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ لوگ ایک دوسرے سے قریب ہونے کے بجائے دوری بنانے لگتے ہیں۔ سماجی ڈھانچہ بدلنے لگتا ہے۔ قرابتی ڈھانچہ بھی اپنے اصل حقیقت پر باقی نہیں رہتا۔ بچوں کی تربیت کا نظام خراب ہو جاتا ہے۔

قرابت داری نظام ایک ایسا نظام ہے جہاں ہر قرابت دار اپنے قریب اور دور کے قرابت دار کی خیر خواہی چاہتا ہے۔ رشتے کی بنیاد پر انسان کا ایک دوسرے سے دلی لگاؤ اور دلچسپی ہوتی ہے۔ جو جتنا قریب ہوتا ہے اس سے اتنا ہی دلی اور جذباتی لگاؤ ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے لیے محبتیں جھلکتی ہیں۔ محبت ہی انسانی قرابت داری کی روح ہے۔ جہاں محبت نہیں وہاں قرابت داری نہیں۔ ہر مذہب کے اندر آپسی محبت کو بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے اور رشتوں کو جوڑنے پر زور دیا گیا ہے، مثلاً چھوٹے بڑے کی عزت و تعظیم کریں، ادب سے پیش آئیں۔ بڑے چھوٹے سے محبت کریں، اس کی خبر گیری کریں۔ یہ رشتے کو برقرار رکھنے کا اہم طریقہ ہے۔ ہندوستانی سماج میں ان معاملات پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بڑے بزرگوں کی نصیحت کو خاص توجہ دی جاتی ہے۔

ہندوستانی سماج میں مختلف طرح کے رسم و رواج پائے جاتے ہیں۔ ہر علاقے کے اپنے مخصوص رسوم ہوتے ہیں۔ مثلاً شادی کے رسوم، بچوں کے پیدا ہونے کے بعد کے رسوم اور وفات (انتقال) کے بعد کے رسوم وغیرہ پر یہاں بہت سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا رسومات الگ الگ علاقوں میں الگ الگ طریقوں سے منائے جاتے ہیں۔ مگر ان سب رسومات کو قرابت داروں کے ساتھ ہی منایا جاتا ہے۔ بغیر قرابت دار کے ان رسوم کو اچھی طرح نہیں منایا جاسکتا۔ ان رسومات کی ادائیگی کے لیے خاندان کافی نہیں ہوتا۔ قرابت

داروں کی موجودگی لازمی سمجھی جاتی ہے۔ شادی، وفات اور بچے کی پیدائش کے رسومات ایسے رسومات ہیں جس میں قرابت دار شرکت سے گریز نہیں کرتے۔ اس طرح کی تقاریب میں لوگ اپنی مصروفیات کو ملتوی کرکے شرکت کرتے ہیں اور اسے قرابت داری کے حقوق سمجھتے ہیں۔ میزبان آنے والے مہمان کا شکر گزار ہوتے ہیں اور ان کی شرکت کو اپنے لیے باعث عزت سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار رسم ورواج ایسے ہیں جو ہندوستانی سماج میں مختلف اوقات میں مختلف طریقوں سے قرابت داروں کے ساتھ انجام دیے جاتے ہیں۔

ہندوستانی سماج میں نسب (Lineage) ایک ایسی قرابت داری ہے جس میں لوگ اپنے آپ کو ایک ہی جد اعلیٰ سے منسوب کرتے ہیں چاہے وہ پدر سری نظام ہو یا مدر سری۔ بعض علاقوں میں شادی کے لیے اپنے ہی نسب میں لڑکا یا لڑکی دیکھنے کا رواج ہے۔ اس سے باہر نہیں دیکھتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی نسب کے ہونے سے ثقافتی اور تہذیبی اعتبار سے زیادہ فرق نہیں ہوگا اور رشتے کو آسانی سے نبھایا جاسکتا ہے۔ نسب ایک ہونے سے اور نسبت کسی خاص مرد یا عورت کی طرف کرنے سے آپسی ہمدردی اور محبتیں باقی رہتی ہے اور قرابت داری کو نبھانا آسان ہو جاتا ہے۔ نسب ایک ہونے کے سبب ہر فرد نسبی روایتی نظام کو اسی طرح زندہ رکھنا چاہتا ہے جس طرح ان کے بزرگوں نے اسے زندہ رکھا۔ روایتی قرابت داری اور رسوم کو اسی طرح زندہ رکھنے کی فکر کی جاتی ہے۔ نسبی قرابت داری نظام بھی کافی مضبوط ہوتا ہے۔ ہر فرد کی یہ فکر ہوتی ہے کہ نسب پر کسی طرح کا داغ نہ لگے۔ اگر کوئی فرد کسی طرح کی غلطی کرتا ہے تو اسے نسب کے دوسرے احباب سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی کبھی نہ ماننے پر نسب کے لوگ اسے سزا بھی دیتے ہیں۔ مثلاً کوئی لڑکا یا لڑکی کسی غیر مذہب یا دوسری ذات میں شادی کرتا یا کرتی ہے تو اسے خاندان سے لے کر نسب کے لوگ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض حالات میں نہ ماننے پر سزا تک دیتے ہیں اور اپنے نسب پر ایک داغ سمجھتے ہیں۔ ایسی مثالیں ہندوستانی سماج میں بے شمار موجود ہیں۔

ایک نسب کے لوگ اپنے آپ کو ایک دوسرے کا بھائی سمجھتے ہیں اور ایک ہی مذہب اور ذات سے ہوتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ایک ہوتا ہے اور ان کا عمل بھی تقریباً ایک ہی طرح کا ہوتا ہے۔ یہ زیادہ تر ایک گاؤں اور ایک محلے میں رہتے ہیں۔ بعض جگہ کئی نسل کے افراد ایک ساتھ رہتے آئے ہیں۔ ان میں کافی اتحاد (Unity) ہوتا ہے۔ خاص کر کسی لڑائی جھگڑے کے وقت نسب کے فرد ایک ساتھ ہو جاتے اور اپنے نسب کے فرد کے لیے جان ومال سے مدد دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ مالی تعاون میں بھی اپنے نسب کے لوگوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ پہلے اپنے نسب کے لوگوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ہجرت (Migration) کی وجہ سے نئی نسل اپنے نسب کو بھول رہی ہے۔ نسبی اتحاد زیادہ تر گاؤں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ شہری علاقے میں وہ علاقہ جو پرانا ہے وہاں پر نسبی اعتبار سے بڑی تعداد میں لوگ ایک جگہ رہتے ہیں۔ مگر بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے لوگوں کا اپنے نسبی علاقہ کو چھوڑ کر دوسرے علاقہ میں منتقل ہونا ایک مجبوری سی ہوگئی ہے۔ اسی طرح آبادی بڑھتی رہی لوگ ہجرت کرتے رہے تو آنے والی نئی نسل بھول جائے گی کہ اس کا نسب کونسا ہے۔ نوکری کی تلاش میں نوجوانوں کی بڑی تعداد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو رہی ہے۔ اور دن بہ دن لوگ بڑی تعداد میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو رہے ہیں۔ لوگوں کا اپنے آبائی جگہ پر لوٹنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ لوگ اپنے نسب کو بھول رہے ہیں اور نسبی رشتے داری کے لطف اور فیوض سے محروم ہو رہے ہیں۔ دو تین نسل گزرنے کے بعد نئی نسل کو اپنا نسب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ بڑی تعداد نوجوانوں کی ایسی ہے جو اپنے نسب کو بھول چکی ہے۔

گوتر قرابت داری (Gotra) نسبی قرابت داری کے مقابلے میں کافی اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں ہر فرد اپنے آپ کو باپ کے گوتر

سے منسوب کرتا ہے۔ موجودہ دور میں گوتر نظام کافی کمزور ہوا ہے، اب گوتر کی اہمیت صرف شادی تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ ایک باہری گروہ ہے۔ ایک ہی گوتر میں شادی نہیں ہوتی۔ لوگوں پر لازم ہے کہ وہ دوسرے گوتر میں ہی شادی کریں۔ گوتر کی بنیاد پر افراد کے درمیان آپسی اتحاد ہوتا ہے۔ ہر فرد اپنے گوتر کی خدمت کے لیے اور گوتر کی قرابت داری کو برقرار رکھنے کے لیے ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں۔ موت، پیدائش اور شادی کے رسوم کے موقع پر اپنے گوتر کے لوگوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ آپسی تعاون کی بنیاد پر ہی گوتر نظام زندہ ہے۔

تعلیمی بیداری نے گوتر کی اہمیت کو کافی کم کیا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں نے گوتر کے نظام کو سختی سے نہیں اپنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوان دوسرے گوتر کے افراد کے ساتھ اپنے گوتر میں بھی شادی کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ ہجرت نے بھی لوگوں میں کافی بیداری پیدا کی ہے۔ لوگ دوسری جگہ منتقل ہو کر اپنے بچوں کی شادی کے لیے گوتر کو ترجیح نہیں دیتے بلکہ تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار لڑکا یا لڑکی دیکھتے ہیں جس سے گوتر کا نظام متاثر ہو رہا ہے۔

11.7 قرابت داری پر ٹیکنالوجی کے اثرات (Impacts of Technolog on Kinship Relations)

تکنیکی ترقی نے انسانی زندگی کو بہت آسان بنادیا ہے اور انسان کو ترقی کے بام عروج تک پہنچا دیا ہے۔ تکنیکی ترقی کی وجہ سے ہی لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ بہت آسانی سے منتقل ہو رہے ہیں۔ لوگ معاش کی تلاش میں اپنے آبائی وطن سے دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کرتے ہیں اور دور رہتے ہوئے رشتوں کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اکثر یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ ایسے حالات میں پرانے رشتے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ ان حالات میں موبائل اور سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ ہی ایسے ذرائع ہیں جن کے ذریعے تعلقات کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ آج بہت ساری نئی اور پرانی قرابت داریاں صرف اور صرف موبائل اور سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ کی وجہ سے باقی ہیں۔ مگر ان رشتوں کو نبھانے کے طریقے بدل گئے ہیں۔ سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ کی قرابت داریاں صرف اور صرف دو بنیادوں پر قائم ہوتی ہے۔

i. ہمدردی

ii. اغراض ومقاصد

قدیم قرابت داروں میں جب لوگ ایک دوسرے سے ملنے کے لیے جاتے تھے تو ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر باتیں کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو غور سے سنتے اور ایک دوسرے کی باتوں پر توجہ دیتے تھے۔ مہمان کو اکیلا چھوڑنا اچھا نہیں مانا جاتا تھا۔ اسے گھر کے اندر تیار کھانا کھلاتے تھے بازار کا کھانا کھلانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ مگر موجودہ دور میں دو قرابت دار آپس میں بات چیت کے لیے بیٹھتے بھی ہیں تو ایک دوسرے کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہوتے تھوڑی دیر مخاطب ہونے کے بعد دونوں اپنا اپنا موبائل نکال لیتے ہیں اور موبائل پر دیکھتے ہوئے باتیں کرتے ہیں۔ آدھا دھیان موبائل پر اور آدھا دھیان قرابت دار کی باتوں پر۔ قرابت دار کی باتوں کو غور سے سننے کا تصور ختم ہوتا جارہا ہے۔ قرابت دار کو آج کل گھر کا بنا ہوا کھانا کھلانے کے بجائے بازار کا کھانا زیادہ کھلایا جاتا ہے۔ گھر کا بنا ہوا کھانا کم کھلایا جاتا ہے۔

یہاں تک کہ چائے بھی بازار کی پلائی جاتی ہے۔ خاص کر بڑے شہروں میں اس طرح کا چلن زیادہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ بعض خاندان میں مہمان کو ناشتہ اور چائے دکان پر لے جاکر ہی پلایا جاتا ہے۔ اس طرح کے چلن کا اثر اب کہیں کہیں دیہی علاقوں میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔

شہری زندگی کی مشغولیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ قرابت دار کا آنا رحمت کے بجائے زحمت ہو گیا ہے۔ قدیم قرابت داری نظام میں قرابت دار کی آمد پر سب سے زیادہ خوشی چھوٹے چھوٹے بچوں کو ہوتی تھی۔ لیکن جدید شہری قرابت داری نظام میں بچوں کو بھی اپنے قرابت دار سے گھل مل کر باتیں کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ بچوں پر اسکول کے ہوم ورک کا اس قدر دباؤ ہوتا ہے کہ بچوں کو جسمانی کھیل کود کے مواقع بھی بہت کم ملتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بچے قرابت دار کی آمد کا لطف نہیں لے پاتے۔ لہٰذا رشتوں کے اس طرح کمزور ہونے کی سب سے بڑی وجہ تکنیکی ترقی ہے۔

11.8 قرابت داری کے خصوصیات (Characteristics of Kinship)

رشتے داری نبھانے کے طور طریقے ہر زمانے میں، ہر سماج میں الگ الگ رہے ہیں۔ قرابتی نظام بہت ساری خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے۔ قرابت داری کی اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ قرابت داری افراد کے درمیان میل جول کے رہنما اصول بتاتا ہے، مثلاً باپ، بیٹی، بھائی، بہن وغیرہ کے درمیان کون سا برتاؤ صحیح ہے یا غلط اس کی وضاحت رشتہ کرتا ہے۔

2۔ قرابت داری خاندانی نسب کا تعین کرتی ہے۔ مثلاً گوترا وغیرہ۔

3۔ رشتے داری نظام طے کرتا ہے کہ کون کس کے ساتھ شادی کرے گا اور کہاں ازدواجی تعلقات ممنوع ہیں۔

4۔ خونی رشتوں میں یکجہتی اور اتحاد ہوتا ہے۔

5۔ قرابت داری پیدائش سے لے کر موت تک تمام مذہبی اور غیر مذہبی رسومات میں افراد کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین ہوتا ہے۔

6۔ قرابتی نظام تعلقات میں یکجہتی کو برقرار رکھتا ہے۔

7۔ قرابت داریوں کے اصول رشتہ داروں کو کنٹرول کرتے ہیں۔

8۔ قرابتی نظام میں جنس کی بنیاد پر فرق ہوتا ہے اور ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔

9۔ قرابتی نظام میں بڑے چھوٹے کی بنیاد پر فرق کیا جاتا ہے اور الگ الگ ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔

10۔ قرابتی نظام معاشرتی زندگی میں ایک ریگولیٹر کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔

11۔ قرابتی نظام قرابت داروں کے الگ الگ عادات کو مختلف استعمال کے ذریعے منضبط کرتا رہتا ہے۔

12۔ قرابتی نظام میں بہت سارے رسومات ادا کیے جاتے ہیں جن کا وقت الگ الگ ہوتا ہے۔

11.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

رشتے انسانی سماج اور خاندان کی بنیاد ہیں اور سماج کی بنیادی اکائیوں میں سے ہے۔ دنیا کے ہر سماج میں رشتے کی نوعیت اور اقسام مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستانی سماج میں رشتے کی نوعیت دنیا کے دیگر ملکوں کے رشتوں سے مختلف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں بہت سے مذاہب اور تہذیبیں پائی جاتی ہیں جس کے اثرات انسانی زندگی کے ہر پہلو پر مرتب ہوتے ہیں۔ سماجی تعلقات پر بھی اس کے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

اس اکائی کے مطالعے سے ہمیں درج ذیل باتیں سیکھنے کو ملی ہیں:

1۔ قرابت داری کی تعریف، نوعیت اور خصوصیات

2۔ قرابتی اصطلاحات اور ان کی مختلف اقسام

3۔ اس حوالے سے ماہرین سماجیات کے نظریات، اور

4۔ زمانے کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ قرابت داری میں واقع ہونے والی تبدیلیاں

11.10 فرہنگ (Glossary)

سالا : بیوی کے بھائی کو سالا کہا جاتا ہے۔

سالی : بیوی کی بہن کو سالی کہا جاتا ہے۔

خسر : شوہر کے والد کو خسر کہا جاتا ہے (لڑکی کے لیے)۔

خسر : بیوی کے والد خسر کہا جاتا ہے (لڑکے کے لیے)۔

بہو : بیٹے کی بیوی کو بہو کہتے ہیں۔

داماد : بیٹی کے شوہر کو داماد کہتے ہیں۔

11.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Type Questions)

1. مندرجہ ذیل میں سے کس کے مطابق ہر انسانی سماج میں نوجوان دو انفرادی خاندانوں (Nuclear Family) سے منسوب ہوتا ہے؟

(a) مرڈوک (b) آگبرن (c) سمنر (d) ان میں سے کوئی نہیں

2 . ڈاکٹر دوبے کے مطابق ابتدائی قرابت دار کتنے طرح کے ہوتے ہیں؟

(a) 6 (b) 12 (c) 8 (d) 16

3 . مندرجہ ذیل میں سے کس کے مطابق رشتے داری ایک سماجی تعلق ہے جو خونی رشتے سے جڑا ہوتا ہے؟

(a) آگبرن (b) ڈنکن مِشِل (c) مرڈوک (d) کنگس لے

4. مندرجہ ذیل میں سے کس نے کہا تھا کہ انسانی سماج میں 33 ثانوی رشتے دار اور 151 ثالثی قرابت دار ہوتے ہیں؟

(a) درکھائم (b) مرڈوک (c) ویبر (d) کارل مارکس

5 . شادی کے بعد جو رشتے وجود میں آتے ہیں وہ کیا کہلاتے ہیں؟

(a) ثالثی قرابت داری (b) خونی رشتے داری (c) افی نل قرابت داری (d) ان میں سے کوئی نہیں

6 . خونی رشتے دار مندرجہ ذیل میں سے کس نام سے جانے جاتے ہیں؟

(a) ہم نسب (b) ایک جدی (c) یوٹیرائن (d) خونی رشتہ

7 . ایسا نظام جس میں مختلف قرابت داروں کے لیے ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے، کیا کہلاتا ہے؟

(a) قسم بندی کا نظام (b) ٹیکنونیمی (c) وضاحتی نظام (d) اجتناب

8 . ایسی قرابت داری جس میں سبھی لوگ قرابت دار فرد کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیا کہلاتا ہے؟

(a) یوٹیرائن (b) ہم نسبی (c) ایک جدی (d) ان میں سے کوئی نہیں

9 . ایسی قرابت داری جس میں دو قرابت دار ایک دوسرے سے دوری بناتے ہیں یہاں تک کہ ایک دوسرے کا چہرہ بھی نہیں دیکھتے، کہلاتی ہے؟

(a) رشتہ اجتناب (b) ایک جدی (c) ہم نسب (d) ازدواجی

10 . ایسی قرابت داری جس میں عورت اپنے شوہر کو اس کے نام سے نہیں بلاتی بلکہ بچوں کے نام کی طرف اشارہ کرکے بلاتی ہیں، کہلاتی ہے؟

(a) اجتناب (b) رشتہ مذاق (c) وضاحتی نظام (d) ٹیکنونیمی

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ قرابت داری سے کیا مراد ہے؟ اس پر ایک نوٹ لکھیے۔

2۔ قرابت داری کی تعریف کرتے ہوئے ماہرین سماجیات کے خیالات بیان کیجیے۔

3۔ قرابت داری کی مختلف اقسام پر نوٹ لکھیے۔

4۔ قرابت داری کی مختلف اصطلاحات کی وضاحت کیجیے اور مثالوں سے سمجھائیے۔

5۔ مورگن نے قرابتی اصطلاحات کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا ہے؟ مثالوں سے وضاحت کیجیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ ہندوستانی سماج میں قرابت داری کی اہمیت کو سمجھائیے۔

2۔ قریب اور دور کی بنیاد پر قرابت داری کے اقسام پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔

3۔ رشتہ اجتناب کیا ہے؟ مثالوں سے وضاحت کیجیے۔

4۔ رشتہ مذاق اور ٹکنونیمی سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دے کر اس کی تشریح کیجئے۔

5۔ انسانی رشتوں پر ٹیکنالوجی کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟ اس پر ایک مضمون لکھئے۔

اکائی 12۔ قرابت داری کے ڈھانچے میں تبدیلیاں

(Changes in Kinship Structure)

اکائی کے اجزا

12.0 تمہید

12.1 مقاصد

12.2 تعارف

12.3 بین مذہبی شادی

12.4 بین ذات شادی

12.5 قرابت داری کے مختلف اقسام میں تبدیلی

12.5.1 رشتہ اجتناب کے ڈھانچے میں تبدیلی

12.5.2 مزاحیہ رشتے میں تبدیلی

12.5.3 ٹیکنو نیمی رشتے میں تبدیلی

12.6 ایچ۔ایم۔ جانسن کے مطابق رشتے کے نظام میں تبدیلی

12.7 اکتسابی نتائج

12.8 فرہنگ

12.9 نمونہ امتحانی سوالات

12.0 تمہید (Introduction)

سماج میں مختلف طرح کے رشتے پائے جاتے ہیں۔ ان رشتوں کی نوعیت میں بھی تنوع دیکھنے کو ملتا ہے۔ رشتے کے اس اقسام اور نوعیت میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں ہو رہی ہے۔ ہندوستانی سماج میں جیسے جیسے صنعتی انقلاب کے اثرات بڑھے ہیں، رشتے میں تبدیلیاں آتی گئی گئیں۔ قرابت داری کے اقسام دونوں یعنی بنیادی قرابت داری (Primary Kinship) اور ثانوی قرابت داری (Secondary Kinship) میں کافی تبدیلیاں آئی ہیں۔ قرابت داری میں تبدیلی ہی انسانی سماج میں بڑی تبدیلی کے مترادف ہے۔ موجودہ دور میں معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی سماج میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ اس اکائی میں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح ہندوستانی سماج کی قدیم و روایتی قرابت داری میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ اس اکائی میں قرابت داری ڈھانچائی نظام کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی جو ایک سماجیات کے طالب علم کے لیے جاننا ضروری ہے۔

12.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مقصد قرابت داری کے نظام میں تبدیلی کو جاننا ہے اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ روایتی قرابت داری کے ڈھانچے کس طرح کے تھے اور اس میں کس طرح کی تبدیلی ہو رہی ہے۔ اس اکائی میں مندرجہ ذیل تبدیلیوں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

- بین مذاہب شادی سے قرابت داری کے روایتی نظام میں تبدیلی
- بین ذات شادی سے روایتی قرابت داری کے نظام میں تبدیلی
- بنیادی قرابت داری کے متعلق نظریات وخیالات کا احاطہ کیا جائے گا
- رشتہ اجتناب میں کس طرح کی ڈھانچائی تبدیلی ہو رہی ہے۔
- مزاحیہ رشتے کے ڈھانچے میں تبدیلی۔
- ٹیکنونیمی کے ڈھانچے میں تبدیلی نیز
- قرابت داری پر جدید کاری کے کیا اثرات ہیں۔

12.2 تعارف (Introduction)

قرابت داری کا نظام سماج کے اہم اجزا میں سے ایک ہے۔ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک یعنی پوری دنیا میں یہ قرابت داری (Kinship) کا ادارہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ ادارہ سماج میں افراد اور گروہوں کو ایک دوسرے سے جڑے ہونے کا مظہر ہے۔ انسان کی فطری خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انسان اکیلا نہیں رہ سکتا۔ اسے اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے مختلف طرح کے سماجی گروہوں اور افراد سے جڑنا ہوتا ہے اور جو ایک رشتے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ رشتہ مختلف طرح کے قرابت دار، دوست

اور پڑوسی کی شکل میں ہوتے ہیں۔ مختلف علاقے اور زبان میں یہ رشتے الگ الگ ناموں سے جانے جاتے ہیں۔ جن کا ذکر پچھلے باب میں آچکا ہے۔ پچھلے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ مختلف طرح کی قرابت داریاں کس طرح کچھ بنیادی اصولوں پر مبنی ہے اور ایک منظم نظام کے تحت کار کر دہیں۔ یہ قرابت داریاں سماجی طور پر ایک ڈھانچہ بناتی ہیں جسے قرابت داری کا نظام کہاجاتا ہے تبدیلی سماج کی ایک حقیقت ہے۔ سماج میں ہر سطح اور اس کے ہر نظام میں تبدیلی ہوتی ہے۔ اسی طرح قرابت داری کے نظام اور ڈھانچے میں بھی تبدیلی ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں اس تبدیلی کی ایک بڑی وجہ صنعت اور ٹیکنالوجی میں ترقی ہے۔ لوگ روزگار حاصل کرنے کے لیے بڑی تعداد میں گاؤں سے شہر اور ایک شہر سے دوسرے شہر ہجرت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے روایتی قرابت داری کے ڈھانچے میں کافی تبدیلی آئی ہے۔ مثلاً ماں باپ اور اولاد کے درمیان کا رشتہ رشتوں میں سب سے مضبوط رشتہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر موجودہ دور میں روزگار حاصل کرنے کے لیے لوگ ہجرت کرتے ہیں اور ان کے ماں باپ پرانی جگہ پر رہتے ہیں۔ عمر رسیدگی میں ماں باپ کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے سالوں میں بڑی تعداد میں بڑی عمر کے لوگوں کا گھر (Old age home) وجود میں آیا۔ ماں باپ کا ایسے گھروں میں چلے جانا اور اپنے خونی رشتے داروں سے جسمانی طور سے دور ہو جانا انسانی رشتے میں تبدیلی کی عمدہ مثال ہے۔ روز بہ روز ایسے گھروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستانی گاؤں میں بھی "بڑی عمر کے لوگوں کا گھر" دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس طرح بڑی عمر کے لوگوں کے گھر کا وجود میں آنا ہندوستانی روایتی قرابت داری نظام کے ڈھانچے میں تبدیلی کی بڑی علامت ہے۔

ہندوستانی سماج کی روایت پر غور کیا جائے تو اس سماج میں رشتے ہم ذات گروہ کے اندر ہی دیکھنے کو ملتے تھے۔ مگر بدلتے ہوئے حالات اور ترقی کے اس دور میں لوگ ایک ذات سے باہر بڑی تعداد میں شادیاں کر رہے ہیں۔ روایتی سماج میں دوسری ذات میں شادی کرنے کا تصور بھی نہیں تھا یہاں تک کے دوسری ذات میں شادی کرنا عیب مانا جاتا تھا۔ مگر موجودہ صورت حال میں لوگوں کی ترجیحات بدل گئی ہیں اور لوگ بڑی تعداد میں دوسری ذات میں شادیاں کر رہے ہیں۔ دن بہ دن ایک ذات کا دوسری ذات کے اندر شادی کا رواج بڑھتا جارہا ہے جس ست سماج میں بہت سے مسائل پیدا ہوئے ہیں اور باہمی خاندانی رشتوں کی ایک نئی نوعیت سامنے آئی ہے۔ اور اس طرح روایتی قرابت داری کے ڈھانچے میں تبدیلی ہوئی ہے روایتی ہندوستانی سماج ذات نظام کو لے کر بہت سخت تھا۔ اس سے متعلق سماجی تعلقات اور ان کی نوعیت مختلف تھیں۔ لیکن موجودہ دور میں نچلی ذاتی کے لڑکے یا لڑکی کا اعلیٰ ذات کے لڑکے یا لڑکی کے ساتھ شادی کا ہونا ہندوستانی سماج میں قرابت داری کے نظام اور ڈھانچے میں تبدیلی کا باعث ہے۔ اس طرح کی شادیوں نے سماجی تعلقات اور قرابت داری کی نوعیت میں کافی تبدیلی پیدا کی ہے۔

12.3 بین مذہبی شادی (Inter-Religious Marriage)

شادی سے متعلق ترجیحات میں تبدیلی کا اثر مذہبی درون گروہی شادی پر بھی پڑا ہے۔ موجودہ دور میں دوسرے مذاہب میں شادی کرنے کی روایت میں پہلے کے مقابلے میں تیزی آئی ہے۔ ہندوستانی سماج کے اندر بین المذاہب شادی کو سماج اچھا نہیں مانتا۔ یہی وجہ ہے کہ شادی ہو جانے کے بعد بھی بعض خاندان اس جوڑے کو تسلیم نہیں کرتے، بعض حالات میں ایسے لوگوں کو سماجی بائی کاٹ کا سامنا بھی کرنا

پڑتا ہے اور بسا اوقات معاملہ اس سے بھی آگے چلا جاتا ہے۔ مگر ان سب حالات کے باوجود بھی بین المذاہب شادی کا سلسلہ جاری ہے۔

اس طرح کی شادی میں بھی رشتے وجود میں آتے ہیں اور نسل بھی بڑھتی ہے مگر ایسے میں دونوں خاندان کے درمیان رشتے کمزور ہو جاتے ہیں۔ مختلف ثقافتی و مذہبی لوگوں کا ملن ایک دوسرے کے تئیں رشتوں کے احساس کو اس قدر گہرائی نہیں مہیا کروا پاتا۔ لہٰذا رشتوں سے توقعات میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اور نتیجتاً رشتے کے ڈھانچے میں بھی تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ بین المذاہب شادی میں بہت کم شادی ایسی ہے جس میں دونوں خاندان متفق ہوتے ہیں اور خوشی خوشی رشتہ کو قبول کر لیتے ہیں۔

12.4 بین ذات شادی (Inter-Cast Marriage)

بین مذاہب شادی کی طرح بین ذات شادی کی وجہ سے بھی رشتے داریوں کے ڈھانچے میں تبدیلی ہوئی ہے۔ ذات پات کا نظام ہندوستانی سماج کی حقیقت ہے۔ یہ نظام سماج میں باہمی تعامل پر بہت سی پابندیاں عائد کرتا ہے۔ مختلف ذات کے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے ہر طرح کے تعلقات نہیں رکھ سکتے جس طرح وہ اپنی ذات کے لوگوں سے رکھ سکتے ہیں۔ انہیں میں ایک شادی بیاہ کا رشتہ بھی ہے۔ یعنی ایک ذات کے لوگ دوسری ذات میں شادی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر سماجی ترقی اور جدیانے کی وجہ سے لوگوں کی ترجیحات تبدیل ہوئیں۔ اور لوگ شادی بیاہ کے لیے ذات سے زیادہ دوسرے عوامل کو ترجیح دینے لگے اور دوسری ذات میں شادی کرنے لگے۔ جس کے نتیجے میں دو خاندانوں میں رشتے جو مختلف ذاتوں کے درمیان شادی کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں ان کی نوعیت اس طرح بالکل نئی ہوتی جو روایتی سماج میں دیکھنے کو ملتی تھی۔ ایسی صورت میں سماج روایت اور جدیدیت کے درمیان تصادم جیسے ماحول سے دوچار ہے۔ اسی لیے بین ذات شادی سے جو رشتہ وجود میں آتا ہے اس میں دو خاندانوں کے درمیان بسا اوقات تلخی دیکھنے کو ملتی ہے۔ پورے خاندان کی منظوری نہ ہونے کی صورت میں رشتے دار شادی کے بعد قائم رشتے کو خوشی خوشی نہیں نبھا پاتے۔ بین ذات میں رشتہ زیادہ تر شہروں میں اور تعلیم یافتہ افراد کے درمیان دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہندوستانی سماج میں جس طرح بین المذاہب شادی کو سماجی مشکلات کا سامنا ہے اسی طرح بین ذات شادی بھی بہت ساری سماجی مشکلات سے گزر رہا ہے جس کے نتیجے میں ان کے ذریعے وجود میں آنے والے رشتوں میں تبدیلیاں دیکھنے کو مل رہی ہیں۔

12.5 قرابت داری کے مختلف اقسام میں تبدیلی (Change in Different Types of Relationship)

جیسا کہ ہم پچھلی اکائی میں پڑھ چکے ہیں کہ قربت اور دوری کی بنیاد پر قرابت داری تین قسموں میں بانٹا جاتا ہے۔ اور ان کی ذیلی قسمیں آٹھ ہیں۔ یہاں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ اس رشتے کے نظام میں تبدیلی کس طرح ہو رہی ہے اور اس کا ڈھانچہ کس طرح سے بدل رہا ہے۔

12.5.1 رشتہ اجتناب کے ڈھانچے میں تبدیلی (Change in Avoidance Relationship)

اس قرابت داری کے بارے میں ہم نے پچھلی اکائی میں تفصیل سے جانا ہے۔ رشتہ اجتناب کا مطلب ہے کہ کچھ رشتے آپس میں بے تکلف نہیں ہوتے ہیں اور ان رشتوں میں ایک دوری بنائے رکھنا پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ یعنی وہ دوسرے رشتوں کی طرح ایک دوسرے

سے کھل کر مل نہیں سکتے۔ مثلاً بہو اور خسر کا رشتہ، داماد اور ساس کا رشتہ وغیرہ۔ اس طرح کی قرابت داری یا رشتے داری مشترکہ خاندانی نظام میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور عمل نہ کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔۔ رشتہ اجتناب ہندوستانی سماج کے پردہ نظام کا حصہ ہے جس میں ایک ساتھ رہ کر بھی ایک دوسرے سے پردہ کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی لڑکی کسی گاؤں کی بہو ہے تو وہ اپنے گھر خاندان کے بڑوں کے ساتھ ساتھ پورے گاؤں کے بڑوں سے پردہ کرے گی۔ جو قدیم سماج میں عام تھا۔ مگر جدید سماج میں تعلیم یافتہ خواتین پردہ نہیں کرتی۔ گھر کے بڑے خسر اور جیٹھ (شوہر کا بڑا بھائی) سے بھی اس طرح کا پردہ نہیں کیا جاتا۔ تعلیم نے لوگوں کے سوچنے سمجھنے کے طریقوں کو بدلا اور لوگوں کے رہن سہن اور سماج کے تئیں سوچ میں تبدیلی پیدا کی۔ لہٰذا اس کی وجہ سے رشتہ اجتناب کے چلن میں کمی آئی ہے۔ بہت سے خاندان میں بہو، شوہر، خسر اور جیٹھ ایک ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ موجودہ دور میں ملازمت کی وجہ سے بھی رشتہ اجتناب میں کمی آئی ہے۔ مثلاً آنگن واری اکثر گاؤں کی بہو ہوتی ہے اور پورے گاؤں میں ٹیکاکاری کے کام کو انجام دیتی ہے۔ ایک گھر سے دوسرے گھر جاتی ہے۔ گھونگھٹ کے ساتھ یہ سب کرنا دشوار گزار ہے۔ لہٰذا ایک ایسی نسل جس کی سوچ جدید تعلیم نے بدل دی ہے وہ کسی ایسی چیز کو اپنانے کے لیے تیار نہیں ہے جو بلا وجہ اس کے کام میں رکاوٹ بنے۔ ہندوستانی سماج میں جہاں آج بھی بہت ہی جگہوں پر مشترکہ خاندانی نظام میں رشتہ اجتناب کا رواج ہے وہیں انفرادی خاندانی نظام میں یہ رشتہ کافی کمزور ہے۔ جن کی مختلف وجوہات ہے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ سماج میں رشتہ اجتناب کے نظام میں کافی کمی آئی ہے اور یہ ایک طرح کی ڈھانچائی (Structural) تبدیلی ہے۔

12.5.2 مزاحیہ قرابت داری میں تبدیلی (Change in Teknonymy Relationship)

مزاحیہ رشتہ وہ رشتہ ہوتا ہے جو دو خاندان میں رشتے کو مضبوط و مستحکم بنائے رکھنے میں بہت معاون ہوتا ہے۔ مثلاً دیور اور بھابھی کا رشتہ اور سالی اور جیجا کا رشتہ۔ اس طرح کے رشتے میں آپسی ہنسی مذاق کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے تاکہ رشتے مضبوط اور پائیدار رہیں۔ موجودہ دور میں رشتہ اجتناب کی طرح مزاحیہ رشتہ میں بھی کافی تبدیلی آئی ہے۔ ان وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے کے بجائے، انفرادی خاندان کو ترجیح دے رہے ہیں۔ انفرادیت کی وجہ سے لوگوں پر اپنے نوکری اور کاروبار کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے۔ کام کاج کو زیادہ وقت دینا پڑتا ہے۔ جس کے سبب لوگوں کا آپسی میل ملاپ بہت کثرت سے نہیں ہوتا۔ مشترکہ خاندانی نظام میں لوگوں کا بہت کثرت سے ملنا جلنا ہوتا تھا۔ انفرادی خاندانی نظام نے کثرتِ میل جول کو بہت ہی کم کر دیا۔ لہٰذا وہ ہنسی مزاق جو دیور اور بھابھی کے درمیان کثرت سے دیکھنے کو ملتا تھا اب کافی کم ہو گیا ہے۔ کسی خاص موقع یا کسی خاص کام کی بنا پر ملاقات ہوتی ہے تو وہ ضروری گفتگو سے شروع ہوتی ہے اور ضروری گفتگو پر ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مزاحیہ جملہ بولنے اور ہنسی مزاق کے مواقع بہت کم ہو گئے۔ اسی طرح جیجا۔ سالی کے درمیان کا رشتہ اس نوعیت میں کمزور ہوا ہے۔

12.5.3 ٹیکنونیمی رشتہ میں تبدیلی (Change inTeknonymy Relation)

ہندوستانی سماج میں عورتوں کے لیے اپنے شوہر کا نام لے کر پکارنا بُرا مانا جاتا ہے۔ اسے سماج کے ادب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کا نام لے کر اسے بُلا دیا تو وہ عورت سماج کی نظر میں بہتر گمان نہیں کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عورت سے اس کے

شوہر کا نام پوچھنے پر وہ نہیں بتاتی، لاکھ کوششوں کے باوجود وہ کسی قیمت پر اپنے شوہر کا نام لینے پر راضی نہیں ہوتی، خاص کر مردم شماری کے موقع پر دیکھا گیا ہے کہ بعض سماج کی خواتین سے اس کے شوہر کا نام پوچھنے پر وہ نہیں بتاتی، کوئی اور موجود مرد یا خواتین اس کے شوہر کا نام بتاتی ہے۔ یہ وہ ساری باتیں ہیں جو روایتی سماج کا حصہ رہی ہیں۔ مگر اب یہ چیزیں تبدیل ہو رہی ہیں۔

خواتین کے تعلیم کے شرح میں اضافہ کی وجہ سے موجودہ دور میں بڑی تعداد عورتوں کی ایسی ہے جو بلا جھجک اپنے شوہر کو اس کے نام سے پکارتی ہے۔ شہر کی عورتیں اکثر اپنے شوہر کو اس کے نام سے پکارتی ہے مگر دیہی علاقوں میں آج بھی عورتیں ایسا کرنے میں جھجھکتی ہیں۔ دیہی علاقوں میں بھی شوہر کو ان کے نام سے بُلانے کا رواج بڑھا ہے۔ اور دن بہ دن بڑھ رہا ہے۔ شہر کاری (Urbanization) نے بھی اس رواج کو کم کرنے میں کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ رشتے کے اس رواج میں ڈھانچائی تبدیلی ہو رہی ہے۔

زندگی میں بدلتی ترجیحات نے جس طرح اوپر بیان کیے گیے مخصوص رشتوں میں تبدیلی پیدا کی ہے، اسی طرح اس نے میاں بیوی کے رشتے، باپ بیٹے کے رشتے، ماں بیٹی کے رشتے، باپ بیٹی کے رشتے، ماں بیٹی کے رشتے، بھائی بہن کے رشتے وغیرہ میں بھی خاطر خواہ تبدیلی پیدا کی ہے۔

12.6 ایچ۔ ایم۔ جانسن کے مطابق قرابت داری کے نظام میں تبدیلی

(Change in Kinship System as per H.M.Johnson)

رشتہ کے نظام کو تاریخ کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ رشتہ کے نظام کے طور طریقہ میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہی ہے لہٰذا دوسرے لفظوں میں رشتہ کے ڈھانچے میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ قرابت داری کے ساخت میں تبدیلیاں آہستہ آہستہ ہوتی رہتی ہے جو کافی عرصہ اور کبھی کبھی صدیوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً شادی کی شکل، قرابت داری کے اقسام وغیرہ میں تبدیلی۔ ایچ ایم جانسن (H. M. Johnson) کا یہ بھی ماننا ہے کہ سماج اور قرابت داری کے ان تبدیلیوں کے پیچھے کچھ اہم وجوہ (Factors) ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہے اور جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

a) وسائل کا دریافت ہونا (Discovery of resources)

b) پیداوار کے نئے طریقوں کی نشوونما میں ترقی اور پھیلاؤ (Development and spread of new method)

c) پیداوار کی سرگرمیوں میں مردوں کے شراکت کے پیٹرن میں اضافہ

(The growth of new patterns in the relationship of men in their production activities)

(a) وسائل کا دریافت ہونا

سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے نئے نئے ذخائر دریافت ہوئے ہیں جس نے انسانی زندگی کو آسان بنایا ہے اور لوگوں نے دریافت وسائل کو حاصل کرنے کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دی ہے۔ ذخائر کے دریافت ہونے سے روزگار کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔ اور روزگار کی خاطر لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ بڑی تعداد میں منتقل ہوئے، ہجرت، مشترکہ خاندانی نظام انفرادی خاندانی نظام میں تبدیل

ہوئی۔ سماج میں موجود رشتوں کے مختلف اقسام میں بڑے پیمانے میں تبدیلی آئی۔ لہٰذا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وسائل کے دریافت نے انسانی رشتوں کو بڑے پیمانے پر تبدیل کیا ہے۔ جب تک سماج میں وسائل کی کمی رہی انسانی رشتوں میں تبدیلی کی شرح کافی کم تھی اور جیسے جیسے وسائل میں زیادتی ہوئی ویسے ویسے انسانی رشتے بھی تبدیل ہوتے گئے۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ وسائل میں اضافہ اور رشتے کی تبدیلی دونوں ساتھ ساتھ ہوئے۔

(b)پیداوار کے نئے طریقوں کی نشوونما میں ترقی اور پھیلاؤ

سائنس اور ٹکنالوجی میں ترقی کی وجہ سے پیداوار کے نئے طریقہ کار کے ایجاد ہونے کی وجہ سے پیداوار میں کافی اضافہ ہوا۔ پیداوار میں اضافہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کے روزگار کے مواقع میں اضافہ ہوا اور لوگ روزگار حاصل کرنے کے لیے بڑی تعداد میں شہروں کی طرف منتقل ہوئے۔ پیداوار میں ترقی اور روزگار کے مواقع نے انسانی رشتوں کو کافی تبدیل کیا ہے۔ جس کی ایک عمدہ مثال مشترکہ خاندان کا انفرادی خاندان میں تبدیل ہونا ہے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پیداوار کے نئے طریقہ کار نے انسانی سماج کے رشتے کے ڈھانچے میں تبدیلی کا سبب بنا ہے۔

(c)پیداوار کی سرگرمیوں میں مردوں کے شراکت میں اضافہ

صنعت کاری کی وجہ سے لوگوں کو انڈسٹری میں کام کرنے کا مواقع ملا۔ ان مواقع میں سب سے پہلے مردوں کو کام کرنے کا موقع ملا۔ خاص کر پیداوار کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے مردوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ صنعت میں وہ سارے کام جو جسمانی محنت کے ہوتے ہیں وہ سارے مردوں کے ذمہ ہوتے ہیں اور جسمانی محنت کے کاموں میں اکثر مرد کی ضرورت ہوتی ہے روایتی تقسیم کار کی بنیاد پر مردوں کو اکثر صنعت میں ترجیح دی گئی۔ اکثر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا مرد کے روزگار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بعض حالات میں مرد کو نوکری ملنے کی وجہ سے پورا خاندان منتقل ہوجاتا ہے۔ ہندوستانی صنعت میں آج بھی مردوں کی شرح زیادہ ہے بمقابلہ عورتوں کے۔ پیداوار کی سرگرمیوں میں اضافہ اور کثیر تعداد میں مردوں کے شرافت نے سماجی رشتوں کے ڈھانچے کو تبدیل کیا ہے۔

قرابت داری پر جدید کاری کا اثر(Effects of Modernization on Kinship)

ہندوستان ایک لا محدود متنوع اور پرانی روایات کا ایک وسیع ملک ہے۔ اس ملک کے اندر کثیر الثقافت، کثیر النسل، کثیر اللسان اور کثیر المذاہب سماج دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان سب کے متعلق قدیم روایات رہی ہیں جن میں بڑے پیمانے پر تبدیلی ہو رہی ہے۔ ہندوستانی سماج کا معاشرہ پوری طرح سے بہت زیادہ متضاد (Heterogeneous) ہے۔ اس ملک کے اندر کھانے پینے اور لباس کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان واضح فرق نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ زبان رسم ورواج کو دیکھا جائے تو یہ ایک ریاست سے دوسرے ریاست اور ریاست کے اندر بھی شہریوں اور گاؤں کے رہنے والوں کے درمیان واضح ہے۔ لیکن ان سب تنوع کے درمیان افراد کے مابین ایک طرح کا روایتی رشتہ رہا ہے۔ جن کی بنیاد پر افراد کے درمیان ایک اتحاد نظر آتا ہے۔ ٹکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے فرد کے مابین تعلق اور قرابت داری کے نظام میں کافی تبدیلی آئی ہے۔ جدید کاری نے جہاں مادی چیزوں میں بڑے پیمانے پر تبدیلی لایا ہے وہیں انسانی رشتے کو بڑے پیمانے پر تبدیلی پیدا کی ہے۔ جدید کاری کی وجہ سے سماج میں Individuality کافی بڑھی ہے جس کی وجہ سے فرد کے درمیان رشتوں میں دوریاں بڑھی ہے اور

روایتی قرابت داری میں تبدیلی آئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں جدید کاری نے انسانی سماج اور رشتوں کو چھوٹے اور بڑے پیمانے پر کافی تبدیل کیا ہے۔

12.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے سے ہمیں قرابت داری اور اس کے مختلف اقسام کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ بین مذاہب اور بین ذات شادی بیاہ کے بارے میں بھی ہمیں واقفیت ہوئی ہے۔ تبدیلی انسانی سماج کا لازمی جز ہے۔ لہٰذا قرابت داری کے نظام میں بھی مختلف وجوہات سے جو تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں ان سے بھی واقفیت ہوئی ہے۔

12.8 فرہنگ (Glossary)

رشتہ اجتناب : ہندوستانی سماج میں یہ ایک ایسا رشتہ ہے جس میں ایک ساتھ رہ کر بھی ایک دوسرے کو نہیں دیکھتے۔ ایک دوسرے سے دوری بنا کر رہتے ہیں۔

مزاحیہ رشتہ : ہندوستانی سماج میں پائے جانے والا ایسا رشتہ جس میں افراد کے درمیان مذاق کرنے کی سماجی طور پر اجازت ہوتی ہے۔

ٹیکنونیمی : رشتے کی ایک قسم ہے جو ہندوستانی سماج میں پایا جاتا ہے۔ ایسی قرابت داری میں بیوی اپنے شوہر کو اس کے نام سے نہیں پکارتی۔

12.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. مندرجہ ذیل میں سے کون ہندوستانی سماج کے ترقی میں روکاوٹ رہی ہے؟

a) ذات پات کا نظام　　b) مذہبی تفریق

c) دونوں صحیح　　d) دونوں غلط

2. ہندوستانی سماج میں بین المذاہب شادی کی روایت:

a) نئی ہے　　b) قدیم ہے

c) دونوں صحیح　　d) دونوں غلط

3. ہندوستانی سماج میں بین ذات رشتہ زیادہ تر دیکھنے کو ملتے ہیں:

a) شہروں میں　　b) تعلیم یافتہ افراد کے درمیان

c)دونوں صحیح　　　　d)دونوں غلط

4. مسلم سماج میں میاں بیوی کے درمیان کارشتہ:

a)بہت کمزور ہوتا ہے　　　　b)بہت مضبوط ہوتا ہے

c) کبھی ختم نہیں ہوتا　　　　d)ان میں سے کوئی نہیں

5. رشتہ اجتناب کی روایت مندرجہ ذیل میں سے کس خاندان میں دیکھنے کو ملتی تھی؟

a)مشترکہ خاندان میں　　　　b)انفرادی خاندان میں

c)دونوں صحیح　　　　d)دونوں غلط

6. مندرجہ ذیل میں سے کس رشتہ میں عورت اپنے شوہر کانام لے کر نہیں بلاتی؟

a)ٹیکنونیمی　　　　b)مزاحیہ رشتہ

c)رشتہ اجتناب　　　　d)اگنیٹ

7. مندرجہ ذیل میں سے کس کی ترقی کی وجہ سے ملک میں نئے نئے ذخائر دریافت ہوئے ہیں؟

a)شہرکاری کی وجہ سے　　　　b)منتقلی کی وجہ سے

c)سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی　　　　d)ان میں سے کوئی نہیں

8. وسائل کادریافت ہوناسماج اور رشتہ میں تبدیلی کی ایک وجہ ہے مندرجہ ذیل میں سے کس کاماننا ہے؟

a)ایچ ایم جانسن　　　　b)میکائیور

c)درکھائم　　　　d)کارل مارکس

9. پیداوار کے نئے طریقوں کی نشوونما میں ترقی اور پھیلاؤ کی وجہ سے رشتہ کے نظام میں تبدیلی آہی ہے مندرجہ ذیل میں سے کس کا قول ہے؟

a)گیلن اور گیلن　　　　b)انتھونی گڈنس

c)کارل مانہم　　　　d)ایچ ایم جانشن

10. چیزاسالی کے درمیان کارشتہ کہلاتا ہے۔

a)رشتہ اجتناب　　　　b)مزاحیہ رشتہ

c)ٹیکنونیمی　　　　d)کوگنیٹ

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ چھوٹی اور بڑی بہن کے درمیان کس طرح کارشتہ ہوتا ہے اور یہ کس طرح تبدیل ہورہا ہے؟ سمجھائیے۔

2۔ بھائی اور بہن کے درمیان رشتے کی تبدیلی کی وجوہات کو سمجھائیے۔

3۔ رشتہ اجتناب ہندوستانی سماج کے قدیم رشتوں میں سے ایک رشتہ ہے۔ یہ رشتہ کس طرح تبدیل ہورہاہے سمجھائیے۔

4۔ مزاحیہ رشتہ کیاہے؟ اس کو سمجھائیں اور اس میں تبدیلی پر روشنی ڈالیے۔

5۔ ٹیکنونیمی کس طرح کا رشتہ ہے اس کو سمجھائیں اور اس میں تبدیلی پر روشنی ڈالیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ ہندوستانی سماج کے رشتے ناتاداری میں تبدیلی پر مضمون لکھیے۔

2۔ بین مذہبی شادی کی روایات اور رشتہ میں تبدیلی پر مضمون لکھیے۔

3۔ دوسرے ذات میں شادی کے روایات میں اضافہ پر مضمون لکھیے۔

4۔ ماہرین سماجیات ایچ ایم جانسن کے مطابق قرابت داری کے نظام میں تبدیلی پر نوٹ لکھیے۔

5۔ ہندوستانی قرابت داری پر جدیدیت کس طرح مرتب ہورہی ہے مثال دے کر سمجھائیے۔

اکائی 13۔ دیہی سماج

(Village Society)

اکائی کے اجزا

13.0 تمہید

13.1 مقاصد

13.2 دیہی سماج کی خصوصیات

13.3 دیہی سماج کا ارتقا

13.4 اے۔ آر۔ دیسائی کی گاؤں کی درجہ بندی

13.5 دیہی سماج کی ترقی

13.6 دیہی سماج میں تبدیلیاں

13.7 اکتسابی نتائج

13.8 فرہنگ

13.9 نمونہ امتحانی سوالات

13.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان کو گاؤں کا ملک کہا جاتا ہے۔ یہاں تقریباً چھ لاکھ سے زائد گاؤں ہیں جن میں ملک کی کل آبادی کے 69 فیصد لوگ رہائش پذیر ہیں۔ سماجیات اور انسانیات میں گاؤں کا مطالعہ اٹھارویں صدی سے لینڈ ہولڈنگ (Land Holding) کے سروے کے کام سے شروع کیا گیا تھا۔ منرو (Munro)، چارلس (Charles)، میٹ کاف (Metcalf)، ہنری مین (Henry Maine) اور بی۔ پوویل (B. Powell) جیسے کئی اسکالروں نے ہندوستانی گاؤں کو ملک سے کٹا ہوا (Isolated) پایا۔ سر چارلس میٹ کاف نے ہندوستانی دیہات کو اجارہ دار، متناسب اور غیر متزلزل وجود گردانا ہے۔ اس کے مطابق "دیہی سماج تقریباً ہر اعتبار سے ایک چھوٹا جمہوریہ (Republic) ہے جس میں رہتے ہوئے وہ تقریباً کسی بھی طرح کے غیر ملکی تعلقات سے آزاد ہیں۔" آزادی کے بعد ہندوستانی گاؤں کی ساخت اور تبدیلیوں پر بڑی تعداد میں مطالعے کیے گئے۔ مثلاً ایس۔ سی۔ دوبے (S.C.Dube) کی "Indian Villages"، ایم۔ این۔ سری نواس (M.N.Srinivas) کی "India's Villages"، ڈی۔ این۔ مجمدار (D.N.Majumdar) کی "Rural Profiles" اور میکن میریٹ (McKim Marriott) کی "Village India" وغیرہ۔ ان تمام مطالعات سے پتہ چلا کہ دیہات مستحکم، کٹا ہوا اور یکساں ہے لیکن وسیع معاشرے اور متفاوت افراد کی وجہ سے یہ بدل رہا ہے۔ منڈل بام (Mandelbaum) نے کہا کہ "گاؤں واضح طور پر ایک علاحدہ سماجی اور تصوراتی مقام نہیں ہے لیکن بہر حال یہ معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔" لوئی ڈومو (Louis Dumont) نے اپنے مطالعے میں دیہی سماج کے تین معنی بتائے ہیں۔ (1)۔ سیاسی سماج (2) زمین کے شریک مالکان اور روایتی معیشت و سیاست کی علامت (3) حب الوطنی کی نشانی۔ اس نظریہ کے مطابق ہندوستان میں دیہی سماج ملک کی معیشت اور سیاست کا حصہ رہا ہے جو کسی مخصوص مقام، گھر، گلی یا جگہ سے بالکل الگ ہے۔

13.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی میں دیہی سماج پر روشنی ڈالی جائے گی اور اس کے مطالعے سے آپ کو درج ذیل نکات سے متعلق معلومات حاصل ہوگی۔

- دیہی سماج سے متعلق مختلف ماہر سماجیات کے تصورات اور ان کے کام سے متعلق معلومات حاصل ہوگی۔
- دیہی سماج کی خصوصیات کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔
- روایتی دیہی سماج میں ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوگی۔

13.2 دیہی سماج کی خصوصیات (Characteristics of Village Society)

یہاں گاؤں کی خصوصیات پیش کی جا رہی ہیں:

1۔ سماجی تنظیم کی بنیاد پر (Based on Social Organization): سماجی تنظیم گاؤں کا ایک لازمی جزو ہے، گاؤں کے لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں اور گاؤں کی ترقی کے لیے کام کرتے ہیں۔ ان کے یہاں رشتوں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، اسی لیے ان کے تعلقات آپس میں بہت

مضبوط اور مستحکم ہوتے ہیں۔ سب ایک دوسرے کے غم اور خوشی میں شامل رہتے ہیں۔ اگر کسی کے گھر میں شادی ہے تو پورے گاؤں کے لوگ بغیر کسی مفاد کے ایک ساتھ کام کرتے ہیں کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ گاؤں ان کا خاندان (**Family**) ہے، اسی طرح اگر کسی کے یہاں کوئی غم اور دکھ کا موقع ہوتا ہے تو پورے گاؤں کے لوگ ان کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔

2۔لوگوں کا گروہ(Group of People): گاؤں کا سماج ایک گروہ کی شکل میں دیکھا جاتا ہے جس میں لوگ بغیر مفاد کے دلچسپی کے ساتھ حصہ لیتے ہیں۔

3۔ متعین علاقہ (Definite Locality): متعین علاقہ دیہی سماج کی ایک بنیادی چیز ہے۔ لوگوں کا ایک گروہ دیہی سماج کی تشکیل اسی وقت کرتا ہے جب وہ ایک متعین علاقے میں رہنا شروع کرتے ہیں۔

4۔ چھوٹا سائز(Small Size): دیہی سماج ایک چھوٹے علاقے میں بسا ہوتا ہے۔ ہندوستان میں مردم شماری کے مطابق ایک علاقے میں پانچ ہزار تک کی آبادی کو گاؤں کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اسّی فیصدی گاؤں کی آبادی ایک ہزار سے کم ہے۔

5۔ پڑوس کی اہمیت(Importance of Neighbourhood): پڑوسیوں کو گاؤں کی زندگی میں ایک مقام حاصل ہے۔ ایک دوسرے کے قریب رہنا اور ساتھ میں رہنے کا احساس، دوستی، ہمدردی اور قربت جیسے عوامل دیہی علاقوں میں پاس پڑوس کی اہمیت کو بڑھاوا دیتے ہیں۔ جہاں تک دیہی سماج کا تعلق ہے لوگ پڑوسیوں کو اپنوں کی طرح مانتے ہیں۔ یہاں تک کہ پڑوسیوں کو دور رہنے والے رشتے داروں سے بھی زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔ مصیبت کے وقت وہ ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔

6۔ برادری جذبات(Community Sentiments): برادری یا کمیونٹی کے جذبات گاؤں کے سماج کا بنیادی عنصر ہیں۔ گاؤں کے لوگ اپنے تعلق اور جذبات کے احساسات کو پیش کرتے ہیں۔ اکثر وہ "میرا گاؤں" کے ذریعے وہ اپنے فطری جذبات کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ لوگوں میں جسمانی اور نفسیاتی اطمینان کے لیے ایک دوسرے پر انحصار کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

7۔ بنیادی رشتوں کی نمایاں حیثیت(Predominance of Primary Relations)**:** کسی بھی گاؤں کو عام طور پر ایک بنیادی گروہ کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ ذاتی طور پر اولیت اور اس طرح کے پائیدار تعلقات کو اس کی خصوصیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ انسانی تعلقات میں سادگی اور اخلاص ہوتا ہے۔ دیہی سماج کے سیاق میں قریب کے گروہ زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

8۔ مشترکہ خاندانی نظام(Joint Family System)**:** دیہی سماج میں آج بھی مشترکہ خاندانی نظام کو ہی بنیادی ڈھانچے کی اہمیت حاصل ہے۔ گھر کے تمام لوگ ایک ہی چھت کے نیچے رہتے ہیں اور ایک ہی چولہے پر پکا ہوا کھانا کھاتے ہیں، جائیداد میں برابر کے شریک ہوتے ہیں، مشترکہ طور پر عبادات میں شامل ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کا خصوصی طور پر خیال رکھتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ شہر اور قصبوں کے مقابلے گاؤں میں مشترکہ خاندان کا رواج زیادہ ہے۔

9۔ شادی(Marriage)**:** گاؤں میں زیادہ تر درون ازدواج (Endogamy) کا رواج ہے۔ یہاں لڑکا اور لڑکی کو اپنی مرضی کا ہم سفر تلاش کرنے کی آزادی نہیں دی جاتی۔

10۔ زرعی معیشت(Agricultural Economy)**:** دیہی سماج میں زراعت سب سے بڑا پیشہ ہے۔ یہ بنیادی طور پر دیہی باشندوں

کے لیے ان کی سماجی زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے جس کے اطراف ان کی پوری سماجی زندگی، روزمرہ کی ضروریات، عادات اور رویے چکر لگاتے ہیں۔ گاؤں کا ایک چھوٹا طبقہ جیسے بڑھئی، صفائی والا، پھل والا وغیرہ گزر بسر کے لیے غیر زراعتی کاموں پر منحصر ہوتا ہے لیکن یہ کام بھی بالواسطہ طور پر زراعت سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

11۔ذات پات کا نظام(Caste System)**:** ذات پات کا نظام دیہی سماج کا خاصا ہے۔اس کی بنیاد پر لوگوں کے رول، رتبہ، پیشہ اور ازدواجی تعلقات کا تعین کیا جاتا ہے۔ذات پات کا نظام دیہی باشندوں پر ایسے فیصلہ کن اثرات ڈالتا ہے کہ اسے دیہی زندگی کا "الفا اور اومیگا" کہا جاتا ہے۔

12۔ججمانی نظام(Jajmani System)**:** ہندوستان میں دیہی سماج کی ایک اور خصوصیت ججمانی نظام ہے۔اس نظام کے تحت کسی ایک ذات کے لوگ یا کئی ذاتوں کے لوگ دوسری ذات کے لوگوں کی خدمات انجام دیتے ہیں۔جن لوگوں کو یہ خدمات میسر آتی ہیں انہیں ججمان کہا جاتا ہے اور جو لوگ خدمت کرتے ہیں انہیں "کامن" یا "کمین" کہا جاتا ہے۔کمین کو اس کے بدلے میں چھ ماہ یا ایک سال میں اناج یا اشیا کی شکل میں اجرت دی جاتی ہے۔شادی، پیدائش یا انتقال کے موقع پر کامن کو اضافی اجرت بھی دی جاتی ہے۔ججمانی نظام مختلف ذاتوں کے کنبوں کو ایک موروثی، مستقل اور متعدد رشتوں میں باندھتا ہے۔بعد میں ہندوستان میں سماجی معاشرتی اور سیاسی تبدیلیوں نے اس نظام کو بہت کمزور کر دیا۔

13۔سادہ اور پرامن زندگی(Simple and Peaceful Life)**:** یہ بات بھی کافی دلچسپ ہے کہ مادیت پرستی کے اس دور میں بھی ہندوستان کے دیہی سماج میں سادگی، سکون اور امن کا ماحول برقرار ہے۔گاؤں میں کسی طرح کا شور شرابہ نہیں ہوتا ہے اور فضا میں آلودگی بھی نہیں ہوتی ہے۔گاؤں کے لوگ عام طور پر سادہ طرز زندگی اور اعلی فکر کے خیال کی پیروی کرتے ہیں۔گاؤں کے لوگ سیدھے سادے ہوتے ہیں۔ان کی زندگی پُر سکون اور پُر امن ہوتی ہے۔جدید تہذیب کی احمقانہ سرگرمیاں وہاں شاذ و نادر ہی دکھائی دیتی ہیں۔حالانکہ کبھی کبھی دھول کے غبار میں گھری کچی سڑک کے کنارے کار یا بس کو چلتے ہوئے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔لیکن مجموعی طور پر گاؤں کی روایتی زندگی امن اور سکون کے ساتھ گزرتی ہے۔گاؤں کے لوگ سادہ زندگی، سادہ کھانا، سادہ ملبوسات کے ساتھ رہتے ہوئے جدید تہذیب کے جال سے پوری طرح آزاد رہتے ہیں۔

آج کل ہندوستانی گاؤں میں کچھ تبدیلی دیکھنے کو مل رہی ہے جیسے پرانے مٹی کے گھروں کی جگہ نئی طرز کی عمارتوں نے لے لی ہے۔گاؤں کے جوان لڑکے لڑکیوں کا فیشن کی طرف رجحان بھی بڑھ رہا ہے لیکن یہ تبدیلی آہستہ آہستہ ہو رہی ہے۔

14۔مذہب میں عقیدہ(Faith in Religion)**:** دیہی زندگی میں مذہب ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔یہاں کی تمام سرگرمیوں مثلاً فصل کی بوائی، کٹائی، بچوں کی پیدائش، شادی، بیماری، موت وغیرہ میں مذہبی اثرات واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔اس طرح کے تمام مواقع پر دیہات کے لوگ "پوجا"، "میلا" یا "کیرتن" کی شکل میں مذہبی تقاریب کا انعقاد کرتے ہیں۔اس طرح گاؤں والوں کا مذہب پر یقین بہت پختہ ہوتا ہے۔

15۔پنچایت(Panchayat)**:** قدیم دور اور مغلیہ دور میں دیہات میں کافی حد تک خود مختار حکومتیں غالب رہیں۔دیہی کونسل نے امن و

امان کی بحالی، تنازعات کے حل، تہواروں کو منانے، سڑکوں، پلوں اور ٹینکوں کی تعمیر جیسی مختلف ذمہ داریوں کو بھی انجام دیا ہے۔ دوسری طرف ذات پات سے متعلق مسائل، جائیداد اور خاندانی تنازعات اور دوسری سنجیدہ قسم کی دیگر سرگرمیوں کو بھی پنچایت کے ذریعے دیکھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں انگریزوں کی آمد اور اعلیٰ مرکزی نظام کے نافذ ہونے کے بعد سے پنچایت کا زوال شروع ہو گیا۔ ان کی جگہ انگریزی عدلیہ نے لے لی اور گاؤں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے انہوں نے اپنے افسر مقرر کر دیے۔ اگرچہ لارڈ رپن(Lord Rippon) کے زمانے سے گاؤں کے پرانے اور خود مختار نظام کو دوبارہ نافذ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس سمت میں کام بہت سست رفتاری سے ہوا۔ آزادی کے بعد پنچایتی نظام کو مزید استحکام بخشنے کے لیے بہت سی کوششیں کی گئیں تاکہ یہ دیہی ترقی کی راہ میں مثبت کردار ادا کر سکے۔ تہترویں (73rd)ترمیمی قانون، 1993 نے ملک میں مضبوط پنچایتی راج ادارے کی بنیاد رکھی۔

16۔ متجانسیت (Homogeneity)**:** آبادی میں ہم آہنگی دیہی سماج کی ایک اور اہم خصوصیت ہے۔ گاؤں کے لوگ اپنے لباس، بات چیت، عقائد، اقدار اور طرز عمل میں مماثلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

17۔ غیر رسمی سماجی کنٹرول(Informal Social Control)**:** دیہی سماج میں سماجی اختیارات براہ راست اور غیر رسمی ہوتے ہیں۔ بنیادی گروہ مثلاً خاندان، پڑوسی وغیرہ کو گاؤں میں سماجی اختیارات کی سب سے طاقتور اکائی کہا جاتا ہے۔ روایتی گرام پنچایت بھی سماج کے منحرف ممبران پر قابو رکھتی ہے۔

18۔ نقل و حمل(Mobility)**:** دیہی آبادی کی علاقائی، پیشہ ورانہ اور سماجی حرکت پذیری محدود ہوتی ہے۔ اس کی وجہ دیہی علاقوں میں تعلیم کی اطمینان بخش صورت حال کا فقدان ہے۔

19۔ خواتین کا مرتبہ(Status of Women)**:** عام طور پر گاؤں کی عورتیں زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہوتی ہیں اور ان کا سماجی درجہ (Social Status) شہری عورتوں کے مقابلے کافی پست ہوتا ہے۔ کم عمر میں شادی، مشترکہ خاندانی نظام، روایتی نظریات، قدیم اقدار اور تعلیم کی کمی جیسے عوامل خواتین کی اس پست حالت کے ذمے دار ہیں۔

20۔ معیار زندگی(Standard of Living)**:** زیادہ غربت اور روزگار کے مواقع کی کمی کی وجہ سے گاؤں کے لوگوں کا معیار زندگی اچھا نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ان میں سے بیشتر لوگ گھر اور تفریحی مقامات جیسی بنیادی سہولیات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

21۔ ہندوستانی تہذیب کا محافظ(Preserver of Indian Culture)

گاؤں کے باشندے پرانے رسم و رواج اور روایات کے ساتھ مضبوطی سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر بنیادی طور پر قدامت پرست ہوتا ہے اور وہ کسی بھی طرح کی تبدیلی کو مشکل سے قبول کرتے ہیں۔ وہ پرانے رواج سے لگاؤ رکھتے ہیں اور شادی اور دیگر رسومات میں ہونے والی جدید تبدیلیوں پر عمل کرنے میں کوفت محسوس کرتے ہیں۔ ہندوستانی گاؤں پر لکھتے ہوئے سر چارلس میٹ کاف نے لکھا ہے کہ "وہ اتنا پیچھے ہیں کہ ان کے پیچھے کچھ اور نہیں ہے۔ حکومتیں ختم ہو جاتی ہیں اور انقلاب سے انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ ہندو، پٹھان، مغل، مراٹھا، سکھ، انگریز سبھی اس تبدیلی میں کچھ سے کچھ ہو گئے لیکن گاؤں ابھی بھی اپنی روایت پر چل رہا ہے۔" مجموعی طور پر ہندوستانی گاؤں کے لوگ میں اب بھی پروشارتھ کے نظریہ اور کرم کے عقائد میں یقین کرتے ہیں اور قربانی اور مذہبی رجحان کی روشنی میں سادہ اور فطری

زندگی گزارنے میں یقین رکھتے ہیں۔

22۔ کٹاہوااور خود مکتفی(Isolation and Self-Sufficiency)

تقریباً انیسویں صدی کے وسط تک ہندوستان میں گاؤں خود کفیل اور علاحدہ اکائی تھے۔ گاؤں کے لوگوں کا باہری لوگوں سے تعلق بہت کم تھا۔ان کی ضروریات کی تمام چیزیں گاؤں میں ہی دستیاب تھیں۔ ہر گاؤں اپنے آپ میں مکمل اور منظم تھا۔لوگوں کی کھیتی کی اپنی زمینیں ہوتی تھیں یاوہ کسی کرائے کی زمین میں اپنے حقوق کے ساتھ کھیتی کرتے تھے،ان میں سے کچھ پر کھیتی بھی کرتے تھے اور باقی تمام کو پیسے کے بدلے دوسروں کو کاشت کے لیے دیتے تھے یاپوری زمین کرائے پر ایک سالہ معاہدہ کے تحت دے دیتے تھے۔ان کے بعد کھیت میں کام کرنے والے مزدوروں کا شمار کیاجاتا تھا۔کسی کے پاس ایک یادو کھیت ہوتے تھے۔کچھ لوگ کھیت میں کام کرتے تھے اور دستکار تھے مثلاً چمڑے کاکام کرتے تھے اور اس کی اجرت پاتے تھے۔ چھوٹے گاؤں میں ایک یادوماہر کاریگر، بڑھئی یالوہار ہوتے تھے جو کاشت سے متعلق اوزاروں، بیل گاڑی اورڈھکلی کی مرمت کرتے تھے۔گھر کی ضروریات سے متعلق سامان کے لیے ایک دودکانیں ہوتی تھیں جن کے مالک عام طور پر گاؤں میں پیداہونے والی چیزوں کی خرید فروخت کرتے تھے اور لوگوں کو ادھار پیسے دے کر اس سے نفع کماتے تھے۔ مختصراً یہ کہ یہ اپنے آپ میں ایک سماج تھا۔

بدلتے ہوئے سیاسی اور معاشی حالات ہندوستانی گاؤں کی علاحدگی اور خود کفالت کو ختم کر رہے ہیں۔ نقل وحمل اور مواصلات کے ذرائع کی تیز رفتار ترقی نے گاؤں اور شہر کے درمیان کے فاصلے کو ختم کر دیاہے۔کسان اب سماجی طور پر بلکہ اقتصادی طور پر پڑوس کے شہر یا قصبے سے جڑے ہوئے ہیں۔سیاسی جماعتوں نے شہر کی حدود سے الگ جاکر گاؤں کو اپنی سرگرمیوں کامرکز بنادیاہے۔

23۔ استحکام اور تسلسل(Stability and Continuity)

ہندوستان میں دیہی معاشرہ نسبتاً زیادہ مستحکم ہوتا ہے۔جس کی وجہ غالباً دیہی سماج کے لوگوں میں ایک دوسرے کے تئیں خوش اخلاق سلوک، خاندانی رواج اور معاشرتی زندگی کی روایات وغیرہ ہیں۔یہ دیہی سماج کی اہم خصوصیات ہیں۔ گاؤں کی زندگی شہر کے مقابلے زیادہ فطری اور منظم ہوتی ہے۔

اس حقیقت کے باوجود کہ گاؤں کے لوگ معاشی طور پر مضبوط اور مستحکم نہیں ہوتے ہیں تاہم سادگی کی وجہ سے ان کی زندگی اطمینان بخش ہوتی ہے۔حالانکہ اس بات کااعتراف کیاجاناچاہیے کہ مذکورہ بالا خصوصیات زیادہ تر نظریہ کی سطح پر ہی موجود ہوتی ہیں۔ لیکن کچھ برسوں میں ان کی خصوصیات معاشرتی تبدیلی کے عمل کی وجہ سے جزوی یاکلی طور پر ختم ہورہی ہیں۔اگرچہ یہ پورے معاشرے میں نہیں ہیں تاہم ان کی اہمیت ہے۔

24۔ غربت اور ناخواندگی(Poverty and Illiteracy)

غالباً ہندوستانی گاؤں کا سب سے افسوس ناک پہلو دیہی سماج کے لوگوں کی غربت اور ناخواندگی ہے۔یہاں وہ بہت کم آمدنی والے غریب لوگ ہوتے ہیں۔وہ غیر صحت مند غذا کھاتے ہیں اور بھدے کپڑے پہنتے ہیں۔ غربت اور ناخواندگی اور غیر معیاری غذا کے نتیجے میں ان کی پیداواری صلاحیت منفی طور پر متاثر ہوتی ہے۔غریبی کے علاوہ لوگ لاعلمی اور ناخواندگی کا شکار بھی ہوتے ہیں۔ تعلیم کے مواقع بہت کم

ہوتے ہیں۔ دیہات میں عام طور پر اسکولوں کی حالت خستہ ہوتی ہے۔ اعلی تعلیم کی سہولیات کا فقدان ہوتا ہے۔ غربت کی وجہ سے گاؤں کے لوگ اپنے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے شہر نہیں بھیج پاتے ہیں۔ لاعلمی کی وجہ سے وہ نہ تو کھیتی باڑی اور نہ ہی دوسرے ذرائع سے معاش کا کوئی ذریعہ بناپاتے ہیں۔ اس طرح غربت ناخواندگی اور دیہاتیوں کی پسماندگی کا سبب اور اثر ہے۔

13.3 دیہی سماج کا ارتقا (Evolution of Village Society)

دیہی سماج کی ارتقا کے درج ذیل مراحل ہیں:

1۔ ابتدائی دیہی سماج(Primitive Village Society)**:** ابتدائی دیہی معاشرہ دس یا بیس خاندان کی مختصر تعداد پر مشتمل ہوتا تھا۔ وہ لوگ ایک دوسرے سے بہت قریب ہوتے تھے۔ مواصلات اور آمد ورفت کے وسائل کی کمی کی وجہ سے دیہات کے لوگ ایک دوسرے سے کافی دور اور الگ رہتے تھے جس کے نتیجے میں شرح پیدائش میں اضافہ ہوگیا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ خاندانی رشتے میں بندھے ہوتے تھے۔ قدیم دیہی سماج کو اجتماعی بنیاد تشکیل دیا گیا تھا۔ وہاں زمین کا کوئی مسئلہ درپیش نہیں تھا۔ زمین عوام کی ملکیت تھی اور تمام لوگ مشترکہ طور پر اس کا استعمال کرتے تھے۔ قدیم دیہی سماج میں رشتے داروں اور زمین کے ساتھ معاشرے کی قربت نے لوگوں کے جذبات واحساسات کو متاثر کیا۔

2۔ عہد وسطی کا دیہی سماج(Medieval Village Society)**:** عہد وسطی کے دیہی سماج میں نہ تو رشتے ناتے لوگوں کو جوڑنے میں کوئی نمایاں کردار ادا کر پائے اور نہ ہی اس وقت تک زمین سے متعلق لوگوں کا اس طرح کا معاملہ رہا۔ جاگیر دارانہ نظام وجود میں آگیا تھا۔ زمین پر اشرافیہ طبقہ اور ان کے متعلقین کا قبضہ ہوگیا۔ اس پر وہ لوگ کرائے پر کاشت کرتے تھے جو جاگیر داروں سے قریب ہوتے تھے۔

3۔ جدید دیہی سماج(Modern Village Society)**:** عہد جدید میں صنعت کاری کے ظہور کے ساتھ شہریانا وجود میں آیا۔ شہری گروہ تہذیب پر غالب ہونے لگے۔ ہندوستان میں شہریانا کے غلبے کے باوجود آبادی کا ایک بڑا حصہ دیہات میں رہتا ہے۔ آج کا دیہی معاشرہ قدیم دیہی سماج سے بالکل الگ ہے۔ آبادی میں اضافے کی وجہ سے قربتیں ختم ہوگئیں۔ زمین کی اجتماعی کاشت کا تصور بھی موجود نہیں رہا۔ اس طرح قدیم اور جدید سماج ایک دوسرے کے برعکس ہوگئے۔ تاہم ان دونوں کے درمیان ایک تسلسل برقرار ہے۔

13.4 اے۔ آر۔ دیسائی کی گاؤں کی درجہ بندی(Stratification of A.R. Desai)

اے۔ آر۔ دیسائی (A.R.Desai) کی دیہی سماج کی درجہ بندی: اے۔ آر۔ دیسائی نے آبادی والے علاقے میں رہنے والے لوگوں کی بنیاد پر دیہی علاقوں کی درجہ بندی کی۔ انہوں نے دیہی سماج کو تین وسیع حصوں میں تقسیم کیا جو اس طرح ہے:

1۔ زرعی دیہی نقلیاتی سماج (Mirgratory Agricultural Village Society): یہ وہ گاؤں ہوتے ہیں جہاں لوگ ایک مقررہ مدت کے لیے قیام کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کو چلے جاتے ہیں۔ اس قسم کے گاؤں میں زیادہ تر قبائلی یا نیم خانہ بدوش لوگ رہتے ہیں۔

2۔ نیم مستقل زرعی دیہی سماج(Semi-Permanent Agricultural Village Society):اس طرح کے گاؤں میں لوگ پانچ دس سال کی مدت تک رہتے ہیں۔ وہ اپنا گھر بناتے ہیں، کھیتی باڑی کرتے ہیں اور جب زمین میں پیداواری صلاحیت ختم (بنجر) ہو جاتی ہے تو وہ گاؤں چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں چلے جاتے ہیں۔

3۔ مستقل زرعی دیہی سماج(Permanent Agricultural Village Society) : گاؤں کی یہ وہ قسم ہے جہاں لوگ مستقل طور پر صدیوں سے رہتے آرہے ہوں۔ یہاں لوگوں کی نسل در نسل آباد رہتی ہے۔ یعنی اس قسم کے لوگ کئی نسلوں یا صدیوں سے رہتے ہیں۔ اپنے ذریعہ معاش کے لیے وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اس طرح کے گاؤں پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں زیادہ تر گاؤں اسی زمرے سے تعلق رکھتے ہیں۔

13.5 دیہی سماج کی ترقی (Growth of Rural Society)

دیہی سماج کی نشوونما کے لیے مختلف عوامل کارگر ہوتے ہیں جس میں سے چند اس طرح ہیں:

1۔ ٹوپوگرافیائی عوامل(Topographical Factors)

ٹوپوگرافیائی عوامل میں زمین، پانی اور آب و ہوا شامل ہوتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ اہمیت زمین کو حاصل ہے جس نے گاؤں کے معاشرے کو مستقل طور پر آباد کرنے میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ زرخیز زمینوں پر بسنے والی آبادی زیادہ خوش حال اور ترقی یافتہ ہوتی ہے۔ پانی اور آب و ہوا کی سہولت بھی گاؤں کی ترقی اور خوش حالی میں معاون ہوتی ہے۔ دیہی معاشرے کی نشوونما کے لیے معتدل آب و ہوا سب سے زیادہ ساز گار ہے۔

2۔ معاشی عوامل(Economic Factor)

معاشی عوامل کے تحت زرعی عناصر، دیہی معیشت اور خورد صنعتی عناصر کو شامل کیا جاتا ہے۔ گاؤں کے معاشی حالات کا دارومدار کاشت پر ہوتا ہے۔ اگر فصل اچھی ہوتی ہے تو گاؤں کے لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہوتی ہے۔ گاؤں کی معاشی ترقی میں گاؤں کی معیشت بھی ایک اہم عنصر ہے اور یہ زراعے سے حد درجہ قریب ہوتی ہے۔ گاؤں میں اشیاء کو خریدنے کی قوت ہونی چاہیے۔ انہیں اپنے سامان کی مارکیٹنگ کی سہولت ملنی چاہیے۔ خورد صنعتی عناصر کا شمار بھی اہم عوامل میں ہوتا ہے۔ اس میں لوگوں کو گھر بیٹھے ہوئے کچھ کام کر کے کمانے کا موقع ملتا ہے جو ان کی اضافی آمدنی کا ذریعہ ہے۔ اس طرح دیہی سماج میں خورد صنعتی عناصر کی ترقی کو ترجیح دی گئی۔

3۔ سماجی عوامل(Social Factor)

سماجی عوامل میں امن سب سے اہم ہے۔ لوگ ہمیشہ ایسی جگہ رہنا پسند کرتے ہیں جہاں سکون ہو۔ انہیں اس بات کا بھروسہ ہونا چاہیے کہ باہری لوگ ان کی فصل کو نقصان تو نہیں پہنچائیں گے اور وہ اپنی کاشت کاری کو سکون کے ساتھ انجام دے سکیں گے۔ سکون یا امن کے بعد تحفظ کا معاملہ آتا ہے۔ لوگ اپنی جان و مال کی حفاظت چاہتے ہیں۔ وہ اپنے رہنے کے لیے ہمیشہ محفوظ جگہ کی تلاش کرتے ہیں۔ تعاون کا دیہی معاشرے کے اہم سماجی عوامل میں شمار ہوتا ہے۔ زراعت کے ہر شعبے میں باہمی تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیہی معاشرے کی مستقل آباد

کاری میں معاشرتی عوامل اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

13.6 دیہی سماج میں تبدیلیاں(Change in Village Society)

تبدیلی فطرت کا ایک ایسا قانون ہے جس کا وقوع مستقل طور پر ہوتا رہتا ہے۔سماج میں تبدیلی کے مختلف اسباب ہوتے ہیں جو بالواسطہ یا بلاواسطہ سماج کی ہر اکائی کو متاثر کرتے ہیں۔ہندوستانی سماج میں جدید تعلیم، شہر کاری، صنعت کاری اور ہجرت وغیرہ کی وجہ سے بڑے پیمانے پر تبدیلیاں آئی ہیں، اور ان تبدیلیوں کے نتیجے میں سماج کا ہر شعبہ متاثر ہوا ہے۔ گاؤں جو شہری آبادی سے الگ ہے وہاں بھی ان تبدیلیوں کے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔ نتیجتاً گاؤں میں رہنے والوں کے طور طریقے، ان کے روایتی رسوم ورواج، ان کی سوچ وفکر، لباس اور فیشن کو لیکر ان کے مزاج میں بہت نمایاں تبدیلی ہوئی ہے۔ الغرض دیہات کی جملہ تہذیب اور ثقافت میں تبدیلی ہوئی ہے۔ تبدیلی کا یہ عمل اگرچہ شہری علاقوں کے مقابلے گاؤں میں سست اور بتدریج کم ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ گاؤں میں بالکل بھی تبدیلی نہیں آئی۔ دیہی معاشرے میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں۔

1۔ذات پات کا نظام(Caste System)

ذات پات ہندوستانی سماج کا ایک لازمی جز ہے۔اگر آپ ہندوستانی سماج کے کسی بھی پہلو کا مطالعہ کرنا چاہیں تو اس(ذات پات اور اس کے اثرات) کو نظر انداز نہیں کرسکتے ۔ ذات پات کا یہ ادارہ صدیوں سے یہاں قائم ہے اور اس کی جڑیں اس سماج کی تہہ میں پیوست ہیں۔جس طرح وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ سماج کے ہر حصے میں تبدیلی ہوئی ہے، اسی طرح ذات پات کی شدت میں بھی غیر معمولی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ہندوستان میں انگریزی حکومت نے دیہات میں ذات پات کے نظام کو متاثر کیا ۔انگریز حکمرانوں کی معاشی پالسی اور قانون نے مختلف ذات کے لوگوں کو روایتی پیشوں کے علاوہ دوسرے پیشوں کو اپنانے پر مجبور کیا۔ ذات پات پنچایت کی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔دیہات کے لوگوں کی حیثیت کا تعین ان کی معاشی اور ذاتی بنیاد پر کیا گیا تھا۔ذات پات کی بنیاد پر کھانا، لباس، طرز زندگی اور دیگر امور پر عائد کی جانے والی پابندیوں کو ہٹا دیا گیا۔ یہاں تک کہ چھوا چھوت بھی کم ہو گیا۔اس طرح گاؤں میں ذات پات کے نظام کی روایتی گرفت بہت حد تک کمزور ہوئی ہے۔اس کے باوجود خود غرض سیاسی مفادات کی وجہ سے ذات پات کے نظام کو تقویت مل رہی ہے۔

2۔ججمانی نظام(Jajmani System)

ہندوستان میں دیہی سماج کی ایک خصوصیت ججمانی نظام ہے جو نچلی ذات کے لوگوں کی حیثیت کو بڑھانے کے لیے حکومت کی کوششوں اور شہر کاری کے اثرات کی وجہ سے اب کمزور ہو چکا ہے۔چونکہ ججمانی نظام ذات پات کی درجہ بندی پر مبنی ہے۔اس لیے جب ذات پات کے نظام میں تبدیلی ہوئی تو ججمانی نظام میں بھی لازمی طور سے تبدیلی واقع ہوئی۔ گاؤں کے لوگوں کے پیشے اب مکمل طور پر موروثی یا ذات پات کے نظام پر مبنی نہیں رہے۔اب ہر انسان اپنی قابلیت اور اہلیت کی بنیاد پر جو پیشہ چاہے اختیار کر سکتا ہے، کسی خاص پیشے کے اختیار کرنے اور نہ کرنے میں کسی کا کوئی جبر نہیں ہے۔اسی طرح ججمانی نظام میں بہت طرح کی تبدیلیاں ہو گئی ہیں۔اس نظام میں ایک تبدیلی یہ ہے کہ اس میں نچلی ذات کے لوگوں کے ذریعے دی جانے والی خدمات کے لیے اب پہلے کی طرح اشیا نہیں بلکہ زیادہ تر پیسے دیے جاتے ہیں۔ اسی

طرح ججمانی نظام کا وجود بھی اب بہت تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔

3۔ خاندانی نظام(Family System)

مشترکہ خاندانی نظام اب دیہی معاشرے سے ختم ہو گیا ہے۔ اس کی جگہ علاحدہ کاموں نے لے لی ہے۔ غذا لباس اور شادی کے معاملات میں لوگوں کا اپنے خاندان پر کنٹرول ختم ہو گیا ہے۔ خاندان اب معاشی اکائی نہیں ہے۔ گھر میں کی جانے والی بہت سی کارکردگیوں کا انحصار اب باہری ایجنسیوں پر ہو گیا ہے۔ گاؤں کی لڑکیوں کی تعلیم نے دیہی خواتین کے درجے کو بلند کیا ہے۔

4۔ شادی بیاہ کا نظام(Marriage System)

شادی کے طور طریقوں میں بھی اب تبدیلی آگئی ہے۔ اگرچہ بین ذات شادیاں کم ہوتی ہیں اور والدین رشتے طے کرتے ہیں پھر بھی جوڑے کے انتخاب کے لیے والدین سے مشورہ کیا جاتا ہے۔ تعلیم، معاشی حصول، خوبصورتی اور شادی کے شراکت داروں کی ظاہری شکل جیسے انفرادی خصوصیات کو پرانے خاندانی معاملات پر ترجیح دی جاتی ہے۔ شادی کی رسومات بھی اب محدود ہو گئی ہیں۔ کم سنی میں شادی کا رواج بالکل ختم ہو گیا ہے۔

5۔ معیار زندگی(Living Standard)

دیہی سماج میں معیار زندگی بتدریج بہتر ہوتا جارہا ہے۔ دیہات میں کم معیاری غذا کا رواج بھی ختم ہو چکا ہے۔ اب اس میں سبزی، دودھ، بریڈ، چائے اور گھی وغیرہ بھی شامل ہوتا ہے۔ لباس میں بھی شہر کا انداز آگیا ہے۔ نوجوان پتلون (پینٹ) اور لڑکیاں فراک اور بیل باٹم پہنتی ہیں۔ یہاں تک کہ بزرگ عورتیں قمیض کے بجائے بلاؤز پہنتی ہیں۔ دستکاری کے بجائے مل سے بننے والے کپڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ چاندی کے بھاری گہنوں کی جگہ اب سونے کے زیورات استعمال کرتے ہیں۔ نوجوان ننگے سر رہتے ہیں اور ان کے بال لمبے اور کنگھی کیے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ لڑکیاں جمالیاتی مصنوعات کا استعمال کرتی ہیں۔ لوگ اب پکے مکانوں میں رہتے ہیں۔ مکان ہوادار اور خوبصورت ہیں اور بعض جگہ بجلی بھی ہے۔ کچھ گھروں میں پنکھے بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ زیادہ تر گھروں میں مٹی کے دیوں کے بجائے لیمپ استعمال ہوتے ہیں۔ بعض گھروں میں گوبر گیس کے پلانٹ بھی لگے ہیں۔ لوگوں کی صفائی سے متعلق عادات میں بہتری آئی ہے۔ نہانے اور کپڑے دھونے کے لیے صابن کا استعمال کیا جاتا ہے۔ داڑھی بنانے کے لیے حفاظتی ریزر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ پانی کی نکاسی کا نظام بھی بہتر ہوا ہے۔ بنیادی صحت مراکز نے گاؤں کے عوام کو صحت سے متعلق آگاہ کیا ہے۔ ویکسینیشن کی وجہ سے وبائی امراض کا خطرہ کم ہو گیا ہے اور دیگر حفاظتی اقدامات بھی کیے گئے ہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے پروگرام کو اپنا رہے ہیں اور وہ اپنے خاندان کے سائز کو محدود کرنے کے لیے اقدامات کر رہے ہیں۔ وہاں اسکول بھی کھل گئے ہیں۔ بعض گاؤں میں ڈگری کالج اور پی جی کالج بھی ہیں۔ بعض گاؤں میں زرعی اور دیگر دیہی ادارے بھی کھل گئے ہیں۔

6۔ معاشی نظام(Economic System)

معاشی سطح پر بھی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ تعلیم یافتہ نوجوان اپنے وطن میں آباد ہونے کے بجائے شہروں میں تعلیم کے خواہاں

ہیں۔زراعت کے نئے سائنسی آلات کا مطالبہ بھی بڑھ رہا ہے۔فصل کی پیداوار کو بڑھانے کے لیے کسانوں کو نئے نئے طریقے سکھائے گئے ہیں۔دیہی کوآپریٹیو سوسائٹی نے بیج، کھاد اور قرض کے تئیں گاؤں کے لوگوں کے مسائل اور پریشانیوں کو کم کیا ہے۔ساہوکاری نظام ختم ہو رہا ہے اور گاؤں میں زیادہ سے زیادہ بینک کھولے جا رہے ہیں۔گاؤں میں صنعت کاری کے لیے سرکار معاشی امداد اور دوسری سہولیات فراہم کر رہی ہے۔فی کس آمدنی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔معاشی استحصال کم ہوا ہے اور کسانوں کو ان کی فصل کے اچھے دام مل رہے ہیں۔

7۔سیاسی نظام(Political System)

"پنچایت" کے قیام نے گاؤں کے لوگوں کے سیاسی شعور میں اضافہ کیا ہے۔کچھ علاقوں میں اخبار، ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے دیہاتی لوگوں کی سیاسی معلومات میں وسعت بخشی ہے۔حالانکہ سیاسی جماعتوں نے لوگوں کو گروہ میں تقسیم کر دیا ہے اور گروہ بندی کو بڑھاوا دیا ہے۔ذات پات کے تنازعہ کے ساتھ ہی گروہ میں دشمنی بڑھی ہے۔لوگوں میں احساس کی کمی ہوئی ہے۔خود غرضی اور انفرادیت کو بھی بڑھاوا ملا ہے۔یہ اس بات کی شہادت ہے کہ اب گاؤں ایک جامد معاشرہ نہیں بلکہ متحرک ہو چکا ہے۔سر چارلس میٹ کاف کی یہ بات بھی غلط ثابت ہوتی ہے کہ ہندوستان میں دیہات کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔

ہندوستان کے گاؤں اس وقت عبوری دور سے گزر رہے ہیں۔سماجیاتی نقطہ نظر سے پرانے سماجی تعلقات اور روابط اب ختم ہو گئے ہیں۔معاشرتی شعور مستقل طور پر کم ہو رہا ہے۔ملک کی سیاست نے گاؤں کے لوگوں کی پُرامن زندگی کو گڑھے میں ڈھکیل دیا ہے اور انہیں سیاست اور ذات پات کی بنیاد پر تقسیم کر دیا ہے۔مشترکہ خاندانی نظام تیزی سے ختم ہو رہا ہے اور اخلاقی قدریں بھی تیزی سے ختم ہو رہی ہیں۔اب زراعت ہی دیہی سماج کی واحد خصوصیت ہے۔

8۔ناخواندگی اور غربت(Illiteracy and Poverty)

جیسا کہ ہم نے پہلے کہا تھا کہ دیہات ناخواندگی اور غربت کا مرکز ہیں لیکن کچھ دنوں سے ریاستی اور مرکزی حکومت نے ناخواندگی کو ختم کرنے اور گاؤں کے لوگوں کی غربت کو دور کرنے کے لیے کل خواندگی پروگرام، کھاد سبسڈی، فصل انشورنس، مفت بجلی، رعایتی پانی کی شرح، خریداری کی کم سے کم قیمت، کم سود والے قرض جیسی متعدد اسکیمیں جاری کی ہیں۔زرعی پیداوار زیادہ سے زیادہ مشینی ہوتی جا رہی ہے اور ان سے متعلق مصنوعات کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔

13.7 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

آخر میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہندوستان میں دیہی معاشرے کی ایک طویل تاریخ ہے۔آزادی کے بعد گاؤں سے متعلق مطالعے کیے گئے جس کے نتیجے میں یہ پتہ چلا کہ دیہی علاقے مستحکم اور یکساں نہیں ہیں بلکہ متحرک اور متضاد ہیں اور بڑے معاشرے سے ان کا ربط ہے۔صنعت کاری کے نتیجے میں ذات پات کے نظام، ججمانی نظام، خاندانی نظام، زراعتی نظام اور اس طرح سے ہر شعبے میں تبدیلی آئی۔آج کل ہندوستان میں گاؤں اپنی جدید تکنیکی صلاحیت کے استعمال کے لیے جانے جاتے ہیں جن میں زرعی آلات کا استعمال خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

13.8 فرہنگ (Glossary)

گاؤں(Village) : اس سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں کی آبادی کم ہو اور یہاں زراعت کو نہ صرف روزگار کی حیثیت حاصل ہوتی ہے بلکہ لوگ اسے طرز حیات کے طور پر اپناتے ہوں۔

سماج (Society) : یہ لوگوں کا ایک مجموعہ ہوتا ہے جس میں لوگ رشتوں اور ملنے جلنے کے مشترکہ طور طریقوں کی وجہ سے باہم متحد رہتے ہیں جس سے وہ لوگ جو ان رشتوں اور ملنے جلنے کے ان آداب سے تعلق نہیں رکھتے ہیں وہ اس سماج کے اراکین نہیں سمجھے جاتے ہیں۔

مشترکہ خاندان (Joint Family): اس سے مراد لوگوں کا وہ گروہ ہے جو عام طور پر ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، ایک ہی باورچی خانے کا بنا ہوا کھانا کھاتے ہیں، مشترکہ جائداد میں ان کی ملکیت ہوتی ہے اور خاندان کے تمام ہی افراد کی عبادت کا طریقہ ایک جیسا ہو اور سب لوگ ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں۔

شادی (Marriage): یہ سماجی اور قانونی طور پر منظور شدہ ایک رشتہ ہے۔ عام طور پر یہ رشتہ ایک مرد اور ایک عورت کے مابین ہوتا ہے جو مختلف عقائد، قوانین، رسوم ورواج سے منضبط ہوتا ہے۔ اس رشتے میں کچھ حقوق اور فرائض عائد ہوتے ہیں اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد کو ایک سماجی حیثیت عطا ہوتی ہے۔

ذات (Caste) : لوگوں کی درجہ بندی کا ایسا نظام جس کی بنیاد انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔ اس نظام کے تحت لوگوں کی سماجی حیثیت متعین ہوتی ہے اور اس میں کسی فرد کے پاس نقل پذیری کا موقع نہیں ہوتا ہے۔

ججمان (Jajman): اس سے مراد وہ شخص ہے جو یجنا (Yajna) کرتا ہے۔

کامِن (Kamin): اس سے مراد وہ شخص ہے جو دوسری ذات کے لوگوں کی خدمت کرتا ہے۔

13.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ ہندوستان میں کتنے گاؤں ہیں؟

(a) تقریباً 4 لاکھ	(b) تقریباً 6 لاکھ
(c) تقریباً 6.5 لاکھ	(d) تقریباً 6.3 لاکھ

2۔ ہندوستان کی کل آبادی میں سے کتنے فیصد لوگ گاؤں میں رہتے ہیں؟

(a) 69 فیصد	(b) 66 فیصد
(c) 72 فیصد	(d) 74 فیصد

3۔ درجہ ذیل میں کون دیہی سماج کی خصوصیت ہے؟

(a) سماج کی تنظیم (b) لوگوں کا گروہ

(c) متعین علاقہ (d) ان میں سب

4۔Village India کس کی کتاب ہے؟

(a) ڈی۔ این۔ مجمدار (b) ایم۔ این۔ سری نواس

(c) میکیم میریٹ (d) منڈیل بام

5۔"India's Villages" کس نے ترتیب دی؟

(a) ڈی۔ این۔ مجمدار (b) ایم۔ این۔ سری نواس

(c) میکیم میریٹ (b) ایس۔ سی۔ دوبے

6۔"Indian Villages" کے مصنف کا نام کیا ہے؟

(a) ڈی۔ این۔ مجمدار (b) ایم۔ این۔ سری نواس

(c) میکیم میریٹ (d) ایس۔ سی۔ دوبے

7۔ اے۔ آر۔ دیسائی کے مطابق ذیل میں سے کون دیہی سماج کی قسم بندی میں نہیں آتا ہے؟

(a) مستقل زرعی دیہی سماج (b) نیم مستقل زرعی دیہی سماج

(c) خانہ بدوش زرعی دیہی سماج (d) نیم خانہ بدوش زرعی دیہی سماج

8۔ درج ذیل میں سے کون دیہی علاقوں کے ارتقا کے مراحل میں نہیں ہے؟

(a) جدید دیہی سماج (b) بیچ کا دیہی سماج

(c) صنعتی دیہی سماج (d) قدیم دیہی سماج

9۔ نیم مستقل زرعی دیہی سماج میں لوگ کتنی مدت تک قیام کرتے ہیں؟

(a) 5-10 سال (b) 10-15 سال

(c) 5 سے کم (d) 2-3 سال

10۔ درج ذیل میں سے کسے دیہی سماج کے ارتقا کے عوامل میں سے نہیں مانا جاتا ہے؟

(a) سماجی عوامل (b) معاشی عوامل

(c) ٹوپوگرافیائی عوامل (d) سیاسی عوامل

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ دیہی سماج کے بارے میں بحث کرتے ہوئے اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالیے۔

2۔ دیہی سماج کی نشوونما پر روشنی ڈالیے۔

3۔ اے۔ آر۔ دیسائی کی گاؤں کی درجہ بندی کو واضح کریں۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ دیہی سماج کی تعریف اور اس کی اہم خصوصیات کو بیان کیجیے۔

2۔ دیہی سماج کے ارتقا کو بیان کیجیے۔

3۔ اے۔ آر۔ دیسائی نے دیہی سماج کی جو قسم بندی کی ہے اس کی وضاحت کیجیے۔

اکائی 14۔ زرعی ڈھانچہ

(Agrarian Structure)

اکائی کے اجزا

14.0	تمہید
14.1	مقاصد
14.2	زرعی سماج
14.3	زرعی سماجوں کے تصورات
14.4	جاگیرداری۔ زرعی سماج کی ایک شکل
14.5	جدید زرعی سماج
14.6	ہندوستان کے زرعی سماجی ڈھانچہ میں تبدیلیاں
14.7	زرعی طبقاتی ڈھانچہ سے متعلق مختلف مفکرین کے نظریات
14.8	اکتسابی نتائج
14.9	فرہنگ
14.10	نمونہ امتحانی سوالات

14.0 تمہید (Introduction)

ہندوستانی سماج کو زرعی سماج کہا جاتا ہے یہاں کی ستر فیصد آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے۔ اس اکائی میں ملک کے زرعی ڈھانچہ پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے ماضی اور موجودہ صورت حال کو زیر بحث لاتے ہوئے زرعی ڈھانچے سے راست طور پر وابستہ مختلف لوگوں کی زندگی کو بہتر بنانے کی اسکیموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ہندوستان کے شہری ہونے کے ناطے آپ نے زراعت کے بارے میں کافی سنا ہو گا کیوں کہ زراعت ہندوستانی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس اکائی میں ہم ہندوستانی سماج کے زرعی طبقاتی ڈھانچے سے متعلق مختلف ماہرین سماجیات کے نظریات پر بھی بحث کریں گے۔

14.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- زرعی ڈھانچے کے تصور کو سمجھ سکیں۔
- جاگیرداری اور جدید زرعی ڈھانچہ کو سمجھ پائیں۔
- ہندوستان کے زرعی طبقاتی ڈھانچہ سے متعلق مختلف مفکرین کے خیالات سے واقفیت ہو سکیں۔

14.2 زرعی سماج (Agrarian Society)

زرعی سماج وہ بستیاں ہوتی ہیں جہاں کے لوگوں کا ذریعے معاش زمین کی کاشت اور اس سے متعلق سرگرمیوں جیسے گلہ بانی پر ہوتا ہے۔ زرعی پیداوار یا کاشت کاری یقیناً ایک معاشی سرگرمی ہے۔ دیگر معاشی سرگرمیوں کی طرح زرعی پیداوار کو سماجی تعلقات کے فریم ورک میں انجام دیا جاتا ہے۔ جو لوگ کاشت کاری سے وابستہ ہوتے ہیں اور مختلف سماجی حیثیتوں میں ایک دوسرے سے بین عمل کو جاری رکھتے ہیں وہ نہ صرف بین عمل کو جاری رکھتے ہیں بلکہ مختلف زمروں کے لوگوں سے پابندی کے ساتھ باہمی عمل کے ذریعے مختلف قسم کی خدمات مہیا کرتے ہیں جو کاشت کاری کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر گاؤں کے قدیم ججمانی نظام میں جو لوگ زمین کے مالک ہوتے تھے اور وہ کاشت کاری کرتے تھے ان کو کاشت کاری کے مختلف مرحلوں میں مختلف ذاتوں کے افراد کی خدمات کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس کے عوض کاشت کار ان خدمت گزاروں کے خاندانوں کو زرعی پیداوار کا کچھ حصہ دے دیتے تھے۔ یہ تمام مبادلے ادارہ جاتی فریم ورک میں ہوتے تھے۔ زرعی سماجوں کے ادارہ جاتی سیٹ اپ کا سب سے اہم پہلو زمینی ملکیت کے نمونے اور زمین کے مالکان اور زمین پر کاشت کاری کرنے والے لوگوں کے تعلقات کی نوعیت کا ہے۔ جو لوگ زرعی زمین کے مالکین ہوتے ہیں وہ ہمیشہ اس پر خود کاشت کاری نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو لیز (Lease) یا بٹائی پر دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ اپنی ذاتی زمین پر کاشت کاری کرتے ہیں یا لیز کی زمین پر زرعی مزدوروں کے ذریعے کاشت کرتے ہیں اور بعض لوگ مزدوروں سے مستقل کام لیتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ مزدوروں سے وقتی طور پر کام لیتے ہیں اور کچھ معاہدہ جاتی بنیاد پر کام لیتے ہیں۔ مزدوروں کا روزگار اور مزدوروں کے اپنے مالکین یا زمینداروں سے تعلقات زرعی ڈھانچہ کے اہم پہلو ہیں۔ زرعی ڈھانچہ اور زمینی ملکیت کے نمونے تاریخی اعتبار سے طویل دور پر محیط ہیں۔ جن لوگوں کی زمین ہوتی ہے دیہی سماج میں وہ طاقت، عزت واحترام کے حامل ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ ان زمین کے مالکین کو اپنی خدمات دیتے ہیں یا ان کے لیے مزدوری پر کام کرتے ہیں ان کو زرعی ڈھانچے کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے۔

14.3 زرعی سماجوں کے تصورات (Concept of Agrarian Societies)

جدید سماج میں طبقاتی ڈھانچے کی نوعیت کسی نہ کسی طریقے سے ہر جگہ موجود ہوتی ہے۔ شہری صنعتی سماجوں میں کام کرنے

والا طبقہ، صنعت کار طبقہ، درمیانی طبقہ جیسے مختلف طبقاتی گروہوں کی شناخت آسان ہے۔ البتہ زرعی سماج کے سماجی ڈھانچے مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ زرعی سماج کے طبقاتی ڈھانچے کی نوعیت بڑی حد تک ہر علاقے میں جداگانہ ہوتی ہے۔ حالیہ دور میں صورت حال مزید پیچیدہ ہوگئی ہے۔ کئی سماجوں میں زرعی ڈھانچے بنیادی طور پر تبدیل ہو رہے ہیں۔ مغرب کے اکثر ترقی یافتہ سماجوں میں زراعت، معیشت کا حاشیائی شعبہ بن چکا ہے۔ اس میں آبادی کے ایک چھوٹے سے تناسب کو کام ملا ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک میں بھی زراعت کی اہمیت بتدریج کم ہوتی جارہی ہے۔ یہاں آبادی کے ایک بڑے حصے کو زرعی روزگار سے منسلک کیا گیا ہے۔ اس طرح زرعی سماجی ڈھانچے کی بامعنی تفہیم کے لیے ہمیشہ اس حقیقت کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ زرعی سماجی ڈھانچہ کا کوئی ایک ماڈل نہیں ہے جس کا اطلاق ہم تمام سماجوں پر کر سکیں۔ اس کے مختلف نقطۂ نظر ہیں۔ زرعی مطالعات کے مفکرین زرعی سماجوں کی طبقاتی اعتبار سے تنقیدی تجزیہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے کسانی سماج آبادی کی ایک قسم ہے جو جدید شہری سماجوں سے مختلف ہے۔ ماہرین انسانیات نے مابعد جنگ کے دور (1945 کے بعد) میں کسانی سماج کے کلاسیکی خیالات کو تشکیل دیا۔ ان خیالات کو زیادہ تر مغربی تجربہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ کسانی سماج اس وقت ظہور پذیر ہوا جب انسانوں نے اپنے روزگار کے حصول کے لیے کاشت کاری شروع کی اور چھوٹے بستیوں میں رہنا شروع کیا۔

صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) کے آغاز سے معیشتیں ترقی پذیر ہوئیں۔ روایتی "کسانی طرز زندگی" جدید شہری طرز زندگی کو اپناتے ہوئے بتدریج تبدیل ہونے لگی۔ انسانیاتی تناظر میں کسانی (کاشت کاری) ایک لازمی اور غیر امتیازی سماجی تشکیل تھا۔ سماجی اور معاشی تنظیم کے اعتبار سے تمام کسان ایک دوسرے کے برابر تھے۔ وہ لوگ اپنے اپنے اراضی قطعات پر مزدوروں اور افراد خاندان کے ساتھ مل کر اپنے خاندانوں کی ضروریات کے لیے کاشت کاری کرتے اور اپنی ضروریات کی اشیا پیدا کرتے تھے۔ بالفاظ دیگر کسانوں (Peasantry) میں کوئی اہم طبقاتی امتیازات نہیں تھے۔ اندرونی طور پر کسان طبقہ کم متجانس تھا۔ کسانی سماج ہمیشہ سے بیرونی طور پر شہری اشرافیہ طبقے (بااثر طبقہ) کے زیر اثر تھا۔ اور اس بااثر حکمران اشرافیہ یعنی Elite طبقے کو کسان پیداوار میں سے ٹیکس یا زمینی ریونیو (Land Revenue) کی شکل میں دیتے تھے اور یہ بااثر حکمران طبقہ شہروں میں رہتا تھا۔

سماجی اور تمدنی اعتبار سے کسان جدید کاروباری طبقے سے الگ تھے۔ ان کا کام کے تئیں رجحان اور زمین سے ان کا تعلق موجودہ صنعتی سماجوں کے منافع خور کاروباری طبقے سے الگ تھا۔ رابرٹ ریڈ فیلڈ جس کا انسانیاتی تحقیق میں ایک نمایاں مقام ہے، نے کہا ہے کہ کسان یا پیسنٹری ایک عالمی انسانی قسم ہے۔ زمین سے ان کا تعلق جذباتی نوعیت کا ہوتا ہے۔ زراعت ان کے لیے ایک فائدے مند کاروبار کے بجائے روزگار کا ذریعہ اور طرز زندگی ہے۔

اس کلاسیکی بحث کے پیش نظر تھیوڈر شینن (Theodor Shanin 1987) نے کسانی سماج کے ایک "آئیڈیل ٹائپ" کو تشکیل دیا۔ اس نے کسانوں کو چھوٹے زرعی پیداوار کرنے والے کہا ہے جو چھوٹے، سادہ اوزار اور اپنے خاندانوں کی محنت کے ذریعے اپنے ذاتی استعمال اور معاشی فائدے کے لیے پیداوار اگاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس نے کسانی سماجوں کے چار باہمی انحصاری پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے۔

(1) کسان خاندان سماجی تنظیم کے بنیادی کثیر جہتی اکائی کے طور پر کام کرتا تھا۔ یہ کسان کی جائیداد، پیداوار، صرف، سماجی

پیداوار، شناخت، وقار، اور بھلائی کی اکائی کی حیثیت سے سرگرم رہتا ہے۔

(2) زمین کاشت کاری روزگار کا اہم ذریعہ ہوتی ہے۔ کسان سماج کاشت کاری، روایتی سماجی تنظیم اور کم درجاتی ٹیکنالوجی سے عبارت ہوتی ہے۔

(3) کسان سماج نے مخصوص تمدنی نمونوں کو اپنایا ہے جو چھوٹی دیہی کمیونٹی کی طرز زندگی سے متعلق ہوتے ہیں۔ کسان تمدن اکثر روایتی معیارات کے برتاؤ کے مطابق ہوتا ہے۔

(4) کاشت کاری پر ہمیشہ بیرونی لوگوں کا غلبہ رہتا تھا۔ کسانوں کو ہمیشہ طاقت کے ذریعے سے ایک ہاتھ کی دوری پر رکھا جاتا تھا۔ شانن (Shanin) کا کہنا ہے کہ ان کی سیاسی تابعداری بھی ان کی تمدنی ماتحتی اور معاشی استحصال سے مربوط ہوتی ہے۔

اس طرح کے فریم ورک میں کسانوں پر بیرونی افراد کا غلبہ رہتا تھا۔ طبقاتی حیثیت کے اعتبار سے ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بالفاظ دیگر کسان سماج کے اس کلاسیکی تصور میں کسانوں میں داخلی طبقاتی اختلافات نہیں ہوتے تھے۔ سماجی تنظیم کی بنیادی اکائی کسان خاندان تھا حالانکہ کسان سماج کا یہ تصور یوروپی سماج کے مخصوص تجربے سے وجود میں آیا ہے۔ زرعی سماج بھی اندرونی طور پر مختلف درجات میں منقسم تھی۔ مثال کے طور پر ہندوستان میں دیہی سماج کو مختلف ذات کے گروہوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور صرف چند گروہوں کو ہی کاشت کرنے کا حق تھا جبکہ دیگر افراد کاشت کاروں کو اپنی خدمات فراہم کرتے تھے۔

14.4 جاگیرداری۔ زرعی سماج کی ایک شکل (Feudalism as a Form of Agrarian Society)

تاریخی اعتبار سے جاگیرداریت کا تصور عام طور پر اس سماجی تنظیم کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو قبائلی گروہوں کے سکونت پذیر ہونے اور باقاعدہ کاشت کار بننے کے بعد یوروپ کے مختلف علاقوں میں نشو نما پاچکی تھی۔ 18ویں اور 19ویں صدی میں صنعتی انقلاب کی کامیابی کے بعد جدید سرمایہ دارانہ معیشتوں کی ترقی کی وجہ سے جاگیردارانہ سماج منتشر ہو گیا۔ برسوں سے جاگیرداریت کی اصطلاح عام مفہوم اختیار کر چکی تھی اور یہ عام طور پر دنیا کے دیگر مقامات میں قبل جدید زرعی سماجوں کی وضاحت کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ کسانی سماج کی اصطلاح کے مقابل جاگیرداریت کی اصطلاح زرعی طبقاتی ڈھانچے سے متعلق علاحدہ تصور کی تشریح کرتی ہے۔ جاگیرداری سماج میں کاشت کاروں کو ماتحت طبقہ سمجھا جاتا تھا۔ جس زمین پر وہ کاشت کاری کرتے تھے قانونی اعتبار سے وہ ان کی ملکیت نہیں ہوتی تھی۔ ان کو صرف اس زمین پر کاشت کاری کا اختیار ہوتا تھا۔ اس زمین کا مالک آقا، جاگیردار یا بادشاہ ہوتا تھا۔ جاگیرداریت میں زرعی طبقاتی ڈھانچے کی منفرد خصوصیت "انحصار" اور "سرپرستی" کا ڈھانچہ تھا جو کاشت کاروں اور مالکوں کے درمیان موجود تھا۔ کاشت کاروں کو اپنے مالکوں سے احساس وفاداری اور فرائض کا اظہار کرنا پڑتا تھا۔ احساس وفاداری کا اظہار نہ صرف مالک کو پیداوار کے حصے کی ادائیگی کی شکل میں کیا جاتا تھا بلکہ اکثر اوقات کسانوں کو اپنے مالکوں کے لیے بلا معاوضہ مختلف خدمات انجام دینی پڑتی تھیں۔ اسی طرح ہندوستان کے کئی علاقوں میں بلا اجرت مزدوری کا طریقہ بہت عام تھا۔

14.5 جدید زرعی سماج (Modern Agrarian Society)

انیسویں صدی میں صنعتیانا میں پھیلاؤ ہوا اور بیسویں صدی میں دنیا کے بہت سے علاقوں میں زرعی معیشت میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ صنعتیانہ اور ترقی کی وجہ سے ہم زرعی معیشت میں ہونے والی دو قسم کی تبدیلیوں کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں یہ بات جان لینی چاہیے کہ اس وقت تک زراعت اپنی ابتدائی اہمیت کھو چکی ہے اور وہ معیشت کا ایک حاشیائی شعبہ بن گیا ہے۔ مثال کے طور پر مغرب کے کئی علاقوں میں یہ آبادی کے ایک چھوٹے سے تناسب کو روزگار مہیا کرتا ہے (دو یا تین سے دس فیصد تک)۔ تیسری دنیا کے ممالک میں بھی زراعت کی معاشی اہمیت گھٹتی جارہی ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستان کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ابھی بھی زرعی شعبہ سے وابستہ ہے لیکن کل قومی آمدنی میں ان کا حصّہ بتدریج گھٹتا جارہا ہے۔ ہندوستان کی آدھے سے زیادہ کام کرنے والی آبادی زرعی سیکٹر (Agrarian Sector) سے وابستہ ہے اور قومی آمدنی میں ان کا حصّہ پچیس فیصد سے کم ہے۔ زرعی سیکٹر کی دوسری اہم تبدیلی اس کی داخلی سماجی تنظیم میں ہوئی ہے۔ زرعی پیداوار کا سماجی فریم ورک بھی گزشتہ صدی میں دنیا کے کئی علاقوں میں تبدیلی سے ہم کنار ہوا ہے۔ سماجی تنظیم کے ابتدائی طریقے جیسے جاگیرداریت اور کسان سماج انتشار کا شکار ہوئے ہیں اور ان کی جگہ متفرق سماجی ڈھانچوں نے لے لی ہے۔ یہ صرف صنعتیانا اور جدیدیانہ کے طریق کے اثرات کی وجہ سے ہوا ہے۔ جدید صنعت نے جتائی اور فصلوں کی کٹائی کے لیے نئے قسم کی مشین اور آلات فراہم کیے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کی ترقی نے زمین کے مالکین کے لیے کم سے کم وقت میں بڑی اراضی پر کاشت کاری کو ممکن بنایا ہے۔ نئی فارم ٹیکنالوجی کے استعمال کی وجہ سے نہ صرف زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے بلکہ اس کی وجہ سے زرعی پیداوار کے سماجی فریم ورک میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ زراعت کی جدیدیت اور میکانیت نے کسانوں کو اپنی ضروریات سے زیادہ پیداوار کو ممکن بنایا ہے۔ اب بازار میں اشیا کی زائد پیداوار نظر آتی ہے۔ بالفاظ دیگر زراعت کی میکانیت کی وجہ سے زراعت کو دنیا اور قوم کی توسیع شدہ بازاری معیشت کو استحکام حاصل ہوا۔

توسیع شدہ بازاری معیشت میں زراعت کی جدیدیت اور اس کے استحکام نے پیداوار کے سماجی تعلقات میں تبدیلی پیدا کی ہے جس کی وجہ سے زرعی شعبے میں سرمایہ دارانہ تعلقات نشوونما پانے لگے۔ زراعت میں اس سرمایہ دارانہ تبدیلی نے سرپرستی اور وفاداری جیسے ابتدائی تعلقات کو بدل ڈالا جو کلیدی نوعیت کے تھے۔ بازار اور پیسے کے بڑھتے اثرات نے آبادی کے مختلف طبقات کے درمیان تعلقات کو بغیر کسی احساس ذمے داری اور وفاداری کے رسمی نوعیت کا بنادیا ہے۔ میکانیت کے طریقے سے ہر کسی کو مساوی فائدہ حاصل نہیں ہو سکا۔ مارکٹ کی میکانیات کی وجہ سے کسانوں پر کئی قسم کے معاشی دباؤ پڑے ہیں۔ ان میں چند کسان حالات کا شکار ہوئے اور مقروض ہو گئے۔ اپنی زمین کو بیچنا شروع کیا اور بے زمین مزدور بن گئے۔ اس طرح جو کسان پٹے دار تھے ان کو زمین سے بے دخل کر دیا گیا اور زمین کے مالکین نے ان کو بر اجرت مزدور بنادیا جبکہ زرعی آبادی میں سے بعض امیر تھے۔ اور دوسرے کسانوں کے پاس اراضی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تھے۔ دوسرے الفاظ میں اس کی وجہ سے کسانوں میں تفریق پیدا ہوئی اور نئے قسم کے گروہ وجود میں آئے۔ کسان مختلف طبقات اور درجات میں تقسیم ہو گئے۔ اپنے پیشے سے متعلق کسانوں کے رجحانات میں بھی تبدیلی آئی۔ قبل سرمایہ دارانہ یا روایتی سماجوں میں کسان زیادہ

تر اپنی ضروریات اوراستعمال کے لیے اناج اگاتے تھے۔ کھیتوں میں ان کے خاندان کے افراد کام کرتے تھے۔ کسانوں کے لیے زراعت ایک ذریعے روزگار اور طرز زندگی تھی۔ وہ زراعت کو کاروبار کی نظر سے دیکھنے لگے اور اپنے کھیتوں میں نئی مشینوں کے ساتھ کام کرنے لگے۔ نقدی فصلوں کی پیداوار کو بازاروں میں بیچنے لگے۔ ان کا اولین مقصد کاشت کاری کے ذریعے منافع کمانا ہو گیا۔ اس طرح کاشت کار کاروباری کسانوں میں تبدیل ہونے لگے۔ زرعی سماج بھی اپنے ابتدائی توازن کو کھونے لگا۔ متجانس کاشت کاروں کے برعکس کسانوں میں بہت زیادہ تفریق و امتیازات پیدا ہونے لگے۔ نتیجتاً وہ مختلف زمروں اور طبقات میں تقسیم ہو گئے۔

14.6 ہندوستان کے زرعی سماجی ڈھانچے میں تبدیلیاں

(Changes in Agrarian Social Sructure of India)

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ زرعی طبقاتی ڈھانچے کو سماج میں ارتقا پذیر ہونے کے لیے طویل عرصہ درکار رہا ہے۔ مختلف سماجی، معاشی اور سیاسی عوامل نے اس کی تاریخی صورت گیری کی ہے۔ یہ تاریخی عوامل ہر علاقے میں الگ الگ رہے ہیں۔ ہر کوئی طبقے کے تصور کو مختلف سیاق و سباق میں زرعی ڈھانچے کے مفہوم کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ روایتی ہندوستانی دیہی کمیونٹیاں اور زرعی سماجی ڈھانچے ججمانی نظام کے فریم ورک میں منظم تھیں۔ روایتی ہندوستانی گاؤں میں مختلف ذاتوں کے گروہ ججمان (سرپرست) اور کامن (خدمت گار) میں منقسم تھے۔ کامن ججمانوں کو مختلف قسم کی خدمات مہیا کرتے تھے۔ جب کامن ججمانوں کے یہاں خدمات انجام دیتے تھے تب ججمان کامن کو ان کی خدمات کے عوض پیداوار کا کچھ حصہ دیتے تھے۔ ان دونوں کے درمیان باہمی مبادلے کا نظام قائم تھا۔ باہمی مبادلے کا یہ نظام مساویانہ نہیں ہوتا تھا۔ جو لوگ اعلیٰ ذات سے تعلق رکھتے تھے اور اراضی کے مالک ہوتے تھے وہ خدمت گار ذاتوں کے افراد سے زیادہ طاقتور تھے۔ ججمانی نظام کے فریم ورک کے اندر منظم زرعی تعلقات کے ڈھانچے ذات پات کے نظام پر مبنی عدم مساوات کو مستحکم کرتے تھے۔ ذات پات نے غیر مساوی زمین کے تعلقات کو جواز فراہم کیا ہے۔ اس عمومی فریم ورک کے اندر زرعی تعلقات کے اصلی ڈھانچے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں الگ الگ تھے جبکہ برصغیر کے بعض حصوں میں برہمنی رسومات کا اثر بہت زیادہ مضبوط تھا اور بعض دوسرے حصوں میں کسانوں کے اقدار زیادہ مستحکم تھے۔ زرعی ماحول میں اس کا راست اثر برہمنوں کی اضافی حیثیت اور زمین دار ذاتوں پر ہوا۔ برسوں بعد ججمانی نظام منتشر ہو گیا اور دیہی سماج کے سماجی ڈھانچے میں بہت زیادہ تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ زرعی طبقاتی ڈھانچہ بھی بدل گیا اور یہ تبدیلیاں بے شمار عوامل کا نتیجہ تھیں جو درج ذیل ہیں۔

برطانوی حکمرانی کی وجہ سے ہونے والی تبدیلیاں (Changes Due to the British Rule)

برطانوی نو آبادیاتی حکمرانوں کی زرعی پالیسیوں کو برصغیر کے زرعی ڈھانچے میں شروع ہونے والی تبدیلیوں کے ذمے دار عوامل میں مانا جاتا ہے۔ نو آبادیاتی حکمرانوں کی زرعی پالیسیوں کے دوررس نتائج برآمد ہوئے۔ بنگال، بہار، مدراس کے کچھ علاقے اور متحدہ صوبے میں برطانوی حکمرانوں نے پہلے کے زمین داروں کو مکمل مالکانہ حقوق دیے اور کاشت کار زمین پر کاشت کاری کرتے ہوئے زمین داروں کے پٹے دار (کرایے دار) بن گئے تھے۔ اس طرح وہ پیداوار کے حصے کے عوض ایک فکسڈ نقد رقم کا مطالبہ کرتے تھے۔ خراب موسمی حالات کی

وجہ سے جب فصلیں تباہ ہو جاتی تھیں تب بھی کسانوں کو زمین کا محصول ادا کرنا پڑتا تھا۔ ان تبدیلیوں کی وجہ سے کسان بہت زیادہ مقروض ہو گئے تھے۔ غریب کسان مال گزاری کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے اپنی زمین کو رہن (Mortgage) رکھنے پر مجبور ہو گئے۔ دیہی علاقوں میں بڑے زمین دار اور ساہوکار بااثر طبقہ میں شامل ہو گئے جبکہ کسان بہت زیادہ متاثر رہے۔ نو آبادیاتی حکمران نے کاشت کاری اور کراپنگ پیٹرن (Cropping Pattern) میں تبدیلیاں کرتے ہوئے مقامی کاشت کاروں کو غذائی اجناس کے بجائے کپاس جیسی نقدی فصلوں کی کاشت کاری کی حوصلہ افزائی کی کیوں کہ انگلینڈ میں کپڑوں کی ملوں کے لیے ان کو کپاس کی ضرورت تھی۔ ان حالات کی وجہ سے کسانوں کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا اور عام حالات ناگفتہ بہ ہو گئے۔ بڑے زمین دار فائدے میں رہے اور چھوٹے کسان بہت زیادہ متاثر ہوئے۔

آزادی کے بعد زرعی تبدیلیاں (Agrarian Changes After Independence)

نو آبادیاتی حکمرانی سے آزادی کی جدوجہد کے دوران قومی قیادت نے بہتر زندگی کے وعدے پر کسانوں کو متحرک کیا۔ انڈین نیشنل کانگریس کے قائدین 1947ء میں حکومتی ذمے داریوں کو نبھانے سے قبل زرعی اصلاحات کی ضرورت پر زور دیتے تھے۔ زمینی اصلاحات کا عمل آزادی کے فوری بعد شروع کیا گیا۔ مرکزی حکومت نے ریاستی حکومتوں کو زمین داروں کو برخاست کرنے اور حقیقی کاشت کاروں کو مالکانہ حقوق دلانے کے لیے قانون سازی کی ہدایت دی۔ کاشت کاروں کے تحفظ کے مالکانا قانون سازی کی ہدایت دی گئی۔ ریاستوں نے ہر خاندان کو زیادہ سے زیادہ زمین کی ملکیت کی حد مقرر کی اور فاضل زمین کو ریاست کے حوالے کرنے کی خواہش کی اور یہ کہا گیا کہ فاضل زمین بے زمین کسانوں میں تقسیم کی جائے گی حالانکہ تمام ریاستوں میں اس سے متعلق قانون سازی کی گئی لیکن بہتر نتائج صرف چند ریاستوں میں ہی حاصل ہوئے۔ اراضی اصلاحات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں کسان سیاسی طور پر متحرک تھے اور جہاں ریاستی حکومت کی صحیح طرز کی مرضی شامل تھی وہاں اراضی اصلاحات کو موثر انداز میں نافذ کیا گیا۔ اس طرح زمین داری کے خاتمے سے متعلق قانون سازی بھی زیادہ کامیاب رہی۔ آزاد ہندوستان کی حکومت نے بھی پیداوار میں اضافہ کے لیے کسانوں کی حوصلہ افزائی کے لیے کئی ترقیاتی پروگراموں کی شروعات کی۔ ان میں کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرامس (Community Development Programme)، کوآپریٹیوس اور سبز انقلاب کی ٹیکنالوجی جیسے پروگرام شامل ہیں۔ یہ پروگرام دیہی علاقوں میں کاشت کاری کے نئے طریقوں کو منظم کرنے کے لیے شروع کیے گئے۔ کاشت کاری کرنے والے کسانوں کو کم قیمتوں پر نئی ٹیکنالوجی، بیج اور کیمیائی کھاد فراہم کی گئیں۔ ریاستی ایجنسیاں ان کو سستے کریڈیٹ پر فراہم کرتی تھیں حالانکہ یہ اسکیمیں سب کے لیے تھیں لیکن ہندوستان کے مختلف مقامات پر تحقیقاتی مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زراعت کی ترقی سے متعلق ریاستی حکومت کی ان اسکیموں سے دیہی سماج کے تمام طبقات مساوی طور پر مستفید نہیں ہو سکے۔ زیادہ تر مستفید ہونے والے طاقتور اور امیر طبقات کے لوگ تھے۔ اس نقص کے باوجود ان اسکیموں اور ترقیاتی پروگراموں کی وجہ سے ملک کے بعض حصوں کی زرعی معیشت میں نمایاں تبدیلی ہوئی۔ خاص طور پر پنجاب، ہریانہ، مغربی اتر پردیش، ساحلی آندھرا، مہاراشٹرا کے علاقے، گجرات، کرناٹک اور تامل ناڈو کے علاقوں میں بہت زیادہ تبدیلی آئی۔ زمین کی قوت پیداوار میں اضافہ کے علاوہ ان تبدیلیوں کی وجہ سے ہندوستانی زراعت کے سماجی فریم ورک کو تبدیل کر دیا گیا۔ آج ہندوستان کے کئی علاقوں میں زراعت تجارتی انداز میں کی جارہی ہے۔ ججمانی تعلقات کا قدیم ڈھانچہ کم و بیش مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ پر اپنی زمین پر کاشت کاری کرنے والے کسانوں اور

دوسروں کی زمین پر کاشت کاری کرنے والے کسانوں نے کاشت کاری سے متعلق ایک منظم طریقہ کار کا بندوبست کیا۔ بعض مفکرین نے یہ استدلال کیا کہ ان تبدیلیوں کی وجہ سے زراعت میں سرمایہ دارانہ نظام پیداوار نشو ونما پا رہا ہے اور ہندوستان کے دیہی علاقوں میں ایک نیا طبقاتی ڈھانچہ وجود میں آرہا ہے۔

14.7 زرعی طبقاتی ڈھانچے سے متعلق مختلف مفکرین کے نظریات

(Views of Thinkers on Agrarian Class Structure)

مختلف مفکرین نے ہندوستانی سماج کے زرعی طبقاتی ڈھانچے کا مطالعہ کیا اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر ہم آزادی کے بعد کے دور کے دیہی ہندوستان کے طبقاتی ڈھانچے کا جائزہ لیں تو ہم کو چار طبقات نظر آئیں گے۔ جن میں زرعی شعبہ کے تین طبقات ہوں گے جو زمین کے مالکین، پٹے دار (کرایہ دار) اور مزدوروں پر مشتمل ہیں جبکہ چوتھا طبقہ غیر زرعی افراد کا ہے۔ ان کے تعلقات کی اس طرح سے زمرہ بندی کی گئی ہے:

(1) وہ جن کی قانون نے صراحت کی ہے اور ان کو قانون نے نافذ کیا ہے۔

(2) وہ جو روایتی ہیں

(3) وہ تبدیل پذیر نوعیت کے ہوتے ہیں۔

اے۔ آر۔ دیسائی (1959) کے مطابق زمین مالکین 22 فیصد، پٹے دار یا کرایے کے کاشت کار 27 فیصد، زرعی مزدور 31 فیصد اور غیر زرعی افراد تقریباً 20 فیصد ہیں۔ ہندوستان میں کاشت کاروں کی بڑی اکثریت یعنی 60 فیصد حاشیائی کاشت کار ہیں جن کے پاس دو ہیکٹرس سے بھی کم اراضی ہے۔ اس کے بعد چھوٹے کاشت کار ہیں جن کی آبادی 16 فیصد ہے اور ان کے پاس دو تا پانچ ہیکٹر اراضی ہے۔ درمیانی کاشت کاروں کے پاس پانچ سے دس ہیکٹر اراضی ہوتی تھی جن کی آبادی 6 فیصد ہے۔ اس کے علاوہ بڑے کاشت کار جو دس ہیکٹر سے زیادہ اراضی کے مالک ہیں اور وہ کسانوں کی آبادی کا 18 فیصد ہیں۔ گاؤں میں ایک خاندان کے لیے ایک ایکٹر یعنی 0.45 ہیکٹر اراضی ہے۔ 75 فیصد اراضی پر غذائی فصلیں اگائی جاتی ہیں اور تقریباً پیداوار کا 35 فیصد حصّہ کاشت کار فروخت کرتے ہیں۔ 65 فیصد پیداوار گاؤں کے تاجروں کو ہی فروخت کی جاتی ہے۔ زرعی پیداوار کی زیادہ تر تجارت منڈیوں میں درمیانی افراد یا بروکروں کے ذریعے ہوتی ہے جن کے ذاتی مفادات ہوتے ہیں اور وہ پیداوار کی فروخت کا انتظام کرتے ہیں۔ اس طرح دیہاتوں میں زرعی مزدوروں کا ایک بڑا طبقہ غیر منفعت بخش اراضی کے مالکین کی بڑی تعداد، دستکاروں اور خود روزگار افراد کا چھوٹا سا طبقہ اپنی پریشان حال معاشی زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔

ڈانیل تھارنر نے زرعی طبقاتی ڈھانچے کو تین زمروں میں تقسیم کیا ہے۔

(1) زمین دار (مالکان اراضی) : مالکان اراضی اپنی زرعی آمدنی کو حقوق ملکیت یعنی اپنی زمین سے حاصل شدہ پیداوار کے حصے کے طور پر حاصل کرتے ہیں۔ وہ حصہ نقد یا اجناس کی شکل میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی زمین کو کرایہ پر کاشت کرواتا ہے یا مزدوروں کے ذریعے کاشت کاری کرواتا ہے۔ وہ مزدوروں کو منیجر کے ذریعے اجرت پر حاصل کرکے کاشت کرواتا ہے۔ مالکوں کو تجارت یا دیگر پیشوں سے اضافی آمدنی

ہوتی ہے۔مالکین دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ مالکین جو گاؤں میں نہیں رہتے جن کو غیر سکونت پذیر زمین دار کہتے ہیں اور دوسرے وہ مالکین ہیں جو اسی گاؤں میں رہتے ہیں جہاں اُن کی اراضی ہوتی ہے۔

(2)پٹہ دار کسان : کسان کام کرنے والے کاشت کار ہوتے ہیں۔ یہ مختصر سی اراضی کے مالک ہوتے ہیں یا پھر کرایہ کے کاشت کار۔مالک یا چھوٹے کسانوں میں زمین کے سائز کی ملکیت کا فرق ہوتا ہے۔خود کسان یا اس کے خاندان کے ایک یا ایک سے زائد افراد زمین پر محنت کرتے ہیں۔ بعض اوقات کسان کی آمدنی اتنی کم ہوتی ہے کہ وہ خود یا اس کے افراد خاندان زرعی مزدوروں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

(3)مزدور: مزدور بے زمین لوگ ہوتے ہیں جو دوسرے افراد کی زمین پر کام کرتے ہوئے اپنا روزگار حاصل کرتے ہیں۔وہ اپنی اجرت نقد یا جنس کی شکل میں حاصل کرتے ہیں۔جب ان کو اپنے گاؤں میں روزگار نہیں ملتا وہ کام کی تلاش میں دوسرے گاؤں کو نقل پذیر ہوتے ہیں اور وہاں پر زرعی یا صنعتی مزدور کی حیثیت سے یا تعمیراتی مزدور کے طور پر کام کرتے ہیں۔ڈانیل تھارنر نے مندرجہ بالا زرعی سماجی ڈھانچے کو مندرجہ ذیل بنیاد پر تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

(A)زمین سے حاصل کردہ آمدنی یعنی کرایہ،خود کاشت کاری یا مزدوری۔

(B)حقوق کی نوعیت (یعنی مالک، پٹہ دار، بٹائی دار اور بغیر حقوق کے)

(C)حقیقی زرعی کام کی نوعیت (یعنی کوئی کام نہیں کرنا، جزوی کام، مکمل کام اور دوسروں کے لیے کام کرنا)

ڈی۔این۔دھناگرے (D.N. Dhanagre) نے اپنے مطالعہ میں زرعی طبقات کے لیے ایک منفرد ماڈل کی تجویز رکھی ہے۔ اس نے پانچ طبقات کی تجویز رکھی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

(1)زمیندار: وہ زمین کی ملکیت کے ذریعے اپنے پٹہ داروں، ذیلی پٹہ داروں اور بٹائی داروں سے کرایہ وصول کرتے ہوئے اپنی آمدنی حاصل کرتے ہیں۔

(2)دولت مند کسان: زائد اراضی والے کسان جو اپنے خاندان کی کفالت کرتے ہیں اور خود کاشت کاری کرتے ہیں۔

(3)دولت مند بٹائی دار(لگاندار): ان کے پاس کافی زمین ہوتی ہے اور وہ اپنے زمین داروں کو معمولی کرایہ ادا کرتے ہیں۔

(4)درمیانی کسان: اوسط زمین کے حصہ دار اور زائد زمین کے کرایہ دار یا لگان دار ہوتے ہیں جو زائد کرایہ ادا کرتے ہیں۔

(5)غریب کسان: غریب کسان دوسروں کی زمین پر کام کرنے والے کسان ہوتے ہیں۔

اس زرعی سماجی ڈھانچے میں دولت مند کسان اور تاجر، ساہوکار(سودی قرض دینے والے) غریب کسانوں اور بے زمین مزدوروں کا اتنا استحصال کرتے تھے کہ ان کے آپسی تعلقات ہمیشہ ناخوشگوار اور متصادم رہتے تھے۔ابتدائی دو طبقات بہت زیادہ معاشی، سماجی اور سیاسی طاقت کے حامل تھے۔گاؤں میں کوآپریٹیو اور کریڈیٹ سوسائٹیوں (Cooperative and Credit Societies) کے ظہور پذیر ہونے سے مالکین کی طاقت متاثر ہوئی۔اس کے باوجود بھی ان کا اثر و رسوخ جاری رہا۔ دو چیزیں یہاں نوٹ کرنے کے قابل ہیں۔ (1) کوآپریٹیو سوسائٹیز گاؤں میں زیادہ کامیاب نہیں رہیں اور (2) خانگی تاجر اپنی سرگرمیوں کو کامیابی سے جاری رکھے ہوئے تھے۔لوگ اپنے مفادات کے لیے موجودہ صورت حال پر خاموش رہے۔اراضی اصلاحات بھی ان مالکوں اور ساہوکاروں کی طاقت کو کم نہیں کرسکے۔

دیہی علاقوں میں معاشی، سماجی اور سیاسی ترقی اس وقت ممکن ہے جب ایک بڑی تحریک اٹھے جو پیداواری وسائل کی تقسیم کر سکے اور بڑے کاشت کاروں اور ساہوکاروں سے چھوٹے کسانوں کو کامیابی دلا سکے تاکہ ان کے درمیان طبقاتی تعلقات کو بہتر بنایا جاسکے۔

بے زمین زرعی مزدوروں کے مسائل سماجی سے زیادہ معاشی نوعیت کے ہیں۔ ہم کو اس بات سے انکار نہیں ہے کہ سماجی ڈھانچے میں ان کا مقام بہت اہمیت کا حامل ہے لیکن روزگار اوران کی اجرت اور مزدوروں کے مسائل زیادہ تشویش ناک ہیں۔ روزگار کے مواقع زرعی معیشت کی ترقی اور دیہاتوں میں دستکاروں کو ملنے والے ترغیبات اور معاوضہ سے مربوط ہیں۔

14.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

زرعی طبقات زیادہ تر زراعت پر انحصار کرتے ہیں اور یہی ان کا اہم ذریعہ روزگار ہوتا ہے۔ دیگر معاشی سرگرمیوں کی طرح زرعی پیداوار بھی یقیناً ایک معاشی سرگرمی ہے اوراس کو سماجی تعلقات کے فریم ورک میں انجام دیا جاتا ہے۔ زرعی سماج کے سماجی ڈھانچے مختلف قسم سے عبارت ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں زیادہ تر سماجوں کے زرعی ڈھانچے تبدیل ہورہے ہیں۔ مغرب کے ترقی یافتہ سماجوں میں زراعت، معیشت کا ایک حاشیائی سیکٹر بن چکا ہے جس میں ان کی کام کرنے والی آبادی کا ایک چھوٹا حصّہ برسر روزگار ہے۔ جدیدیانا اور صنعتیانا روایتی سماجی ڈھانچے میں بنیادی تبدیلی کا باعث بنا۔ اس نے روایتی سماجی ڈھانچے کو کمزور کیا جبکہ ذات پات جدید ہندوستانی سماج کے ایک اہم ادارہ کی طرح آج بھی موجود ہے۔ زرعی طبقاتی یا زرعی ذات پات کا ڈھانچہ اب بھی وہی ہے لیکن روایتی سماج کی طرح یہ واضح نہیں ہے۔ نچلی ذاتوں کے بے زمین افراد اب کاشت کار کسانوں کے ساتھ زرعی مزدوروں کی طرح کام کررہے ہیں۔ اس تناظر میں اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستانی گاؤں میں ذات پات نے طبقے کی جگہ لے لی ہے۔ ہم زرعی آبادی کے مختلف طبقات کی زمرہ بندی کے بارے میں جانکاری حاصل کرچکے ہیں۔ مشہور ماہر سماجیات ڈانیل تھارنر (1956) نے اس ضمن میں کافی کام کیا ہے۔ اس نے زرعی طبقاتی ڈھانچے کو تین قسموں یعنی مالک، کسان اور مزدوروں کو ان کے زمین سے تعلق کی بنیاد پر تقسیم کیا ہے۔

14.9 فرہنگ (Glossary)

زرعی سماج : زرعی سماج وہ بستیاں یا لوگوں کے گروہ ہوتے ہیں جن کا ذریعے معاش کاشت کاری اور افزائش مویشی جیسی سرگرمیوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔

کسان : وہ افراد جو زراعت یا متعلقہ پیداوار کے حصول کے لیے قدیم طریقے استعمال کرنے میں مشغول رہتے ہیں اور اپنی پیداوار کا حصّہ زمین داروں یا درمیانی افراد (ایجنٹوں) کو دیتے ہیں۔

تیسری دنیا : یہ اصطلاح عام طور پر معاشی اعتبار سے پسماندہ اور غریب ممالک کے لیے استعمال کی جاتی ہے جہاں پر مناسب تعلیمی اور صحت کی سہولتوں کا فقدان ہوتا ہے اور یہاں کے لوگ سماجی اور معاشی ناانصافیوں کا شکار ہوتے ہیں اور نسبتاً کم سیاسی اقتدار پایا جاتا ہے۔

سبز انقلاب : غذائی اجناس خاص طور پر گیہوں اور چاول کی پیداوار میں بہت زیادہ اضافہ کو ظاہر کرتا ہے۔اس کی وجہ سے بیسویں صدی کے وسط سے ترقی یافتہ ممالک کی طرح اعلیٰ پیداواری سرگرمیوں کو اپنایا گیا۔ابتدائی کامیابیاں میکسیکو اور ہندوستان میں دیکھی گئیں۔

نقد فصل : نقد فصل وہ ہے جسے کسان منافع کے لیے اگاتا ہے۔

14.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ....وہ بستیاں یا لوگوں کے گروہ ہوتے ہیں جو اپنا روزگار کاشت کاری اور افزائش مویشی جیسی متعلقہ سرگرمیوں سے حاصل کرتے ہیں۔

(a)زرعی (b)جدید

(c)صنعتی (d)عصری

2.کسانی سماج میں آئیڈیل ٹائپ(Ideal Type)کا تصور کس نے تشکیل دیا؟

(a)ویبر (b)تھیوڈر شینن

(c)مارکس (d)دھنا گرے

3.جاگیر داریت میں زرعی طبقاتی ڈھانچے کی منفرد خصوصیت ....کے ڈھانچے میں ہے۔

(a)انحصاریت (b)ذمہ داری

(c)اعتماد (d)استحکام

4.اے۔آر۔دیسائی کے مطابق زمیندار تقریباً.................فیصد ہیں۔

(a) 22٪ (b) 27٪

(c)28٪ (d)23٪

5. ان میں سے کون زمین کی ملکیت کے ذریعے اپنے پٹے داروں،ذیلی پٹہ داروں اور بٹائی داروں سے کرایہ وصول کرتے ہوئے اپنی آمدنی حاصل کرتے ہیں؟

(a)زمیندار (b)دولت مند کسان

(c)دولت مند بٹائی دار (d)درمیانی کسان

6.ان میں سے کون اوسط زمین کے حصّہ دار اور زائد زمین کے کرایے دار (لگان دار) ہوتے ہیں جو زائد کرایہ ادا کرتے ہیں؟

(a)زمیندار (b)دولت مند کسان

(c) دولت مند کرایہ دار　　　　(d) درمیانی کسان

7. CDP سے کیا مراد ہے؟

(a) کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام (Community Development Programme)

(b) کموڈیٹی ڈیولپمنٹ پروگرام (Commodity Development Programme)

(c) کمیونٹی ڈیولپڈ پروگرام (Community Developed Programme)

(d) کمیونسٹ ڈیولپمنٹ پروسیجر (Communist Development Proceedure)

8. سبز انقلاب..........سے مربوط ہے۔

(a) زراعت　　　　(b) افزائش مویشیاں

(c) ریشم کی پیداوار (سیری کلچر)　　　　(d) صنعتیانا

9. ڈانیل تھارنر نے زرعی سماجی ڈھانچہ کے تجزیہ میں کس کو معیار نہیں بنایا ہے؟

(a) زمین سے حاصل کردہ آمدنی　　　　(b) حقوق کی نوعیت

(c) کیے گئے فیلڈورک کی وسعت　　　　(d) صنعتی کام سے حاصل کردہ آمدنی

10. مندرجہ ذیل زرعی طبقاتی ڈھانچوں میں سے ڈانیل تھارنر نے کس کی صراحات نہیں کی ہے؟

(a) مالک　　　　(b) کسان

(c) مزدور　　　　(d) لشکر

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answers Type Questions)

1۔ زرعی سماج کے تصور پر بحث کیجیے۔

2۔ ملک کے زرعی ڈھانچے کے مختلف تصورات کو سمجھائیے۔

3۔ ڈانیل تھارنر کے صراحت کردہ طبقات کی قسموں کو بیان کیجیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answers Type Questions)

1۔ جاگیرداری اور عصری سماج میں زرعی طبقاتی ڈھانچہ کے حالات بیان کیجیے۔

2۔ زرعی سماج کے ڈھانچے میں ہوئی تبدیلیوں پر بحث کیجیے۔

3۔ زرعی طبقاتی ڈھانچے سے متعلق مختلف مصنفوں کے خیالات کو قلم بند کیجیے۔

اکائی 15۔ پنچایت راج نظام

(Panchayat Raj System)

اکائی کے اجزا

15.0 تمہید

15.1 مقاصد

15.2 تاریخی جائزہ

15.3 آزادی کے بعد کی پنچایتیں

15.4 73ویں دستوری ترمیم

15.5 اکتسابی نتائج

15.6 فرہنگ

15.7 نمونہ امتحانی سوالات

15.0 تمہید (Introduction)

پنچایت راج کا تصور ملک کے لیے نہ تو نیا ہے اور نہ ہی یہ مغربی سیاسی فکر کی دین ہے۔ لفظ 'پنچایت' دو الفاظ کا مرکب ہے۔ ایک "پنچ" اور دوسرا "ایات" جو سنسکرت لفظ 'پنچین' اور 'ایاتنم' سے ماخوذ ہیں۔ سنسکرت زبان میں 'پنچین' کے معنی 'پانچ افراد کی مجلس' کے ہوتے ہیں جو فیصلے کرتی ہے، اُسے پنچ کہتے ہیں اور ایاتنم سے مراد مقام یا جگہ کے ہیں۔ اس طرح پنچایت سے مراد وہ مقام جہاں پنچ بیٹھ کر تنازعات کی یکسوئی کرتے ہیں۔ ان پنچوں کو پنچ پر میشور بھی کہا جاتا ہے یعنی یہ لوگ خدا کے نمائندے کہلاتے ہیں۔ پنچایتیں تنازعات کا فیصلہ کرنے والی تنظیمیں ہوتی ہیں۔ آج کے دور میں گاؤں کی ترقی کے لیے پنچایتیں بہت ضروری ہیں۔ پنچایت نچلی سطح پر خود حکمرانی کا ایک مقبول ادارہ ہے اور جمہوری طریق کا لازمی حصہ ہیں جو کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

15.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- پنچایت کے تصور کو سمجھ سکیں۔
- پنچایت کے تاریخی پس منظر سے واقف ہو سکیں۔
- 73ویں دستوری ترمیمی قانون کو سمجھ سکیں۔
- اس دستوری ترمیم کے ذریعے عورتوں کو ملنے والے حقوق کے بارے میں جان سکیں۔

15.2 تاریخی جائزہ (Historical Overview)

ہندوستان کی تاریخ غیر مرکوز نظام حکمرانی سے بھری پڑی ہے۔ غیر مرکوز نظام حکومت کو پنچایت کہتے ہیں۔ یہ ایک قدیم طریقہ ہے جو بہت ہی سادہ اور موثر تھا۔ اس سے گاؤں میں مقیم لوگوں کے روزمرہ کے مسائل کو حل کرنے میں مدد ملتی تھی۔

قدیم دور کی پنچایتیں:

زمانہ قدیم میں رگ ویدی لٹریچر (تقریباً12 قبل مسیح) میں گاؤں کی پنچایتوں کا ذکر موجود ہے۔ گاؤں کی سبھاؤں اور سمیتیوں (اسمبلیوں اور کونسلوں) اور گرامن (گاؤں کا قائد) کی موجودگی کا ثبوت ویدوں میں موجود ہے۔ رامائن اور مہابھارت میں بھی گھوش (گاؤں کے بزرگ) گرام (گاؤں) اور گرامینی (گاؤں کے سربراہ) کا حوالہ دیا گیا ہے۔ گرامینی کے فرائض میں ٹیکسوں کی وصولی، گاؤں کے ریکارڈ کو محفوظ رکھنا، تنازعات کی یکسوئی، جرائم پر کنٹرول وغیرہ شامل تھے لیکن ان کتابوں میں گاؤں کی سطح پر سربراہ کے تقرر کے طریقہ کار کی تفصیل موجود نہیں ہے۔ البتہ مہابھارت کے دور کے بعد گاؤں کے صدر اور سربراہ کا تقرر بادشاہ کرتا تھا اور یہ گوپا (گاؤں کا مقتدرِ اعلیٰ) کے تحت جواب دہ ہوتا تھا جو پانچ سے پچیس دیہاتوں کا ذمے دار ہوتا تھا۔

موریاؤں کے دور (Mauryan Era) میں پنچایتیں بہت منظم ہوا کرتی تھیں۔ ان کو فیصلہ کرنے کے مکمل اختیارات حاصل تھے اور بیرونی ایجنسیوں کو پنچایت کے کام میں دخل اندازی کی اجازت نہیں تھی۔ گاؤں سیاسی نظام کی ایک چھوٹی اکائی ہوتی تھی جسے گرام کہا جاتا تھا۔ گاؤں کے صدر یا سربراہ کو گرامیکا کہتے تھے۔ گاؤں کے باشندے اس کا تقرر کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دس گاؤں کی مشترکہ نگرانی گرامیکا کے تحت ہوتی تھی اور گاؤں استھانیکا کے زیر کنٹرول ہوا کرتے تھے۔ گرامیکا کے ذمے ٹیکسوں کی وصولی، نظم وضبط کی برقراری اور کھلی پنچایتوں میں تنازعات کی یکسوئی شامل ہے۔

گپتاؤں کے دور میں گاؤں کی کونسل کو جن پد کہتے تھے اور گاؤں کے سربراہ کو گرام ادھیکش کہتے تھے۔ یہ جن پد گاؤں کی حفاظت، تنازعات کی فیصلے، مال گزاری کی وصولی، دیگر فلاحی کاموں کے علاوہ نابالغوں کے لیے ٹرسٹی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ گاؤں کے بزرگ اور معزز افراد گاؤں کے کونسل کے اراکین ہوتے تھے۔ گپتاؤں کے بعد چولا، پلاوا، پانڈیا اور وجیانگر کے حکمرانوں نے حکومت مقامی کے اداروں کو منظم کیا۔ یہ مختلف ناموں سے جانے جاتے تھے جیسے سبھا، ار(Ur)، نگرم (Nagaram)، ناڈو(Nadu) اور منڈلم (Mandalam)۔ مرکزی حکومت کے عہدے داران نہ صرف ان کی میٹنگوں میں شرکت کرتے تھے بلکہ ان اداروں کی کارکردگی کا جائزہ بھی لیتے تھے۔ زمانہ قدیم میں ان پنچایتوں کے مالی وسائل بہت زیادہ ہوتے تھے جس کی وجہ سے یہ بہت موثر طریقے سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کے مالی وسائل میں مرکزی بجٹ، ریاستی ٹیکس کے سرچارج، افراد کی وقف کردہ جائیدادیں، زمینات کی آمدنی، یوٹیلیٹی انڈرٹیکنگس (Utility Undertakings)، عدالتی فیس، جرمانے، بادشاہ کے تحائف اور عوامی کاموں پر حاصل کردہ منافع وغیرہ شامل تھے۔

مغلوں کے دور کی پنچایتیں (Panchayats in Mughal Period)

سولہویں صدی عیسوی میں مغل ہندوستان آئے اور حکمرانی کی، لیکن انہوں نے دیہی حکومت کے روایتی طریقوں میں خلل اندازی نہیں کی سوائے ان کے جن کا ذکر آئین اکبری، شاہی فرامین اور دستور العمل میں تھا۔ شیر شاہ سوری کے دور میں گاؤں پنچایتوں کی حکمرانی میں تھے۔ ہر پنچایت گاؤں کے اکابرین اور دانشور افراد پر مشتمل ہوتی تھی جو گاؤں کے لوگوں کے مفادات کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ عدالتی دیکھ بھال کے علاوہ مغلوں نے گاؤں کے نظم ونسق میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ بطور خاص یہ تبدیلیاں مال گذاری نظم ونسق سے متعلق تھیں۔ کمال صدیقی کے مطابق گاؤں کی خود مختار حکومت میں یہ تبدیلیاں تین گنا اثرات کی حامل تھیں۔

(1) بعض علاقوں میں پولیس کی ذمے داریوں کو مرکزی حکومت نے لے لیا تھا جس کی وجہ سے پنچایتوں کے امن وضبط کے فرائض محدود ہو گئے تھے۔

(2) بعض دیہاتوں میں مرکزی حکومت نے اختیارات کو کم کر دیا تھا اور گاؤں کے سربراہ کو اہمیت دی گئی تھی کیوں کہ وہ ٹیکس وصول کرتا تھا۔

(3) مغلوں کا رائج کردہ ٹیکس نظام کی وجہ سے کسانوں یا زمینداروں کی بغاوت کا سبب بنا۔ اس کی وجہ سے انتظامیہ اور ٹیکس دہندگان کے مابین درمیانی افراد کا وجود عمل میں آیا۔

مندرجہ بالا تبدیلیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے دور میں دیہی نظم ونسق زوال پذیر ہو گیا تھا۔ وہ ہندوستان میں اپنی طاقت کو مستحکم کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنی توجہ زیادہ تر اراضی نظام اور مال گذاری کی وصولی پر مرکوز کی۔ ان سب کے باوجود دیہی پنچایت قائم اور جاری رہی سوائے اکبر کے دور کے جس نے حکومت کا کسانوں سے راست تعلق قائم کیا تھا۔ مغلوں کے دور میں گاؤں کے سربراہ کو چودھری، مکھیا یا مقدم کہتے تھے۔ جس کی حیثیت گاؤں کے خادم جیسی تھی جو عوامی کاموں کا ذمے دار تھا۔ گاؤں کے سربراہان مرکزی حکومت اور گاؤں کے انتظام کے درمیان ایک رابطے کا کام کرتے تھے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ مغل کو اس بات کا احساس تھا کہ اس کا کوئی متبادل نہیں ہے جو گاؤں کے لوگوں کی خدمت کر سکے۔ اس لیے انہوں نے دیہی نظم ونسق کی حوصلہ افزائی کی اور اس کو قانونی حیثیت دی تا کہ حکومت سے تعاون کر سکے۔

برطانوی دور میں پنچایتیں(Panchayats in British Period)

ابتدائی برطانوی حکمرانی کے دور میں مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر مقامی حکومت کا تصور ختم ہو چکا تھا۔

(1) برطانوی حکومت نے زمینداروں اور کاشت کاروں سے راست رابطہ قائم رکھا جس کی وجہ سے دیہی کمیونٹیوں کی اہمیت کم ہو گئی تھی۔

(2) انہوں نے ایک اعلیٰ ترین مرکزی نظم ونسق قائم کیا اور انتظامی اور عدالتی عہدیداروں کا تقرر کیا تا کہ نظم ونسق اپنے ذمے لے سکیں جو پہلے دیہی کمیونٹیوں کے ذمے تھا۔

(3) ذرائع مواصلات کی ترقی

(4) انفرادیت کے جذبے کا فروغ

ان وجوہات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا میں برطانوی مقامی حکومت میں دلچسپی نہیں لیتے تھے لیکن 1857ء کی بغاوت کے بعد برطانیوں نے پنچایتوں کے روایتی نظام کا احیا کیا اور مقامی حکومت خود اختیاری سے متعلق لارڈمایو کی قرارداد کو اپناتے ہوئے 1857ء کے بنگال چوکی داری قانون کو منظور کیا۔ بغاوت کی وجہ سے ہونے والے مالی نقصانات کی وجہ سے مقامی اداروں کو اقتدار کی منتقلی ضروری تھی۔ 1870ء میں لارڈمایو کے دور میں مقامی سرگرمیوں میں عوام کی شمولیت کے لیے اقدامات کیے جارہے تھے۔ لارڈمایو نے اقتدار کی غیر مرکوزیت سے متعلق کونسل میں ایک قرارداد منظور کی۔ اس قرارداد میں مقامی نگرانی کو لازمی قرار دیا گیا تا کہ مقامی حکومت میں فنڈس کی کامیاب کارکردگی ثابت ہو سکے۔ اس قرارداد نے ضلعی مجسٹریٹ کو گاؤں میں نامزد اراکین کے ساتھ پنچایتوں کے قیام کا اختیار دیا۔ 18 مئی 1882ء کی کالارڈ رپن کی قرارداد مقامی خود مختار حکومت کی ترقی میں ایک اہم سنگ میل تھی۔ اس نے عوام کو اپنے امور اپنے طور پر منظم کرنے کا اختیار دیا۔ اس کے بیان کے مطابق "ہندوستان میں مقامی حکومت کو سیاسی اور عوامی تعلیم کے آلہ کار کے طور پر احیا کرنا چاہیے اور اس کو مغربی افکار سے پیدا شدہ عزائم اور آرزؤں کی ایجنسی سے تعبیر کیا۔ اس قرارداد نے شاہی سطح سے مقامی نمائندوں میں اقتدار کی منتقلی پر زور دیا۔ یہ ماڈل دو سطحی تھا۔ سابقہ مشاورتی کمیٹیوں کے بجائے تحصیل بورڈ (جدید پنچایت سمیتیاں) اور ڈسٹرکٹ بورڈ پر مشتمل تھا۔ رپن(Rippon) کو اس کے کارناموں کی وجہ سے ہندوستان میں مقامی خود مختار حکومت کا بانی کہا جاتا ہے۔ اس نے ایک نئی پالیسی کی وضاحت کی جو لوگوں میں سیلف ہیلپ یعنی اپنی مدد آپ کی صلاحیت کو پروان چڑھاتی ہے۔ جو صرف مقامی حکومت میں عوامی شراکت کے

ذریعے ہی ممکن ہے۔ تعلیم یافتہ افراد کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اقتدار میں ان کی بھی شراکت کو ضروری سمجھا گیا تاکہ کام کے بوجھ کو تقسیم کرتے ہوئے کارکردگی میں اضافہ کر سکے۔ رپن کی حکومت نے علاقائی حکومت میں (مقامی اداروں کی صورت میں) لارڈ مایو کے مالیاتی غیر مرکزیت کے اصول کا اطلاق کیا۔ 1882 کی قرارداد ہندوستان میں مقامی خود مختار حکومت کی موثر شروعات ہوئی۔ مقامی اداروں کی ترقی نہ صرف نظم و نسق کو بہتر بنانے کی سعی ہے بلکہ یہ سیاسی اور عوامی تعلیم کا ایک ذریعے بھی ہے۔ اس اصول کی ستائش میگنا کارٹا (Magna Carta) کی طرح کی گئی اور لارڈ رپن کو ہندوستان میں مقامی خود مختار حکومت کا بانی کہا گیا۔ رپن کے اصلاحات کو حکومت اور ضلعی افسروں نے نظر انداز کر دیا۔ جن کی یہ ذمے داری تھی کہ وہ ان اصلاحات کو روبہ عمل لائیں۔ مقامی داروغہ اور مقامی زمیندار گاؤں کے حقیقی حکمران کہلاتے تھے۔ کسی بھی پالیسی کو تشکیل دیتے ہوئے مقامی قیادت سے مشاورت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو اوپر سے لاگو کیا جاتا تھا۔ بدقسمتی سے لارڈ رپن کی قرارداد ہندوستانی خود مختار حکومت یا پنچایت راج اداروں کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن ایک طویل عرصے تک یہ غیر نافذ رہی۔ مقامی حکومت کے اہم مسائل کا رائل کمیشن نے جائزہ لیا جو غیر مرکزیت سے متعلق تھا۔ اس کو پنچایت راج کی تاریخ کا اگلا قدم مانا جاتا ہے۔ اس کمیشن کا 1907ء میں حکومت کی جانب سے تقرر کیا گیا اور 1909 میں رپن کی جانب سے اعلان کردہ قراردادوں کو شائع کروایا گیا حالانکہ اس کمیشن میں پانچ انگریز اور ایک ہندوستانی رمیش چندر دت تھے۔ اس کمیشن نے پنچایت کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ "یہ ضروری ہے کہ غیر مرکزیت کے مفادات اور لوگوں کو ان کی ذمے داریوں سے واقف کرواتے ہوئے گاؤں کی پنچایتوں کو قائم کرنا اور منظم کرنا ہے تاکہ وہ گاؤں کی مقامی سرگرمیوں میں حصہ لے سکیں۔ اب یہ ممکن ہے کہ ان اقدامات کی مختصر سی کامیابی کی وجہ سے دیہی مقامی حکومت کے نظام کو رائج کر پا رہے ہیں۔"

مانٹیک چیمس فورڈ (Montague Chelmsford) کی رپورٹ نے مقامی خود مختار حکومت کو دوہری حکمرانی کے تحت ایک منتقل کردہ موضوع قرار دیا یعنی مقامی خود مختار حکومت کو صوبوں میں انڈین منسٹرس (Indian Ministers) کے تحت لایا گیا۔ مقامی خود مختار حکومت کو حقیقی معنوں میں نمائندہ اور ذمہ دار بنانے کے لیے اس رپورٹ نے یہ تجویز رکھی کہ بعجلت ممکنہ مقامی اداروں میں کنٹرول حاصل کرنے کے لیے کوشش کی جائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ بیرونی کنٹرول سے آزاد رکھا جائے۔ رپورٹ کی اس تجویز کے باوجود مقامی خود مختار حکومت کو ایک جمہوری اور متحرک آلہ کار نہیں بنایا گیا۔ اس دور کی سب سے اہم ترقی کئی صوبہ جات میں گاؤں کی پنچایتوں کا قیام تھا۔ ان دستوری پنچایتوں کی وسعت محدود دیہاتوں تک تھی اور ان کے فرائض بھی محدود تھے۔ مقامی خود مختار اداروں کے ظہور پذیر ہونے سے متعلق اہم کارنامہ اگست 1917ء کا اعلامیہ تھا جس کے مطابق برطانوی حکومت نے مقامی خود مختار حکومت کی بتدریج ترقی کے لیے ہندوستان کے لیے ذمہ دار حکومت کا وعدہ کیا تھا اس طرح 1918ء میں صوبوں میں خود مختار حکومت کی ابتدا کرتے ہوئے ایک اہم اقدام کیا گیا تاکہ مقامی مسائل کو موثر انداز میں حل کیا جا سکے۔

1919ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1919 منظور کیا گیا اور 1920ء میں اس کو نافذ کیا گیا۔ تمام صوبہ جات نے اپنے متعلقہ قوانین کو منظور کیا تاکہ پنچایتوں کا احیا کرتے ہوئے انہیں مستحکم کر سکے اور مقامی سرگرمیوں میں عوامی شرکت کو یقینی بنایا جا سکے۔ اس اقدام کے باوجود عوام کو اقتدار حاصل نہیں ہو سکا اور اقتدار سرکاری عہدے داروں کے ہاتھوں میں ہی رہا۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 اور

صوبائی خود مختاری کے تحت ملک میں پنچایتوں کا احیا ایک مرحلہ تھا۔ صوبوں میں منتخب عوامی حکومتوں کے ساتھ تمام صوبائی نظم ونسق نے یہ محسوس کیا کہ وہ مزید جمہوریت کے لیے خود مختار مقامی اداروں بشمول دیہی پنچایتوں کی قانون سازی کے لیے پابند ہے۔ کانگریس کے زیر اقتدار صوبوں میں عوامی حکومتیں 1939ء میں دوسری جنگ عظیم کے بعد اپنی ذمے داریوں سے دست بردار ہو گئیں۔ خود مختار مقامی حکومت کے اداروں کی حالت اگست 1947ء یعنی ہندوستان کی آزادی تک غیر مبتدل رہی۔

15.3 آزادی کے بعد کی پنچایتیں (Panchayats After Independence)

1947ء میں ہندوستان کی آزادی کے بعد گاندھی جی نے پہلی بار جمہوری طرز پر پنچایتوں کے احیا پر زور دیا اور ان کو زیادہ اختیارات دیے تاکہ گاؤں کے باشندے گرام سوراج یعنی خود مختار حکومت کے صحیح تصور سے استفادہ کر سکیں۔ ان کے مطابق گاؤں میں مکمل طور پر پانچ افراد کی جمہوری حکومت ہونی چاہیے جو مشترکہ طور پر ایک سال کے لیے قانون سازی، عدلیہ اور عاملہ کے فرائض انجام دے سکے۔

گاندھی جی تحریر کرتے ہیں کہ "گاؤں کے سوراج کا میرا تصور مکمل جمہوری، ضرورتوں کے لیے پڑوسیوں سے آزاد اور باہمی انحصار پر مبنی ہے جس میں انحصار (تابعداری) کا ہونا لازمی ہے۔ گاؤں کی حکومت پنچایت کے پانچ افراد پر قائم ہوگی جن کا سالانہ انتخاب اقل ترین صلاحیت کے حامل گاؤں کے بالغ افراد یعنی مرد اور خواتین کی جانب سے ہوگا۔ ان کے کامل اختیارات اور متعین دائرہ کار ہوگا۔ یہ پنچایت مشترکہ طور پر دوران مدت مقننہ، عدلیہ اور عاملہ کے فرائض انجام دے گی۔

ہم جانتے ہیں کہ گرام سوراج قومی آزادی کی تحریک کا ایک اہم نعرہ تھا۔ گاندھی جی نے گرام سوراج اور غیر مرکوزیت کے لیے زبردست تائید کی اور تقریباً سبھی قائدین ان کے اس نظریے سے متفق تھے۔ ہندوستانی دستور کے معمار ڈاکٹر بی آر امبیڈکر ان پنچایتوں کے بارے میں زیادہ فکر مند نہیں تھے۔ 4 نومبر 1948ء کو دستور ساز اسمبلی میں ان کا مشہور ریمارک (Remark) یہ تھا کہ گاؤں کی جمہوریتیں ہندوستانی جمہوریت کے زوال کا سبب بن چکی ہیں۔ تنگ نظری اور فرقہ پرستی کو بڑھاوا دے رہی ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ صرف مرکزی سیاست ہی پسماندہ اور محروم ذاتوں کو بڑھاوا دے رہی ہیں اور ان کے مفادات کا تحفظ صرف مرکزی سیاست سے ہی ممکن ہے۔ ان کا کامل یقین تھا کہ یہ گاؤں کی جمہوریتیں ہندوستان کی بربادی کا باعث بن رہی ہے۔ ذات پات والے ہندوستان کے گاؤں کی حالت اس دور میں کوئی دیکھتا تو وہ بہ آسانی یہ سمجھ جاتا کہ ڈاکٹر بی آر امبیڈکر کی سوچ ایسی کیوں تھی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جب گاندھی جی کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بہت ملول اور پریشان ہوئے کیوں کہ گرام سوراج دیہی ہندوستان میں مابعد آزادی حکومت کا ماڈل تھا جس کا خواب گاندھی جی نے دیکھا تھا۔ شاید ان کی اس پریشانی کو دیکھ کر دستوری ترمیم کرتے ہوئے دستور کے حصہ چہارم میں مملکتی پالیسی کے رہنمایانہ اصولوں میں گرام پنچایت سے متعلق آرٹیکل 40 کو شامل کیا گیا۔ آرٹیکل 40 مملکت کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ وہ گاؤں کی پنچایت کو منظم کرے اور انہیں درکار اختیارات فراہم کرے تاکہ وہ مقامی حکومت کی اکائی کے طور پر کام کر سکے یعنی رہنمایانہ اصولوں میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ مملکت دیہی پنچایتوں کو منظم کرنے کے لیے اقدامات کرے گی اور انہیں ایسے اختیارات دے گی جن کے ذریعے وہ خود اختیاری حکومت کی اکائیوں کی طرح کام کر سکے۔

نتیجتاً سارے ملک میں پنچایت راج اداروں پر توجہ دینے کے بجائے کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام کے ذریعے سماجی اور معاشی تبدیلی

لانے کی کوشش کی گئی۔ کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام کو سرکاری فنڈ کے ذریعے چلایا جاتا ہے جس کی تشکیل 1952 میں عمل میں آئی تھی۔ اس میں عوامی شراکت داری اہم ہوتی ہے تاکہ دیہی کمیونٹی کی سماجی اور معاشی زندگی میں تبدیلی لائی جاسکے۔ کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام کو نیشنل ایکسٹنشن سرویس(National Extension Services) کے ذریعے مستحکم کیا گیا تاکہ ترقی سے متعلق مسائل کو مختلف مقامی اور عملی مراحل میں حل کیا جاسکے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام(CWP) دیہی علاقوں میں سماجی اور معاشی تبدیلی لانے والا پہلا جامع پروگرام تھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ پہلی بار منظم انتظامیہ کے ساتھ قومی، ریاستی، ضلع واری اور بلاک مراحل میں ترقیاتی پروگراموں کی عمل آوری میں کامیاب رہا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ خود انحصاری اور عوامی وابستگی کو نہیں حاصل کیا جاسکا کیوں کہ اس پروگرام میں ذمے دارانہ قیادت کی حوصلہ افزائی پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام تنزلی کا شکار رہا۔ یہ صرف علامتی عوامی اشتراک تھا۔ نیشنل ایکسٹنشن پروگرام(NES) تشکیل دیا گیا اور 2 اکتوبر 1953 کو نافذ کیا گیا۔ پلان پروجکٹ سے متعلق ایک اعلیٰ اختیاری کمیٹی جس کو نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل اور بلونت رائے مہتا کی صدارت میں 1957ء میں تشکیل دیا گیا تاکہ وہ کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام اور نیشنل ایکسٹنشن سرویس(NES) پروگرام کی کارکردگی کا جائزہ لے سکے۔ دسمبر 1957ء تک رپورٹ داخل کی گئی اور یہ جاننے کی کوشش کی گئی کہ کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس رپورٹ نے کمیونٹی ڈیولپمنٹ اور دیہی مقامی حکومت یا پنچایت راج اداروں کی سوچ سے متعلق انقلاب برپا کیا گیا۔ بلاشبہ فیصلہ سازی میں عوام کا اشتراک ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ٹیم نے اس تلخ حقیقت کو مخفی رکھنے کی کوشش نہیں کی اور اس بات کو تسلیم کیا کہ کمیونٹی ڈیولپمنٹ اور نیشنل ایکسٹنشن کے کامیاب پہلو میں سے ایک پہلو یہ تھا کہ وہ عوامی تائید حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ ٹیم کا یہ خیال تھا کہ مقامی عوام نے کمیونٹی ڈیولپمنٹ یا نیشنل ایکسٹنشن سرویس(NES) کے تعلق سے کوئی دلچسپی یا گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کیا حالانکہ مقامی تائید حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن یہ ناکام رہی۔ کیوں کہ عوامی اور جمہوری ادارہ کی تشکیل کے لیے کوئی ایسی جدوجہد نہیں کی گئی جو مقامی مفاد، رہبری اور دیکھ بھال کرسکے جو اس کامیابی کے لیے ضروری تھی۔ ٹیم کا خیال تھا کہ اقتدار کی غیر مرکزیت کی وجہ سے مقامی ادارے یا پنچایتیں متاثر ہوں گی۔ جب وہ تشکیل دیئے جائیں تب ان کے مکمل اختیارات کو مقامی عوامی نمائندوں کی نگرانی اور ان کے زیر کنٹرول ہونا چاہیے۔

بلونت رائے مہتا(Balwantrai Mehta) کمیٹی کی رپورٹ، پنچایت راج اداروں کا بلوپرنٹ تھی جس کو ہندوستان میں عوامی اشتراک کے ذریعے کارکرد بنایا گیا تھا۔ بلونت رائے مہتا کمیٹی کی رپورٹ نے تین درجاتی اسکیموں کی سفارش کی جس میں گرام پنچایتیں سب سے نیچے کے درجے میں تھیں۔ درمیانی سطح پر پنچایت سمیتی اور سب سے اوپر ضلع پریشد تھی۔ گرام پنچایت، پنچایت راج اداروں میں سب سے بنیادی سطح پر ہے۔ پنچایت کے اراکین کا انتخاب راست طور پر ہوگا۔ رپورٹ کے مطابق پنچایت سمیتی تین درجاتی نظام میں سب سے اہم اکائی ہوگی جس کا دائرہ کار بلاک ہوگا۔ اس رپورٹ میں ضلع پریشد کا بھی تذکرہ ہے جو تین درجاتی پنچایت راج نظام میں سب سے اوپر کے درجہ میں ہے اور اس کا دائرہ عمل ضلع ہوتا ہے۔ یہ پنچایت سمیتی اور ضلع کے درمیان رابطہ کا کام کرتا ہے۔ ضلع پریشد، پنچایت سمیتیوں کے صدور، اراکین پارلیمنٹ، ریاستی مقننہ اور ضلع کے سطح کے دفتر پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس ٹیم نے مزید کہا کہ اگر جمہوری غیر مرکوزیت یا لامرکزیت کے زائد نتائج نکلتے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ اس اسکیم کے تینوں درجات یعنی گرام پنچایت، پنچایت سمیتی اور ضلع پریشد کو ایک

ساتھ شروع کیا جائے اور پورے ضلع کی سطح پر ایک ساتھ کارکرد کیا جائے۔ مطالعاتی ٹیم کی سفارشات جو جمہوری غیر مرکوزیت کی تائید میں تھے ان پر نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل نے جنوری1998ء میں غور کیا۔ کونسل نے اس بات پر غور کیا کہ گاؤں میں سیاسی ڈھانچے کی بنیاد جمہوریت پر ہونا چاہیے اور ٹیم کی سفارشات کی حمایت کی البتہ یہ بات ریاست پر چھوڑدی کہ وہ وہاں کے حالات کی مناسبت کے مطابق ڈھانچوں کو منظم کرے۔ اس مشورے کی سنٹرل کونسل آف لوکل سیلف گورنمنٹ (Central Council of Local Self-government) نے بھی تصدیق کی اور اس بات کی تجویز رکھی کہ عوام کو اقتدار کی منتقلی ریاستی حکومت کے حوالے کیا جائے۔ بعد ازاں جمہوری لامرکزیت کی اصطلاح کو ترک کر دیا گیا اور پنچایت راج ادارہ کی اصطلاح کو اپنایا گیا۔ تمام ریاستی حکومتوں نے جمہوری غیر مرکزیت کے لیے بلونت رائے کی مشہور تجاویز کو قبول کیا۔ اس کو ہندوستان کی قومی ترقی کے لیے پرجوش طریقہ سے اتفاق رائے کے ذریعے اپنایا گیا۔ آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے بلونت رائے مہتا کمیٹی کی سفارشات کی قانونی اداراتی حیثیت دینے کے لیے شخصی تائید کی۔ پنڈت نہرو نے ناگور راجستھان میں 2 اکتوبر 1959ء کو ایک شاندار تقریب میں پنچایت راج اداروں کا افتتاح کیا۔

بلونت رائے مہتا کمیٹی کے بعد 1977ء میں ایک اور کمیٹی کا تقرر کیا گیا جسے اشوک مہتا کمیٹی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کمیٹی نے پنچایت راج نظام کی ایک نئی صورت گری کی۔ پنچایت راج کی کارکردگی کی بنیاد پر 1959-1977 کے دوران اس کمیٹی کے مندرجہ ذیل احساسات تھے۔ "پنچایت راج کی کہانی نشیب و فراز کی کہانی ہے۔ کمیٹی نے اس پورے دور کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا ہے۔ عروج کا مرحلہ (1959-1964)، جمود کا مرحلہ (1965-1969) اور زوال کا مرحلہ (1969-1979)"۔ اشوک مہتا کمیٹی نے پنچایت راج میں دو درجاتی نظام کی سفارش کی ہے۔ اس سفارش کے مطابق لامرکزیت کے پہلے نکتے کے طور پر ضلع کی سطح پر ضلع پریشد کو قائم ہونا چاہیے تھا۔ اس کمیٹی نے منڈل پنچایت کے قیام کی سفارش کی جو کئی گاؤں کے گروہ پر مشتمل ہے۔ اشوک مہتا کمیٹی کی سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ اس نے گرام سبھا کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اشوک مہتا کی از سر نو تنظیم کی اسکیم میں گرام پنچایت کا وجود نہیں تھا۔ اشوک مہتا نے اس کی بنیاد کو ہٹاتے ہوئے پنچایت راج کا ڈھانچہ پیش کیا۔ 1979 میں چیف منسٹرس کانفرنس میں دو درجاتی نظام کو مسترد کر دیا اور تین درجاتی نظام کو جاری رکھنے کی تائید کی۔ 1977 میں اشوک مہتا کمیٹی کا تقرر پنچایت راج اداروں اور ان کے تصورات کو ایک نیا موڑ دیا اور دوسری نسل نے اس کی شروعات کی۔ مغربی بنگال کی حکومت نے 1978 میں پہل کرتے ہوئے پنچایت کو اشوک مہتا کمیٹی کی سفارشات کے مطابق نئی جہت دی۔ پہلی اور دوسری نسل کی پنچایتوں کے درمیان واضح طور پر اہم فرق ترقی اور مقامی حکومت کا تھا۔ بلونت رائے مہتا کمیٹی نے ترقی کو پنچایت نظام کا مرکزی پہلو قرار دیا۔ مغربی بنگال، کرناٹک، آندھرا پردیش اور بعد ازاں جموں و کشمیر میں پنچایتوں کو حقیقی سیاسی اداروں میں تبدیل کیا۔

اشوک مہتا کمیٹی کے بعد 1985 میں G.V.K Rao کمیٹی کے نام سے ایک دوسری کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کا تقرر منصوبہ بند کمیشن نے کیا تھا تاکہ دیہی ترقی سے متعلق موجودہ انتظامی صورت حال کا جائزہ لیا جاسکے۔ کمیٹی نے پرزور انداز میں پنچایت راج اداروں کی احیا کی سفارش کی تاکہ دیہی ترقی سے متعلق منصوبہ بندی، عمل آوری، نگرانی جیسی عظیم تر ذمے داریاں ان کو دی جاسکیں۔ اس کے مطابق پنچایتوں کو معاشی اور سماجی ترقی سے متعلق سرگرمیوں کا احاطہ کرنا چاہیے جن کو مختلف ایجنسیاں انجام دے رہی ہیں ان

کو کار گر بناتے ہوئے ضروری حمایت کرنا چاہیے تا کہ وہ مقامی ترقی کے لیے ایک موثر تنظیم ثابت ہو سکے۔ کمیٹی نے قومی اداروں کے لیے باقاعدہ انتخابات کی سفارش کی۔ راؤ کمیٹی نے نچلی سطح پر جمہوریت کی حوصلہ افزائی کے لیے گرام سبھا کے قیام کی سفارش کی اور پنچایت راج اداروں کی دستوری شناخت اور تحفظ کی بھی تائید کی۔ اس نے پنچایت راج اداروں کے باقاعدہ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے لیے دستوری ترمیم کی بھی تجویز رکھی۔

15.4 73ویں دستوری ترمیم (73rd Constitutional Amendment)

مندرجہ بالا کمیٹیوں کی سفارشات نے پنچایت راج اداروں کی دستوری شناخت اور توثیق کی ضرورت کا احساس دلایا۔ ریاستی حکومتیں دستوری تحفظات کے بغیر مکمل طور پر پنچایت راج کا قیام عمل میں نہیں لا سکتی تھیں۔ نیز مقامی اداروں کو دوبارہ جلا بخشنے اور ان کو موثر بنانے کے لیے کسی بھی اقدام کی دستوری حیثیت ضروری تھی اور یہ دستور کے 73ویں ترمیم کے ذریعے ممکن ہو سکا۔ 73ویں دستوری ترمیم 1992 میں تشکیل دیا گیا اور اس کا نفاذ 24 اپریل 1993 سے ہوا۔ اس قانون کو دستور کے گیارہویں باب میں شامل کیا گیا جو پنچایت راج نظام کے اختیارات اور فرائض کو بیان کرتا ہے۔ اس قانون کے مطابق پنچایت راج اداروں کو دستوری موقف عطا کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ اسے دستوری خود مختاری بھی حاصل ہوئی۔ پنچایت راج اداروں کو مزید با اثر اور کارکرد بنانے کے لیے مالیاتی کمیشن اور الیکشن کمیشن کو شامل کیا گیا جس سے پنچایت راج اداروں کو بہت سے اختیارات حاصل ہوئے۔ کسی بھی وقت اس قانون کی خلاف ورزی کو موجب سزا قرار دیا گیا۔ اس قانون کے مطابق تمام ریاستوں کو اپنے پنچایت قوانین میں ترمیم کرتے ہوئے ایک سال کے اندر یعنی اپریل 1995 تک پنچایت کے انتخابات منعقد کرنے کو کہا گیا۔ تمام ریاستوں نے 23 اپریل 1994 تک نئے پنچایت راج قانون کو اپنایا۔ اس قانون کے مطابق پنچایت ضلعی سطح سے نیچے تیسرے درجہ کی حکومت قرار پائی۔ دستوری ترمیم نے تمام ریاستوں میں پنچایت راج اداروں کو خود اختیاری کا موقف عطا کیا۔ اس طرح اب سہ درجہ جاتی حکومتیں ہوں گی یعنی مرکزی حکومت، ریاستی حکومت اور پنچایتیں۔ 73ویں دستوری ترمیم کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

(1) گرام سبھا (Gram Sabha)

گرام سبھا گاؤں یا گاؤں کے ایک گروہ پر مشتمل ہے جس میں تمام رجسٹرڈ رائے دہندگان شامل ہوتے ہیں۔ اس ایکٹ نے گرام سبھا کے اہم رول کی نشاندہی کی۔ آرٹیکل (A) 234 کے مطابق ایک گرام سبھا گاوں کی سطح پر ان فرائض کو انجام دیتی ہے جن فرائض کی ریاستی مقننہ ہدایت دیتی ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ جمہوری اقتدار کا ابتدائی ماخذ گاؤں ہے بلکہ ایک متحرک اور بصیرت آمیز گرام سبھا پنچایت راج نظام کی کامیابی کا مرکزی پہلو بھی ہے۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ گرام سبھا مقامی ضروریات کی تکمیل اور ترقیاتی سرگرمیوں میں فعال اور متحرک ادارہ ثابت ہو گا۔

(2) تین درجاتی نظام (Three Tier System)

یہ ایکٹ پنچایتوں کو تین درجاتی نظام (گاؤں، درمیانی اور ضلعی سطح) فراہم کرتا ہے۔ وہ ریاستیں جن کی آبادی بیس لاکھ سے کم ہو وہ درمیانی سطح کی پنچایت قائم نہیں کر سکتیں۔

(3) نشستوں کا تحفظ (Reservation of Seats)

اس ایکٹ کے مطابق ہر پنچایت میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائلیوں کے لیے ان کی آبادی کے تناسب سے نشستوں کا تحفظ کیا گیا ہے۔ ایک تہائی نشستیں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائلیوں اور خواتین کے لیے محفوظ ہیں۔ خواتین کو جملہ نشستوں کی کم از کم ایک تہائی نشستیں فراہم کی گئی ہیں جن کو راست انتخابات کے ذریعے پُر کیا جاتا ہے اور یہ نشستیں باری باری سے مختلف انتخابی حلقوں کو الاٹ کی جاتی ہیں۔ گاؤں یا دوسرے سطح کی پنچایتوں میں صدر نشین کے عہدے اور ان کی آبادی کے تناسب سے درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائلیوں کے لیے محفوظ کیے جاتے ہیں۔ جملہ عہدوں میں سے ایک تہائی صدر نشین کے عہدے ہر سطح پر خواتین کے لیے مختص کیے جاتے ہیں۔

(4) پنچایتوں کی تشکیل (Composition of Panchayats)

اس دستوری ترمیم کی اہم خصوصیت پنچایتوں کے لیے راست انتخابی نظام ہے۔ مختلف علاقائی حلقوں سے راست طور پر منتخب افراد پنچایت کی نشستوں کو پر ہیں۔ گاؤں کی سطح پر صدور نشین کا انتخاب متعلقہ ریاستی مقننہ کے احکامات کے مطابق ہوتا ہے۔ درمیانی اور ضلع کی سطح کے صدور نشین کا انتخاب منتخب اراکین میں سے ہوتا ہے۔

(5) پنچایتوں کی معیاد (Duration of Panchayats)

ہر پنچایت کی معیاد پانچ سال ہوتی ہے۔ کسی بھی وجہ سے اپنی معیاد سے پہلے تحلیل ہونے والی پنچایتوں کے انتخابات چھ ماہ کے اندر مکمل کر لیے جاتے ہیں۔ دوبارہ تشکیل شدہ پنچایت اپنی باقی ماندہ معیاد کی تکمیل کرتی ہے۔

(6) انتخابات کا انعقاد (Conduct of Elections)

ریاستی الیکشن کمیشن پنچایت سطح کے تمام انتخابات کے لیے الکٹورل فہرست کی تیاری، نگرانی، جانچ اور رہنمائی کرتا ہے۔ 18 سال کی عمر والے افراد کے ناموں کے اندراجات کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ریاستی الیکشن کمیشن پنچایت راج اداروں کے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات منعقد کرنے کی ذمہ داری بھی نبھاتا ہے۔

(7) مالیاتی کمیشن (Finance Commission)

پنچایتوں کی مختلف ترقیاتی سرگرمیوں کی تکمیل کے لیے 73 ویں دستوری ترمیمی ایکٹ کے ذریعے 1992 میں ہر ریاست کے لیے ایک مالیاتی کمیشن فراہم کیا گیا ہے۔ متعلقہ ریاست کے گورنر نے ہر ریاست کے لیے پانچ سالہ مالیاتی کمیشن تشکیل دیا۔ یہ مالیاتی کمیشن پنچایتوں کے مالیاتی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے متعلقہ گورنروں کو اپنی سفارشات فراہم کرتا ہے۔

(8)ترقیاتی سرگرمیاں (Development Activities)

یہ ایکٹ پنچایتوں کو معاشی ترقیاتی پروگراموں کی منصوبہ بندی اور عمل آوری کے فرائض واختیارات مہیا کرتا ہے۔ ان اختیارات میں معاشی ترقی، سماجی انصاف اور گیارہویں شیڈول میں درج مختلف اسکیموں سے متعلق منصوبہ سازی شامل ہے۔ پنچایت راج اداروں میں شامل سرگرمیوں کو پانچ زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(A)معاشی ترقی (Economic Development)

معاشی ترقی میں جملہ گیارہ آئٹم شامل ہیں جن میں سے ایک مخالف غربت پروگرام ہے جو جواہر روزگار یوجنااور متحدہ دیہی ترقیاتی پروگرام پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ زراعت، بہتر اراضی، چھوٹی آبپاشی، افزائش مویشی، مچھلی پالن، سماجی جنگل بانی، چھوٹے پیمانے کی جنگلاتی اشیاء، چھوٹے پیمانے کی گھریلو صنعتیں، ایندھن اور چارہ وغیرہ بھی شامل ہے۔

(B)تعلیم (Education)

اس زمرہ میں پانچ موضوعات شامل ہیں۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم، غیر رسمی تعلیم، کتب خانے، تکنیکی تربیت، تمدنی سرگرمیاں وغیرہ۔

(C)صحت (Health)

صحت کے زمرہ میں صحت اور صفائی کے علاوہ خاندانی بہبود شامل ہے۔

(D)بہبودی بشمول خواتین واطفال کی ترقی (Welfare, including Women and Child development)

سماجی بہبود میں چار نکات شامل ہیں جیسے کمزور طبقات کی بھلائی، عوامی تقسیم کا نظام، خواتین واطفال کی بہبودی وترقی وغیرہ۔

(E)انفراسٹرکچر کی ترقی (Infrastructure Development)

انفراسٹرکچر سے متعلق زمرہ میں سات موضوعات شامل ہیں جیسے سڑکیں، مکانات، پینے کا پانی، مارکٹ، برقی سپلائی، کمیونیٹی اثاثہ جات کی دیکھ بھال وغیرہ۔ ان میں سے بعض موضوعات (مخالف غربت پروگرام کے علاوہ) غریبوں اور مراعات سے محروم افراد کے لیے مختص ہیں۔ کمزور طبقات کی اسکیمیں یا خواتین اور اطفال کی ترقی سے متعلق پروگرامس اس زمرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا 73 ویں دستوری ترمیمی قانون نے گیارہویں شیڈول کے مطابق ان فرائض کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں 29 فرائض شامل ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ زراعت اور زرعی توسیع

2۔ بہتر اراضی، اراضی اصلاحات کا نفاذ، اراضی توسیع اور زمین کا تحفظ

3۔ چھوٹی آبپاشی، آبی انتظام اور واٹر شیڈ کی ترقی

4۔ نگہداشت مویشیان (Animal Husbandry)، ڈیری اور پولٹری

5۔ مچھلی پالن

6۔ سماجی اور فارم جنگل بانی اور باغبانی

7۔ چھوٹے پیمانے کی جنگلاتی پیداوار

8۔ چھوٹے پیمانے کی صنعتیں بشمول فوڈ پروسیسنگ انڈسٹریز

9۔ کھادی، دیہی اور گھریلو صنعتیں

10۔ دیہی امکنہ جات

11۔ پینے کا پانی

12۔ ایندھن اور چارہ

13۔ سڑکیں، زمین دوز موریاں، پل، کشتیاں، آبی راستے اور دیگر ذرائع مواصلات

14۔ دیہی برقیانا بشمول برقی کی تقسیم

15۔ غیر روایتی توانائی کے ذرائع

16۔ غریبی ہٹاؤ پروگرام

17۔ تعلیم بشمول تحتانونی اور وسطانوی مدارس

18۔ فنی تربیت اور ووکیشنل تعلیم

19۔ تعلیم بالغان اور غیر رسمی تعلیم

20۔ کتب خانے

21۔ تمدنی سرگرمیاں

22۔ بازار اور میلے

23۔ صحت اور صفائی بشمول دواخانے، ابتدائی طبی مراکز اور ڈسپنسریز

24۔ خاندانی بہبود

25۔ خواتین واطفال کی بہبودی

26۔ سماجی بھلائی بشمول ذہنی اور جسمانی معذورین کی بھلائی

27۔ کمزور طبقات کی بھلائی خصوصاً درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل

28۔ عوامی تقسیم کا نظام

15.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

ہندوستان میں پنچایتوں کا تصور نامعلوم زمانہ سے ہے۔ پنچایتیں ہندوستان کے قدیم دور اور مغلوں کے دور میں بھی تھیں لیکن برطانوی حکمرانی کے ابتدائی ایام میں غائب ہوگئیں اور 1857ء کے بعد ان کا احیا عمل میں آیا۔ برطانوی دور میں حکومت کے خود اختیاری کے قیام کے لیے کئی سفارشات اور کئی قراردادیں منظور کی گئیں۔ آزادی کے بعد کئی مختلف کمیٹیاں قائم کی گئیں لیکن اس ادارہ کو دستوری حیثیت 73 ویں دستوری ترمیمی قانون کی منظوری کے بعد حاصل ہوئی۔ اس ایکٹ میں تین درجاتی نظام، نشستوں کا تحفظ، پنچایتوں کی معیاد، الیکشن کا انعقاد وغیرہ جیسی خصوصیات شامل تھے۔ اس ایکٹ نے گیارہویں شیڈول کے مطابق چند امور اور فرائض کی نشاندہی کی ہے جو پنچایت کے فرائض میں شامل ہیں۔

15.6 فرہنگ (Glossary)

پنچایت	:	گاؤں کا مقامی حکمران ادارہ۔
گرامینی	:	گرامینی گاؤں کا سربراہ ہوتا ہے جس کے ذمے ٹیکسوں کی وصولی، گاؤں کے ریکارڈس کی برقراری اور تحفظ، تنازعات کی یکسوئی، جرم کے شرح کو قابو میں رکھنا وغیرہ شامل ہے۔
کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام	:	دیہی تعمیر نو کی اسکیم جو حکومت ہند کے کنٹرول میں ہے۔
غریبی	:	ایک ایسی سماجی حالت جہاں ضروری وسائل کی کمی ہوتی ہے۔ جہاں پر ایک آدمی اپنی اقل ترین ضروریات کی تکمیل نہیں کرتا اور اقل ترین معیار زندگی کو نہیں اپنا سکتا۔
درج فہرست ذاتیں	:	وہ فرد درج فہرست ذات سے تعلق رکھتا ہے جسے دستور نے مخصوص علاقے میں رہنے کی وجہ سے درج فہرست ذات کا رکن قرار دیا ہے۔
درج فہرست قبائل	:	وہ قبائلی کمیونٹیاں یا قبیلے جو دستور کے دفعہ 342 کے مطابق درج فہرست قبائلی کہلاتے ہیں۔

15.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. لفظ پنچایت سنسکرت لفظ پنچم اور............سے ماخوذ ہے۔

(a) آیت (b) آیتنم (c) نیتیم (d) مایاتنم

2. پنچاس کو............ بھی کہتے ہیں۔

(a)پنچ پرمیشور (b)پنچ اوتار (c)پنچ آتما (d)پنچ پرماتما

3.زمانہ قدیم میں گاؤں کے سربراہ کو...........کہتے تھے۔

(a)گرامینی (b)گھوش (c)گوپا (d)گرام

4.گپتادور میں گاؤں کی کونسل کو...........کہتے تھے۔

(a)جن پد (b)گرام (c)گرامدھاپد (d)ناگارم

5. مغل دور میں گاؤں کے صدر کو...........کہتے تھے۔

(a)مقدم (b)منڈلم (c)استھانکا (d)گوپا

6. کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام سال...........میں متعارف ہوا۔

1952(a) 1953(b) 1956(c) 1957 (d)

7. بلونت رائے کمیٹی کا تقرر سال...........میں ہوا۔

1956(a) 1957(b) 1967(c) 1977(d)

73.8ویں دستوری ترمیمی قانون سال...........میں پاس ہوا۔

1992(a) 1993(b) 1995(c) 1994(d)

9.ان میں کونسی پنچایت راج ادارہ کی خصوصیت نہیں ہے۔

(a) الیکشن کاانعقاد (b)نشستوں کاتحفظ (c) دودرجاتی نظام (d)صحت

10.پنچایتوں کے فرائض شیڈول کے کس حصّہ میں ہیں۔

(a) XII (b) XI (c) IX (d) X

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ پنچایت کے تصور پر بحث کرتے ہوئے زمانہ قدیم میں اس کی اہمیت کو بیان کیجیے۔

2۔ بلونت رائے مہتا کمیٹی کی اہم خصوصیات یا تجاویز کیاہیں؟

3۔ دستور کے گیارہویں شیڈول میں پنچایتوں کے تفویض کردہ فرائض کو لکھیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ ہندوستان میں پنچایت کے احیاپر بحث کیجیے۔

2۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد حکومت نے کیااقدامات کیے؟

اکائی 16 ۔ دیہی۔ شہری تسلسل

(Rural-Urban Continuum)

اکائی کے اجزا

16.0 تمہید

16.1 مقاصد

16.2 تعریفات

16.3 دیہی علاقوں کی خصوصیات

16.4 شہری علاقوں کی خصوصیات

16.5 دیہی۔ شہری فرق

16.6 دیہی۔ شہری تسلسل اور رابرٹ ریڈ فیلڈ

16.7 تسلسل پر مباحث

16.8 اکتسابی نتائج

16.9 فرہنگ

16.10 نمونہ امتحانی سوالات

16.0 تمہید(Introduction)

تسلسل(Continuum) سے مراد مسلسل یا لگاتار ہے۔ یہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں جہاں پہلی چیز ختم ہوتی ہے وہیں سے دوسری چیز شروع ہوتی ہے۔ اس طرح دیہی شہری تسلسل کا تصور اس مفروضے پر انحصار کرتا ہے کہ دیہی اور شہری ڈھانچہ جاتی نمونے دو منفرد طرز زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ایک جانب دیہی زندگی کا ڈھانچہ جاتی نمونہ گاؤں کی نمائندگی کرتا ہے تو دوسری جانب شہری زندگی کا ڈھانچہ جاتی نمونہ شہروں کی نمائندگی کرتا ہے۔ اے۔ آر دیسائی(A.R.Desai) کے مطابق ”گاؤں کی سماجی زندگی دیہی ماحول میں نشوونما پاتی ہے۔ اسی طرح شہری علاقوں کی سماجی زندگی شہری ماحول میں نشوونما پاتی ہے۔ ان کے متعلقہ ماحول دیہی اور شہری سماجی زندگی کا تعین کرتے ہیں“۔ دیہی اور شہری زندگی کی سماجی تشکیل مسلسل بین عمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی لیے گاؤں کے لوگ شہری زندگی کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اسی طرح گاؤں کی تمدنی خصوصیات شہروں میں پائی جاتی ہیں۔ تسلسل اس بات کا مظہر ہے کہ ترقی گاؤں سے شہر کی جانب رواں ہوتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ گاؤں، قصبوں اور شہروں میں تبدیل ہوتے ہیں۔

آسان الفاظ میں دیہی شہری اصطلاحات غیر متنوع اصطلاحات ہیں اور یہ آپس میں اس طرح مربوط ہیں کہ ایک قصبہ ایک سروِس سنٹر اور گاؤں ایک زرعی پیداوار کے مرکز کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ شہریانہ کا طریق دیہی علاقوں میں داخل ہوگیا ہے۔ شہروں اور قصبوں کے روابط ماضی میں ورثے میں ملے تھے اور دیہی شہری انضمام کے تحت اس کو دیہی۔ شہری نقل پذیری، صارفین کے برتاؤ، اندرونی ڈھانچے کے ساتھ ساتھ باہری علاقہ یعنی حدودیت (Periphery) ماڈل کے ذریعے مستقبل میں جاری رکھا جارہا ہے۔ اس طرح دیہی۔ شہری تسلسل گاؤں سے شہروں میں قیام کا تصور ہے جو دیہی تمدن کو شہروں میں بنائے رکھتا ہے۔

ہندوستان میں شہریانہ کے طریق اور دیہی علاقوں میں (شہری مراکز کے قریب) نئی ٹیکنالوجی سے لیس صنعتوں کے قیام سے دیہی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ جدید صنعتی خصوصیات نے ان دونوں کے درمیان فرق کو گھٹا دیا ہے۔ دیہی اور شہری تمدنی حدود کے درمیان امتیازی لکیر کھینچنا مشکل ہوگیا ہے۔ لہٰذا ہمیں ان سے متصل علاقوں میں دونوں سماجوں کے تمدنی خصوصیات کی آمیزش نظر آتی ہے۔ پچھلے تین دہوں میں حمل و نقل اور مواصلات کی ترقی نے دور دراز کے قبائلی علاقوں، گاؤں اور شہری مراکز کو کم مدت میں مربوط کیا ہے جس کی وجہ سے دیہی شہری نقل پذیری ہوئی ہے اور قبائلی علاقوں، گاؤں اور شہروں کے درمیان علاحدگی کم ہوئی۔ دور دراز کے قبائلی علاقے شہری زندگی (Urbanism) کی خصوصیات کو ظاہر کرتے ہیں اور قبائلی و دیہی تمدن کی نمائندگی کرتے ہیں۔ قبائلی اور دیہی علاقوں سے لوگوں کی شہری علاقوں کو منتقلی کی وجہ سے شہروں میں ملے جلے تمدنی خصوصیات نظر آتے ہیں۔ ہمیں دیہی اور شہری سماجوں کو فرق کی بنیاد پر نہیں دیکھنا چاہیے۔ یہ ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں بلکہ یہ ایک ہی تسلسل کے حصے ہیں۔

سماجیاتی مطالعات میں 60 کے اواخر اور 70 کے اوائل میں دیہی اور شہری سماج کے تسلسل پر بہت زیادہ لٹریچر شائع ہوا ہے۔ لیکن دیہی شہری تسلسل کا تصور پہلی بار 1938ء میں لیوس ورتھ (Louis Wirth) کی کتاب "Urbanism as a way of Life" میں پایا گیا۔ اس کتاب میں شہری اور دیہی سماج کے فرق کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اسی طرح برطانوی ماہر انسانیات ڈی۔ایف پوکاک

(D.F.Pocock)اور آسکر لیوس(Oscar Lewis)نے بھی دیہی شہری تسلسل کے اقدار کو واضح کیا ہے۔ مشہور ہندوستانی ماہر سماجیات ایم۔ این۔ سری نواس(M.N.Srinivas)نے دیہی شہری تسلسل پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ صرف تبدیلی کے تضاد کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد کے مرحلہ میں دیگر ماہرین سماجیات نے یہ تجویز رکھی کہ آبادی کی صرف دیہی شہری دوہری نوعیت کافی نہیں ہے۔ وہیں کچھ دوسرے مفکرین کے مطابق دیہی شہری تسلسل کا انحصار دیہی شہری امتیازات پر مبنی ہے۔

جی۔وی فیوگیٹ(G. V. Fuguitt) کے مطابق "اگر دیہی شہری سماجیات کو ایک خصوصی ذیلی مضمون اور بامعنی تصوراتی بنیاد کی حیثیت سے جاری رکھنا ہو تو ایک نئے علم کا ظہور ضروری ہے"۔ پروفیسر برٹرائینڈ نے کہا ہے کہ "تسلسل کے نظریہ کے حامی یہ محسوس کرتے ہیں کہ دیہی شہری امتیازات اضافی نوعیت کے ہوتے ہیں جو دیہی اور شہری دو قطبی انتہا کے درمیان وقوع پذیر ہوتے ہیں"۔ ان مفکرین نے دیہی شہری دو قسمی نوعیت کے بجائے اپنی توجہ دیہی شہری فرق پر مرکوز کیا ہے۔ بعد کے مطالعات میں یہ واضح ہوا ہے کہ یہ دوہری نوعیت یا دو قسمی نوعیت بہت زیادہ سہل پسند اور ناکافی ہے۔

16.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- دیہی۔شہری تسلسل کی تعریف اور مفہوم کو سمجھ سکیں۔
- دیہی اور شہری علاقوں کی مختلف خصوصیات سے واقفیت حاصل ہو سکے۔
- دیہی اور شہری علاقوں کے فرق کو سمجھ سکیں۔
- رابرٹ ریڈ فیلڈ اور دیگر ماہرین سماجیات کے دیئے گئے دیہی۔شہری تسلسل کے تصور کو سمجھ سکیں۔
- دیہی۔شہری تسلسل کی معقولیت کو سمجھ پائیں۔

16.2 تعریفات (Definitions)

ٹونیز (1887) نے جمین شافٹ (Gemeinschaft) (اتحاد باہمی گروہ یعنی دیہی) اور جیسل شافٹ(Gesellschaft) (اتحاد باہمی نہ پائے جانے والا گروہ یعنی شہری) کا نظریہ دیا ہے اور روایت اور جدیدیت کے درمیان فرق کو واضح کیا ہے۔ ایمائیل درکھائم(1893)کے مطابق "دیہی کمیونٹی کی بنیاد میکانکی استحکام پر ہے اور شہری کمیونٹی نامیاتی استحکام کی خصوصیت سے عبارت ہے"۔

میک آئیور(1917)کے مطابق "ان دونوں کے درمیان کوئی واضح فرق نہیں ہے کہ کہاں شہر ختم ہوتا ہے اور کہاں سے گاؤں شروع ہوتا ہے"۔

گیسٹ اور ہالبرٹ(Gist and Helbart 1945)کے مطابق دیہی اور شہری دو قسمی نوعیت کے درمیان نظریاتی تصور سے زیادہ کمیونٹی کے تقسیمی نوعیت کے حقائق ہیں۔

کنگسلے (Kingsley) نے کہا ہے کہ شہر کے اثرات شہر سے زیادہ وسیع ہوتے ہیں"۔

کوئن اور کارپینٹر 1953 (Queen and Carpenter) کہتے ہیں کہ سادہ دیہی شہری دوہری تقسیمی نوعیت کے بجائے دیہی سے شہر کی جانب مسلسل درجہ بندی (Gradation) ہوتی ہے۔

مکھرجی (Mukherjee) نے تسلسل کے نمونے کے مطابق شہریانہ کی نوعیت کو ایک مفید تصوراتی آلہ سے تعبیر کیا ہے جو دیہی شہری تعلقات کو سمجھنے میں کارآمد ہوتا ہے۔ فرینکن برگ (1966) نے دیہات اور شہر کو شرح اور نیٹ ورک کے تصورات کے ذریعے علاحدہ کیا ہے۔ اس کے مطابق شہری علاقوں میں رول کا فرق بہت زیادہ پایا جاتا ہے اور سماجی تعلقات کا نیٹ ورک کم گنجان ہو جاتا ہے۔

راؤ (Rao) اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ قبل برطانوی دور میں ہندوستانی پس منظر میں دونوں گاؤں اور قصبے ایک ہی تہذیب کے دو حصے تھے جو قرابت داری اور ذات پات کے اداروں سے عبارت تھے۔ شہری، سماجی اور تمدنی زندگی کو گاؤں کی زندگی سے فرق کرنے کے کچھ مخصوص اداراتی قسمیں اور تنظیمی طریقے ہیں۔

مندرجہ بالا تعریفات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دیہات اور شہر دونوں علاحدہ تصورات ہیں اور علاحدہ طرز زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے تسلسل میں رہتے ہوئے اپنی بقا کے لیے ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔

16.3 دیہی علاقوں کی خصوصیات (Caharacteristics of Rural Areas)

دیہی علاقہ بنیادی طور پر چھوٹا علاقہ ہوتا ہے۔ آبادی کم گنجان اور متجانس ہونے کے علاوہ پیشہ زراعت سے جڑی رہتی ہے۔ روایتی دیہی علاقہ ایک لوک سماج ہوتا ہے۔ لوک سماجوں میں انسانی برتاؤ برجستہ روایتی غیر نزاعی اور شخصی نوعیت کا ہوتا ہے۔ قرابت داری اور ادارے تجربات کی قسموں کے زمرے ہیں اور عمل کی اکائی ایک گروہ ہوتا ہے۔ سیکولر اقدار پر مقدس اقدار غالب آتے ہیں۔ معیشت حیثیت طے کرتی ہے۔ آج کل روایتی دیہی علاقے اپنے روایتی تمدن سے محروم ہو رہے ہیں۔

دیہی علاقوں کی بہت سی خصوصیات ہیں جنہیں ہم ذیل میں بیان کر رہے ہیں:

سوروکن اور زمرمین (Sorokin & Zimmerman) کے مطابق دیہی علاقوں کی درج ذیل خصوصیات ہیں:

سوروکن اور زمرمین (Sorokin & Zimmerman) نے اپنی کتاب (Principle of Rural-Urban Sociology) جو کہ 1929 میں شائع ہوئی تھی، میں دیہی اور شہری علاقوں میں پائے جانے والے فرق کو ذیل میں دئے گئے طریقوں کے ذریعے واضح کیا ہے:

1) پیشہ (Occupation)
2) ماحول (Environment)
3) سائز (Size)
4) کثافت (Density)
5) مرکب (Composition)

6) سماجی تفریق (Social Differentiation)

☆ دیہی علاقہ اکثر زراعت پر منحصر ہوتا ہے۔ زمین ان کا اہم ذریعہ معاش ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر پوری دیہی آبادی راست یا بالواسط طور پر زرعی زندگی سے جڑی ہوتی ہے۔ ان کی آمدنی کا بڑا حصہ زراعت سے آتا ہے۔ تمام لوگوں کے مشترکہ مسائل ہوتے ہیں، لوگ مشترکہ سرگرمیاں انجام دیتے ہیں اور قدرتی آفات کے دوران سب کی مجبوریاں بھی مشترک ہوتی ہیں۔

☆ دیہی طرز زندگی شہری طرز زندگی سے مختلف ہوتی ہے۔ ایک کسان کی حیثیت کا اندازہ، اس کی زمین، اس کے مویشی، اس کی فصل اور اس وراثت سے لگایا جاتا ہے جو وہ اپنی اولاد کو منتقل کرتا ہے۔ دیہی افراد مشکوک قسم کے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی سادہ اور جدید معنوں میں تفریح اور مزاح سے عاری ہوتی ہیں۔ مذہب اور دیوی دیوتاؤں سے متعلق ان کا گہرا عقیدہ ہوتا ہے۔

☆ دیہی علاقوں کا سماجی نظام اقل ترین سماجی تفریق اور سماجی درجہ بندی سے عبارت ہوتا ہے۔ اس کا زیادہ تر انحصار زمین اور جائیداد کے تعلقات پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ تعلقات مختلف سماجی اور معاشی گروہوں کے حصّے ہوتے ہیں اور دیہی آبادی کے مختلف طبقات زرعی دولت کی تقسیم کا تعین کرتے ہیں۔

☆ دیہی علاقوں میں ابتدائی گروہوں کی بالادستی ہوتی ہے۔ ایک جانب یہ گروہ شخصیت کی تشکیل (سماج کاری) کے لیے اہم ہوتے ہیں اور دوسری جانب یہ گروہ دیہی لوگوں کی زندگی میں ابتدائی کنٹرول کرتے ہیں۔

☆ انسانی سماج کی ترقی میں دیہی اور شہری زندگی ایک اہم اور طویل رول نبھاتے آئی ہے۔ 17ویں اور 18ویں صدی کے زرعی انقلاب (زرعی سرگرمیوں کی میکانیت) نے دیہی دنیا کا رخ موڑ دیا ہے۔ زرعی حمل و نقل اور بازاریت نے دیہی سیکٹر میں انقلاب برپا کیا ہے۔ زرعی ٹیکنالوجی میں تبدیلیوں کی وجہ سے دیہی آبادی میں تیز رفتار اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ صنعتی اور تجارتی ترقی نے بھی شہری آبادی میں اضافہ کیا ہے۔ اس طرح نہ صرف گاؤں تبدیل ہوتے ہوئے شہریانہ کی سمت گامزن ہیں بلکہ گاؤں بھی تبدیلی کا محرک بنتے جارہے ہیں۔

16.4 شہری علاقوں کی خصوصیات (Characteristics of Urban Areas)

شہری علاقہ اسے کہتے ہیں جہاں کے لوگ بڑی تعداد میں غیر زرعی پیشوں سے وابسطہ رہتے ہیں۔ اس علاقہ کی آبادی زیادہ ہوتی ہے اور گنجان ہونے کے علاوہ غیر متجانس بھی ہوتی ہے۔ شہری علاقوں کے ظہور پذیر ہونے سے انسانی طرز زندگی میں تبدیلی کے علاوہ نئے اقدار پیدا ہوئے ہیں۔ شہری علاقوں کی آبادی کے سائز، پیچیدگی اور گنجانی کی وجہ سے سماجی تنظیموں کے نئی اشکال، نئے برتاؤ اور نئے رجحانات پیدا ہوئے ہیں۔ سمل (Simmel) نے شہری زندگی کو ان معنوں میں استدلالی کہا ہے کہ اس میں تیز رفتار، منطقی اور معنی خیز بین عمل پایا جاتا ہے۔ اس نے سست رفتار، عادی اور سادہ دیہی زندگی سے تقابل کیا ہے۔ شہری زندگی، شہری رہن سہن کے سماجی اور طبعی حالات کے زیر اثر ہوتی ہے۔ یہ حالات لاشخصیت، عدم تحفظ اور منقسم شخصیت کو جنم دیتے ہیں جو شہری لوگوں یا شہری کیمونٹی کی عام خصوصیات ہوتی ہیں۔ شہری طرز زندگی روایتی دیہی زندگی کے برعکس ہوتی ہے اگرچہ کہ اس نے تبدیلی کے طریق کے ذریعے دیہی زندگی کو متاثر کیا ہے۔

ان خصوصیات کو لفظ مدنیت (Urbanisim) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کے پھیلاؤ کے طریق کو شہریانہ کہتے ہیں۔ شہری علاقوں کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہوتی ہیں:

☆ شہری علاقوں کا سائز دیہی علاقوں کے حجم (Size) سے بڑا ہوتا ہے۔ شہری علاقوں میں دیہی علاقوں کی بہ نسبت آبادی کی گنجانیت بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔

☆ شہری آبادی غیر متجانس ہوتی ہے۔ شہر کی آبادی مختلف پیشوں، مختلف ذاتوں، مختلف طبقات، مختلف نسلی گروہوں اور مذاہب کے افراد پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ لوگ یکساں نہیں ہوتے۔ ان میں بہت زیادہ تنوع پایا جاتا ہے۔

☆ آبادی کی کثیر گنجانی کی وجہ سے لوگوں میں گمنامی زیادہ ہوتی ہے۔ گمنامی کی وجہ سے ان کی شناخت نہیں ہو پاتی۔ شہری آبادی کی غیر متجانیسیت گمنامی کا احساس پیدا کرتی ہے۔

☆ شہری زندگی حرکی ہوتی ہے۔ سماجی تعلقات غیر مستقل ہوتے ہیں اس لیے شہری علاقوں میں استقلال نہیں پایا جاتا۔ شہری علاقوں میں سماجی حرکت پذیری کی شرح بہت زیادہ ہوتی ہے۔

☆ امریکہ میں اوسطاً ایک آدمی اپنی نوکری (پیشہ وارانہ حرکت پذیری) چھ سال میں تبدیل کرتا ہے۔ نتیجتاً اس کی جائے رہائش بھی تبدیل ہوتی ہے۔ مختلف قسم کی حرکت پذیری سے مراد عارضی تعلقات کا پایا جانا ہے جس کی وجہ سے شہری علاقوں میں سماجی تعلقات مختصر مدتی ہوتے ہیں۔ شہری افراد نئے سماجی تعلقات بناتے رہتے ہیں۔

☆ شہری زندگی میں تعلقات قریبی نوعیت کے نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ قرابت داری پر منحصر ہوتے ہیں۔ شہر میں سماجی تعلقات زیادہ شخصی اور علاحدگی پسند ہوتے ہیں۔ حقیقی دوستی کی جگہ رسمی شائستگی تعلقات پر مبنی ہوتے ہیں۔

☆ شہری لوگ جسمانی اعتبار سے قریب اور ہجوم میں رہتے ہیں لیکن سماجی اعتبار سے ان میں فاصلہ پایا جاتا ہے۔ یہاں گمنامی، شخصیت اور غیر متجانیسیت کی وجہ سے سماجی دوری یا سماجی فاصلہ پایا جاتا ہے۔ پیشہ وارانہ فرق بھی سماجی دوری کی ایک اہم وجہ ہے۔ ایک ہی اپارٹمنٹ میں لوگ برسوں سے رہتے ہوئے اپارٹمنٹ رہنے والے دوسرے لوگوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔

☆ شہری زندگی تیز رفتار ہوتی ہے۔ شہری لوگوں کی زندگی گھڑی کے تابع ہوتی ہے۔ باقاعدگی اور پابندی شہری زندگی کی اہم خصوصیات ہیں۔ سڑکوں پر آمد ورفت کو کنٹرول کرنے کے لیے ٹرایفک لائٹس ہوتی ہیں۔ ریلوے اسٹیشن اور دیگر مقامات پر برقی سیڑھیاں (Escalator) اور لفٹ ہوتے ہیں۔

☆ اکثر شہری روابط آلہ جاتی نوعیت کے ہوتے ہیں یعنی ہم ایک فرد کے مقصد کی تکمیل کے لیے دوسرے فرد کو ایک کارکن کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں۔ وہ ہر فرد سے اپنا بین عمل نہیں رکھتے لیکن لوگ خطوط رساں، بس ڈرائیور، آفس کلرک، پولیس میں یا دیگر کارکنوں کی حیثیت سے رسمی رول انجام دیتے ہیں۔ اس طرح بین عمل آبادی کے ایک مخصوص حصہ سے ہوتا ہے نہ کہ تمام افراد سے۔

16.5 دیہی۔شہری فرق(Rural-Urban Difference)

دیہی اور شہری علاقوں کی مندرجہ بالا خصوصیات کی وجہ سے دونوں علاقوں میں کچھ امتیازات پائے جاتے ہیں جو ان دونوں علاقوں کے فرق کو سمجھنے میں معاون ہوتے ہیں۔اہم امتیازات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔مادی تمدن : تمدنی نقطہ نظر سے گاؤں اور شہر کے لوگ اپنے تمدنی حصول میں الگ ہوتے ہیں۔مختلف شہروں میں مختلف قسم کا تمدن پایا جاتا ہے۔اسی طرح گاؤں میں بھی ان کا اپنا ایک علاحدہ تمدن ہوتا ہے۔

2۔خاندانی تنظیم : شہری علاقوں میں لوگ نیوکلیر خاندان یعنی چھوٹے خاندانوں میں رہتے ہیں جس میں شوہر،بیوی اور ان کے بچے ساتھ رہتے ہیں جبکہ دیہی علاقوں میں مشترک خاندان ہوتے ہیں جہاں دو سے زیادہ پشتوں کے لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں۔دیہی علاقوں میں خاندان فرد کی انفرادی اور سماجی زندگی کو کنٹرول کرتے ہوئے ان کی تفریحی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔

3۔ذات پات پر عمل آوری : دیہی علاقوں میں شادی بیاہ اور پیشہ کے اداروں میں ذات پات کا اہم رول ہوتا ہے۔لوگ اپنی ذات پات کے مطابق کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ان کو اپنی پسند کے پیشہ کو اختیار کرنے کی آزادی نہیں ہوتی۔ان کو اپنی ذات کی شناخت کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے اور وہ اسی کے مطابق کام کرتے ہیں۔شہری علاقوں میں طبقہ واری نظام (Class System)اہم ہوتا ہے۔لوگ اپنی پسند کے مطابق پیشے کا انتخاب کرتے ہیں۔کام کے انتخاب میں ان کی صلاحیت اور تعلیم کا اہم دخل ہوتا ہے۔دیہی علاقوں کی بہ نسبت شہری علاقوں میں سماجی حرکت پذیری بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔

4۔پیشہ کی نوعیت : دیہی علاقوں میں لوگوں کی اکثریت پیشہ زراعت سے وابستہ ہوتی ہے اور شہری علاقوں میں زیادہ تر لوگ غیر زرعی پیشوں جیسے تجارت،کاروبار،منیوفکیچرنگ اور ان سے وابستہ خدمات سے منسلک ہوتے ہیں۔جس کے نتیجے میں کسی حد تک دیہی زندگی سکونی نوعیت کی ہوتی ہے جبکہ شہری زندگی حرکی ہونے کے علاوہ تبدیل پذیر ہوتی ہے۔

5۔سماجی تعلقات : دیہی علاقوں میں لوگ ایک دوسرے سے ربط میں رہتے ہیں۔کم و بیش ان کی زندگی آزادانہ نوعیت کی ہوتی ہے جبکہ شہری علاقوں میں لوگوں کے تعلقات ثانوی نوعیت کے ہوتے ہیں۔یہ لوگ ایک دوسرے سے غیر شخصی اور معاہدہ جاتی نوعیت کے تعلقات قائم کرتے ہیں۔

16.6 دیہی۔شہری تسلسل اور رابرٹ ریڈ فیلڈ(Rural-Urban Continuum and Robert Redfield)

رابرٹ ریڈ فیلڈ نے اپنی کتاب "The Folk Culture of Yucatan" جو 1941ء میں شائع ہوئی تھی اس میں اس نے دیہی (لوک)۔شہری تسلسل کے تصور کو تشکیل دیا ہے۔1930 کے دوران اس نے میکسیکو کے یوکیٹن علاقے کے چار شہروں کی کمیونٹیوں کو منتخب کیا جس میں میریڈا،ڈیزیٹاس قصبہ،چینکوم اور تسکی گاؤں شامل ہیں۔اس مطالعے میں اس نے اپنے آپ کو Folk Pole سے مربوط کیا ہے

اور چھوٹے گاؤں کا بڑے شہروں سے تسلسل بنائے رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ لوک سماج کی مخصوص خصوصیات ہوتی ہیں جو شہری سماج سے ربط میں آنے کے بعد بدلتی رہتی ہیں۔ لوک علاقوں میں بعض خصوصیات دیہی علاقوں کی اور بعض خصوصیات شہری علاقوں کی نظر آتی ہیں۔ بہ الفاظ دیگر لوک سماج علاحدگی، قرابت داری نظام، گروہی احساس اور متجانیسیت جیسی خصوصیات کو کھو دیتا ہے جب وہ شہری علاقوں سے ربط میں آتا ہے۔

یوکیٹن کے مطالعے سے متعلق رابرٹ ریڈ فیلڈ نے کہا ہے کہ روابط میں اضافے کی وجہ سے غیر متجانیسیت، بدتنظیمی اور تمدن کی انفرادیت، سیکولرزم اورانفرادیت کا سبب بنتے ہیں۔ اس طرح اس نے کہا ہے کہ لوک کمیونیٹی شہری کمیونٹی سے ربط کی وجہ سے اپنی شناخت کھوچکی ہے۔ یہ بہت زیادہ غیر متجانس ہو چکی ہے۔ بازاری معیشت نشوونما پاچکی ہے اور یہاں بدتنظیمی کی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ اس نے مزید کہا ہے کہ کمیونٹی کی علاحدگی اور متجانیسیت کو آزاد متغیرات اور تمدنی تنظیم اور بدتنظیمی سیکولرزم اورانفرادیت کو انحصاری متغیرات سمجھا جاتا ہے۔ سادہ الفاظ میں اس نے یہ کہا ہے کہ اگر ایک سماج علاحدگی اور متجانیسیت کی خصوصیات کو کھو دیتا ہے تو وہ سیکولر بن جاتا ہے اور اس کے اراکین دوسرے مفادات کے بجائے اپنے ذاتی مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔

رابرٹ ریڈ فیلڈ کے مطابق ملٹن سنگر نے دیہی۔ شہری تسلسل پر ایک اسٹیڈی کی اور کہا کہ مشرقی ترقی پذیر ماحول کے مطابق یہ زمرہ بندی یا تقسیم کے اہم مسئلے کی دوہری پیداوار ہے۔ یوگیندر سنگھ نے اس کو(Pattern Recurrence) کہا ہے۔ پروفیسر یوگیندر سنگھ اپنی کتاب "Modernization of Indian Tradition" میں یہ استدلال پیش کیا ہے کہ دیہی شہری تصورات آپس میں مربوط ہوتے ہیں اور یہ دیہی سماج کی ڈھانچہ جاتی خصوصیات ہوتی ہیں جو شہری سماج میں مکمل طور پر غیر موجود نہیں رہتی۔ اس لحاظ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دیہی سماج میں شہری خصوصیات پوری طرح سے غیر موجود رہتے ہیں لہذا دیہی شہری تسلسل سے مراد دو چیزیں ضروری ہیں۔

(1) دیہی سماج اور شہری سماج کے درمیان ایک روایتی۔ دوقسمی اختلاف پایا جاتا ہے۔

(2) دیہی اور شہری کمیونٹی کے درمیان زاویہ کا فرق ہوتا ہے۔

16.7 تسلسل پر مباحث (Debate on Continuum)

(1) دیہی اور شہری دونوں تصورات پر تفصیل سے بحث نہیں کی گئی ہے اسی لیے باوجود اس کے کہ یہ بہت مقبول اور معروف تصورات ہیں پھر بھی ان کی غیر واضح تفہیم کی گئی ہے۔ ہندوستانی حالات میں مغربی نظریات اپنا مقام نہیں بنا پاتے۔ وہ ناکام ہو جاتے ہیں اگر لوگ اب بھی دیہی اور شہری سماج کے درمیان روایتی فرق کو اپناتے ہیں تو یہ مغربی طرف داری یا ہندوستانی سماج میں مغربی نظریات کی برتری ہوگی۔ گاؤں اور قصبہ کے تعلق سے ایک عالمی تعریف کی کمی ہے۔

(A) تعریف کے مسائل

بعض اوقات گاؤں اور شہر کے درمیان فرق کی وضاحت کے لیے آبادی کو بنیاد بنایا جاتا ہے لیکن یہ پیمانہ یا معیار ہر ملک میں الگ الگ ہوتا ہے۔ امریکہ میں 2,500 آبادی والے مقام کو شہری علاقہ کہا جاتا ہے۔ فرانس میں 2 ہزار آبادی والے علاقہ کو شہری آبادی والا

علاقہ کہتے ہیں۔ جاپان میں شہری علاقہ قرار دینے کے لیے تیس ہزار کی آبادی ہونا چاہیے لیکن ہندوستان میں پانچ ہزار سے کم آبادی والے علاقہ کو شہری علاقہ نہیں کہا جاسکتا لیکن بعض علاقوں کی آبادی 25 ہزار سے زیادہ ہوتی ہے اور اس طرح شمال مشرقی ہندوستان کی بعض ریلوے قصبوں کی آبادی پانچ ہزار سے کم ہوتی ہے۔ لہٰذا بڑے گاؤں اور چھوٹے شہروں کے درمیان فرق کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

(B)طرز زندگی

بعض اوقات شہری علاقوں کا تعین کرنے کے لیے طرز زندگی جیسے ٹرانسپورٹیشن، مواصلات، بجلی، محلات قسم کی عمارتوں کی تعمیر وغیرہ کو معیار بنایا جاتا ہے لیکن یہ مناسب معیار نہیں ہے کیوں کہ کسی دور دراز دیہی علاقہ میں محلاتی طرز کی عمارت بنائی جاتی ہے تو یہ شہری طرز زندگی نہیں کہلاتی۔ اسی طرح اگر کسی شہری علاقہ میں چھپر نما یا جھونپڑی نما مکان بنایا جاتا ہے اور وہاں کوئی سہولتیں موجود نہ ہوں تو اسے شہری علاقہ نہیں کہتے۔

(C)حد بندی

ان دونوں کے درمیان کوئی واضح حد بندی نہیں ہے۔ یہ معلوم کرنا بہت مشکل ہے کہ کہاں سے شہری علاقہ شروع ہوتا ہے اور کہاں دیہی علاقہ ختم ہوتا ہے۔ اس طرح ان دونوں کے درمیان تعلق دو قسمی نوعیت کے بجائے انضمامی نوعیت کا نظر آتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ مشترکہ عناصر پائے جاتے ہیں۔ دیہی علاقوں کے عناصر شہری علاقوں میں ہوتے ہیں جیسے مشترکہ خاندان، پڑوسیوں کی اہمیت، ذات پات، مندر میں پوجا وغیرہ۔ اسی طرح شہری زندگی کے کچھ عناصر دیہی علاقوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

(2)رفتار

ہندوستان میں شہریانہ کی رفتار بہت دھیمی ہوتی ہے جہاں صنعتیانہ کے بغیر شہریانہ کے واقعات ہوتے ہیں وہاں کی آبادی میں دیہی خصوصیات کا غلبہ جاری رہتا ہے۔ رام کرشنا مکھرجی نے کولکاتہ شہر کے اپنے مطالعے میں دیہی شہری دو قسمی نوعیت یا تسلسل کو تین پہلوؤں کے لحاظ سے تصدیق کی ہے۔

1۔ شہری علاقوں کو نقل پذیری (بیرونی نقل پذیری)۔

2۔ خاندانی تنظیم کی نوعیت۔

3۔ ذات پات کی تنظیم۔

مکھرجی کے مطابق بیرونی نقل پذیری کی نوعیت تسلسل سے زیادہ دوہری تقسیم کو آسان بناتی ہے لیکن دوہری تقسیم کی جو صلاحیت نقل پذیری سے پیدا ہوتی ہے وہ خاندان اور ذات پات کی صفات کی وجہ سے درہم برہم ہو جاتی ہے۔۔ او۔ایم۔ لنچ (O.M.Lynch) نے اپنی کتاب "Politics of Untouchability" میں اپنے ایک تحقیقاتی مطالعے کو شائع کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ گاؤں کی ذات، پنچایت آگرہ شہر میں پائی جاتی ہے جس میں تسلسل کی خصوصیات ہوتی ہیں۔

3۔ دیہی کمیونٹی اور شہری کمیونٹی دونوں تبدیل پذیر ہوتے ہیں۔ دونوں کے درمیان جو امتیازات ہیں وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتے ہیں۔ گاؤں کی جدید کاری کے اثرات نے سلسلے وار تبدیلیوں کو جنم دیا ہے۔ ایک دوسرے کی داخلی خصوصیات کا کراس دخول (Cross Penetration)

ہوتا ہے۔ اس طرح دیہی اور شہری سماج کے درمیان فرق کم ہوتا جاتا ہے۔

4۔ شہری کنارہ یا حاشیہ وہ جگہ ہے جو دیہی اور شہری کمیونٹی کو جوڑتا ہے۔ آہستہ آہستہ شہری کنارہ ایک قصبہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

5۔ شہری مراکز میں دھوبی، سنار، موچی اور جاروب کشی جیسے مشاغل اور پیشے اختیار کرنے اور جاری رکھنے کی شکل فراہم کرتے ہیں۔ شہری علاقوں میں سیکولر نوکری ملنے کی صورت میں یہ پیشہ وارانہ تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ شہری مقامات پر منادر و عبادت گاہیں تعمیر کیے جاتے ہیں اور دیہی رسومات انجام دیئے جاتے ہیں جس سے دیہی اور شہری سماج قریب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دیہی ڈھانچے اور اداروں کا تصور منادر والے شہروں اور مقدس مقامات اور زیارت گاہوں والے شہروں میں پایا جاتا ہے۔

6۔ شہری علاقوں میں رہنے والے لوگ اپنے آبائی مقامات سے باقاعدہ تعلقات اور روابط رکھتے ہیں۔ لوگ وظیفہ پر سبکدوشی یا شہری ملازمت کے خاتمے پر اپنے آبائی گاؤں کا رخ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیہی علاقوں میں رہنے کا طویل رجحان اور سماج کاری کے طریق ان کو اپنے بولنے، کھانے پینے کی عادات اور آداب کو جاری رکھنے پر ابھارتا رہتا ہے۔

7۔ شہروں میں بین شخصی نیٹ ورک اپنے اصلی مقام کے ہم پیالگی کے دیہی تصور کو شہر میں لاگو کرتا ہے۔

8۔ دیہی اور شہری علاقوں کے درمیان باہمی انحصار پایا جاتا ہے۔ دو قسمی نوعیت کے بجائے دونوں کو باہمی ارتباط پر توجہ دینا چاہیے۔ ایک جانب دیہی علاقے، شہری علاقوں پر منحصر ہوتے ہیں جیسے شہری علاقے کروسین، دیاسلائی، پمپ سیٹ اور کھاد وغیرہ کی خرید وفروخت کے لیے کاروباری مراکز پر انحصار کرتے ہیں۔ یہ علاقے تعلیم اور تفریح کے مراکز کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ شہری علاقوں میں معاوضہ، بازآبادکاری اور روزگار کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ دوسری جانب شہری علاقے زرعی پیداوار، ترکاریوں اور خام اشیا جیسے گنا، جوٹ، گیہوں اور کپاس کے لیے دیہی علاقوں پر انحصار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہنر مند اور غیر ہنر مند مزدور اور ذات پات پر مبنی پیشوں جیسے دھوبی، جاروب کش، حجام اور سنار بھی انحصار کرتے ہیں۔

اس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ قصبے اور دیہات ڈھانچہ جاتی تسلسل اور ان کے فرق کے ساتھ تہذیب کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔

دیہی شہری تسلسل کی معقولیت

دیہی اور شہری سماج معیشت، سیاست اور سماجی درجہ بندی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لیکن جہاں تک دیہی۔ شہری سماجی تنظیم کا تعلق ہے ہم کو فرق نوعیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ زاویہ کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ذات پات کا نظام دونوں مقامات پر پایا جاتا ہے لیکن اس کی شدت شہری علاقوں کی بہ نسبت دیہی علاقوں میں بہت زیادہ لچکدار ہوتی ہے۔ او۔مالے (O-Malley) کے مطابق خاص طور پر اعلیٰ طبقہ کے تعلیم یافتہ افراد میں ذات پات کے طریقے کو ترک کرنے یا ترمیم کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے لیکن اس نظام کے خلاف کوئی عام بغاوت نہیں ہوتی۔ طریقے بدلتے رہتے ہیں لیکن بنیادی طور پر ذات پات کا وہی نظام باقی رہتا ہے بالکل اسی طرح جیسے خاندان کی تنظیم میں خاندان کی شکل بدل جاتی ہے لیکن خاندان کا ادارہ دونوں علاقوں میں باقی رہتا ہے۔ شہری علاقوں میں لوگ نیوکلیر خاندان میں رہتے ہوئے اپنے خاندان کے دیگر اراکین جو دیہی علاقوں میں رہتے ہیں ان سے ربط میں آتے ہیں۔

16.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

دیہی۔شہری تسلسل کے تصور سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ دونوں مختلف ہیں بلکہ یہ ایک دوسرے کا تسلسل یا سلسلہ ہیں۔ان کے درمیان کوئی واضح فرق بھی نہیں جو یہ بتا سکے کہ کہاں ایک ختم ہو رہا ہے اور کہاں سے دوسرا شروع ہو رہا ہے۔ دیہی اور شہری طرز زندگی تسلسل کو ظاہر کرتی ہے اور ذرائع ابلاغ جیسے ریڈیو، اخبار اور آٹو موبائیل ان دونوں کے درمیان تقسیم کے بجائے گہرے ربط کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ان دونوں علاقوں میں مکانات کی حالت، خرید و فروخت کی سہولت، مینوفیکچرنگ، ٹرانسپورٹ اور تعلیم وغیرہ سے متعلق کوئی فرق واضح نہیں ہے۔

16.9 فرہنگ (Glossary)

دیہی علاقہ	:	دیہی علاقہ سائز کے اعتبار سے چھوٹا، کم گنجان، نسبتاً متجانس آبادی والا ہوتا ہے جو زراعت سے منسلک ہوتا ہے۔
شہری علاقہ	:	شہری علاقہ بڑے، زیادہ گنجان اور نسبتاً غیر متجانس آبادی والے علاقہ ہوتا ہے جہاں کے لوگ غیر زرعی پیشوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔
قرابت داری	:	رشتے داروں کا سیٹ یا رشتہ داروں کا ایسا گروہ جو خونی رشتے یا ازدواجی رشتے کی بنیاد پر وجود میں آتا ہے۔
مدنیت	:	مدنیت میں ایک طرز زندگی کی نمائندگی ہوتی ہے۔ یہ اصطلاح شہری تمدن کے انتشار اور شہری سماج کے احیاء سے عبارت ہے۔
دیہاتیت	:	یہ دیہی طرز زندگی کی نشاندہی کرتی ہے جس میں روایات، رسم و رواج، لوک تمدن اور مشترک خاندان کا غلبہ رہتا ہے۔
تسلسل	:	تسلسل سے مراد سلسلہ وار یا مسلسل یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ پہلی چیز رک گئی ہے اور دوسری شروع ہوئی ہے۔
مادی تمدن	:	مادی تمدن سے مراد مادی اشیا، وسائل اور خالی مقامات جن کے ذریعے لوگ اپنے تمدن کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان میں مکانات، پڑوسی، شہر، اسکول، چرچ وغیرہ شامل ہیں۔
غیر مادی تمدن	:	غیر مادی تمدن سے مراد وہ خیالات یا نظریات ہیں جو لوگوں کے تمدن سے متعلق ہوتے ہیں۔ جس میں عقائد، اقدار، اصول، معیارات، اخلاق، زبان، تنظیمیں اور ادارے شامل ہیں۔
سیکولرائزیشن	:	سیکولرائزیشن ایک ایسا طریق ہے جس کے ذریعے مذہبی فکر، مذہبی اعمال اور ادارے اپنی سماجی اہمیت کھو دیتے ہیں۔

16.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. دیہی۔ شہری تسلسل میں لفظ تسلسل سے مراد.........ہے۔

(a) فرق　　(b) مشابہت

(c) مسلسل یا سلسلہ وار　　(d) دو قسمی

2. ”گاؤں کی سماجی زندگی دیہی ماحول میں نشو ونما پاتی ہے۔ اسی طرح شہری علاقوں کی سماجی زندگی شہری ماحول میں نشو ونما پاتی ہے۔ ان کے متعلقہ ماحول دیہی اور شہری سماجی زندگی کا تعین کرتے ہیں“۔ کس نے کہا تھا؟

(a) اے۔ آر دیسائی　　(b) رابرٹ ریڈ فیلڈ

(c) آر ای پہل　　(d) آر کے مکر جی

3. ایمائل درکھائم کے مطابق دیہی سماج کا انحصار کس طرح کی یکجہتی پر ہوتا ہے؟

(a) نامیاتی یکجہتی　　(b) غیر نامیاتی یکجہتی

(c) سماجی یکجہتی　　(d) میکانی یکجہتی

4. پروفیسر یوگیندر سنگھ نے دیہی شہری تسلسل کے تصور کو.........کہا ہے۔

(a) متغیراتی نمونہ (Pattern Variable)　　(b) اعادگی کا نمونہ (Pattern Reccurrence)

(c) نمونہ جاتی آئیڈیالوجی (Pattern Idiology)　　(d) شکلیاتی نمونہ (Pattern Morphology)

5. کتاب "The Folk Culture of Yucatan" کس نے لکھی۔

(a) ریڈ کلف براؤن　　(b) رابرٹ ریڈ فیلڈ

(c) ملٹن سنگر　　(d) آسکر لیوس

6. اپنے مطالعے Province of Yucatan Mexican میں رابرٹ ریڈ فیلڈ نے کس شہر یا گاؤں کا احاطہ نہیں کیا ہے؟

(a) ڈیزیٹاس　　(b) چینکام

(c) تسکی　　(d) ٹیپوزیٹ لین

7. ان میں سے رام کرشنا مکھرجی کے کولکاتہ شہر کے مطالعے میں کون سا دیہی شہری تسلسل کا پہلو نہیں ہے؟

(a) شہری علاقوں کو نقل پذیری　　(b) خاندانی تنظیم کی نوعیت

(c) ذات پات کی تنظیم　　(d) پیشہ کی نوعیت

8. Politics of Untouchabilityنامی کتاب کس نے لکھی؟

(a) او۔ایم۔ لنچ (b) اے۔ آر۔ دیسائی

(c) آر۔کے۔ مکھر جی (d) ملٹن سنگر

9. دونوں کے درمیان کوئی واضح فرق نہیں ہے۔ یہ کہنے کے لیے کہ "کہاں شہر ختم ہوتا ہے اور کہاں گاؤں شروع ہوتا ہے" کس نے کہا تھا؟

(a) گیسٹ ہالبرٹ (b) میک آئیور

(c) کنگسلے (c) کوئن اور کارپنٹر

10. دیہی۔شہری تسلسل میں مشرقی ترقی پذیر قوم کے ماحول کے مطابق زمرہ بندی اہم مسئلہ کی دوہری پیداوار ہے۔ کس نے کہا تھا؟

(a) ملٹن سنگر (b) رابرٹ ریڈ فیلڈ

(c) میک آئیور (d) درکھائیم

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. دیہی۔شہری تسلسل کے معنی اور مفہوم کو لکھیے۔
2. دیہی۔شہری فرق سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
3. دیہی۔شہری تسلسل سے متعلق رابرٹ ریڈ فیلڈ کے خیالات پر مختصر بحث کیجیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. دیہی اور شہری علاقوں کی خصوصیات بیان کیجیے۔
2. تسلسل کے مباحثہ اور اس کی معقولیت کے تصور کو سمجھائیے۔
3. دیہی شہری تسلسل کے تصور سے مراد ایک طریق کا خاتمہ اور دوسرے کی شروعات ہے۔ سمجھائیے۔

تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Harry M. Johnson, Sociology: A Systematic Introduction, Allied Publishers, New Delhi.
2. John Levi Martin, Social Structure, Princeton University Press, Princeton and Oxford, 2009.
3. Douglas V. Porpora, The Concept of Social Structure, Greenwood Press, New York, Westport Connecticut London, 1987.

4. Jeffrey C. Alexander, Gary T. Marx and Chiristine W. Williams, Self Social Structure and Beliefs Explorations in Sociology, University of California Press, Berkeley Los Angeles London, 2004.
5. Nan Lin, Social Capital A Theory of Social Structure and Action, Structural Analysis in the Social Sciences, Cambridge University Press, Cambridge, England, 2001.
6. S. F. Nadal, The Theory of Social Structure, Chohen and Wart Place of Publication, London, 1957.
7. Vidya Bhushan and D. R. Sachdeva, An Introduction to Sociology, Kitab Mahal, Allahabad.
8. Manvendra Pratap Sing, Sociology an Introduction, Jawahar Publishers and Distributors, New Delhi.
9. Rahul Kumar and Akhilesh Kumar, Sociology, Jivak Prakashan, New Delhi, 2013.

Hasnain, N. 2019, Indian Society: Themes and Social Issues, McGraw-Hill, New Delhi

نمونہ امتحانی پرچہ

ہندوستان کی سماجیات

Time 3: Hours — نشانات: Marks: 70

حصہ اول

سوال:1

1. لفظ کثرت(diversity)سے کیا مراد ہے؟

(a)یکجہتی (b)یکتا (c)اختلافات (d)اپناپن

2. مندرجہ ذیل میں سے کون سی کثرت کی قسم نہیں ہے؟

(a)نسلی کثرت (b)لسانی کثرت (c)مذہبی کثرت (d)نظریاتی کثرت

3. مندرجہ ذیل میں سے کون سی غربی گول سر والوں کی قسم نہیں ہے؟

(a)نارڈی (b)آرمینی (c)دیناری (d)الپائی

4. مندرجہ ذیل میں سے کونسی رومی نسل(Mediterranen)کی قسم نہیں ہے؟

(a)مشرقی رومی (Oriental Mediterranean's) (b) رومی(Mediterranean's)

(c) قدیم رومی(Paleo - Mediterraneans (d) ایٹرورومی(Autro- Mediterranean's)

5. مندرجہ ذیل زبانوں میں سے کونسی زبان 73 فیصد لوگ بولتے ہیں؟

(a)آریائی زبان (b)سینو تبتی زبانیں (c)آسٹریک زبانیں (d)دراویڈی زبانیں

6. مندرجہ ذیل میں سے کونسی چیز سکھ مذہب کے پانچ اصولوں میں شامل نہیں ہیں؟

(a)کچھا (b)کنگا (c)کیش (d)کلہاڑی

7. ان میں سے کونسا مذہب ملک کا بااثر یاDominatedمذہب ہے؟

(a)ہندومت (b)اسلام (c)سکھ مت (d)جین مت

8. 2011 کی ہندوستان کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی آبادی کا فیصد...................ہے۔

(a) 14.2فیصد (b) 13.4فیصد (c) 0.89فیصد (d) 13.9فیصد

9. درج ذیل میں سے کون قبائلی سماج میں تبدیلی کا سبب ہے؟

(a) اصلاحی تحریکات کے اثرات (b) شہر کاری کا طریق (c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

10. درج ذیل میں سے کون قبائلی سماج کی اہم خد و خال ہے ؟

(a) تحفظ کی ضرورت (b) معاہدہ کی بنیاد پر رکنیت (c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

حصہ دوم

2. قبیلہ کی تعریف بیان کیجیے۔

3. قبائلی سماج کی دو بنیادی خصوصیت مشترک تنظیم اور مشترک مورث اعلیٰ کی وضاحت کیجیے۔

4. سماجی درجہ بندی سے آپ کیا سمجھتے ہیں ؟ وضاحت کیجیے۔

5. پنچایت کے تصور پر بحث کرتے ہوئے زمانہ قدیم میں اس کی اہمیت کو بیان کیجیے۔

6. بلونت رائے مہتا کمیٹی کی اہم خصوصیات یا تجاویز کیا ہیں ؟

7. دستور کے گیارہویں شیڈول میں پنچایتوں کے تفویض کردہ فرائض کو لکھیے۔

8. . دیہی۔ شہری تسلسل کے معنی اور مفہوم کو لکھیے۔

9. دیہی۔ شہری فرق سے آپ کیا سمجھتے ہیں ؟

حصہ سوم

1۔ ہندوستانی سماج میں قرابت داری کی اہمیت کو سمجھایئے۔

2۔ قریب اور دور کی بنیاد پر قرابت داری کے اقسام پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔

3۔ رشتہ اجتناب کیا ہے ؟ مثالوں سے وضاحت کیجیے۔

4۔ رشتہ مذاق اور ٹکنونیمی سے کیا مراد ہے ؟ مثالیں دے کر اس کی تشریح کیجے۔

5۔ انسانی رشتوں پر ٹیکنالوجی کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں ؟ اس پر ایک مضمون لکھیے۔